[ماہ]نامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملادیتا ہے

مارچ ۲۰۰۰ء

فی شمارہ 25روپے	جلد22 شمارہ06	مارچ2000ء	ذیقعد/ذالحج ۱۴۲۰ھ

اعزازی معاونین

سیدہ راشدہ عفت

سعیدہ خاتون

سہیل احمد

سب ایڈیٹر

جمیل احمد خان

سرکولیشن منیجر

محمد ناصر

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	سالانہ 340روپے
مشرق وسطیٰ اور عرب ممالک	سالانہ 800روپے
ترکی۔ مصر۔ انڈونیشیا۔ سری لنکا۔ نیپال۔ ایران۔ برما	سالانہ 800روپے
مالدیپ۔ لنکادیپ۔ بھارت۔ بنگلہ دیش	سالانہ 800روپے
ہالینڈ۔ تھائی لینڈ۔ چین۔ نائیجیریا۔ ملائیشیا۔ جاپان	سالانہ 1000روپے
آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ امریکہ۔ کینیڈا	سالانہ 1200روپے

خط وکتابت کا پتہ

1-D,1/7 ناظم آباد کراچی74600 پوسٹ بکس2213 ۔فون نمبر : 6688931
فیکس : 6621037 ۔ ای میل : roohani@cyber.net.pk
Website: http://azeemi.bizland.com

ایڈیٹر وپبلشر وقار یوسف عظیمی نے فرخ اعظم کے زیر اہتمام مکتبہ تاج الدین سے طبع کرواکر 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

اسلامی سائنس روحانی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

سرپرست اعلیٰ

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاء

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

وقار یوسف عظیمی

کہکشاں

نورالٰہی نورِ نبوت ...... حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں امتِ مسلمہ کی تنزلی کے اسباب	☆☆☆	8
صدائے جرس ...... پیغمبرانہ طرزِ فکر کا حامل بندہ صدیوں اور نسلوں کے لئے منصوبہ بندی کرتا ہے	☆☆☆	10
دبستانِ خیال ...... معزز قارئین کرام کے گرامی نامے	قارئین کرام	14
رباعیات ...... نورِ معرفت سے لبریز اور علمِ حقیقی کی روشنیوں سے مزین رباعیات	قلندر بابا اولیاءؒ	20
راہِ اعتدال ...... امتِ مسلمہ کے باہمی اختلافات کو تھوڑی سی کوشش سے ختم کیا جاسکتا ہے	محمد اقبال جیلانی	41
انتخاب ...... صاحبِ معرفت ہی خدا کا مطلوب انسان ہے	کوثر معین رضوان	66
تاریک رات کا مسافر ...... اس کہانی میں بتایا گیا ہے کہ ماورائی مخلوق رات میں ہی کیوں نظر آتی ہے۔	گلزار احمد بنیال	67
رودادِ بحر ...... دلچسپ اور معلوماتی سفرنامہ کا آخری حصہ	محمد منور عرفان	75
قندیل ...... روحانی ڈائجسٹ کی کہنہ مشق قلم کار سعیدہ خاتون کی نئی سلسلہ وار تحیر خیز کہانی	سعیدہ خاتون	79
انوکھی روح ...... بنگال کے پس منظر میں لکھی گئی ایک بے چین روح کی کہانی	ایم الیاس	87
ذوقِ آگہی ...... علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت	منیر حسین کیف	95
نگاہِ کیمیا ...... حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید کا قصہ جسے انہوں نے کندن بنادیا تھا	اولوردہ	103
مشعلِ معرفت ...... اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگی کے منتخب واقعات	قارئین کرام	109
قرآنی انسائیکلوپیڈیا ...... کتابِ حکمت و معرفت قرآن کی تعلیمات پر مبنی سلسلہ	ادارہ	111
روحانی سوال وجواب ...... پامسٹری اور چہرہ شناسی کے علم کی حقیقت کیا ہے؟	الشیخ عظیمی	115
میرا پیغام ہے ! ...... مختلف لوگوں کے نام قارئین کرام کے دلچسپ پیغامات	قارئین کرام	118
حاصلِ مطالعہ ...... قارئین کرام کے پسندیدہ اقتباسات	مرتبہ : محمد ذیشان خان	119
قندِ سخن ...... قارئین کرام کے پسندیدہ اشعار	قارئین کرام	121
قرینہ خیال ...... شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے طور خاص	☆☆☆	122
گوشہ کتب ...... عقیدت کا سفر اخوشبو پر تبصرہ	یو۔ حق	123
ایک ادیب ایک تعارف ...... متحدہ عرب امارات میں سرگرم ادبی شخصیت شام درانی	احتشام الحق	125
خوابوں کے مخفی راز ...... خواب کے ذریعے ماورائی دنیا کی سیر کیسے کی جائے؟	ترجمہ : طاہر عبادی	127
جنت کا پھل "انجیر" ...... انجیر خون کی کمی پوری کرکے چہرہ خوبصورت بناتا ہے	نصر عباسی	137
امرود ...... دل کو طاقت دیتا ہے	رضیہ سلطانہ	142
دستر خوان ...... خواتینِ خانہ کے لئے مزیدار کھانوں کی ترکیبیں اور سودمند کچن ٹپس	فرحت صدیقی	143
انفیکشن کی موثر دوا "پیاز"	جاوید علی جوکھیو	145
جہاں نما ...... دلچسپ و عجیب عالمی واقعات اور سائنسی تحقیقات پر مبنی سلسلہ	حسن احمد شیخ	151
روحانی ینگ رائٹرز کلب ...... نئے قلم کاروں کی تحریروں کا ہمہ رنگ گلدستہ	ادارہ	155
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ ...... بچوں کیلئے دلچسپ کہانیاں، لطیفے، پہیلیاں اور متفرقات	ادارہ	159
انعامی مقابلوں کے نتائج ...... انعام یافتگان: ڈاکٹر محمود علی یوسف، احمد یاسر فاروق	ادارہ	165
عرس مبارک ...... قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس مبارک میں عظیمی صاحب کے خطاب سے اقتباسات	مشعل رحیم	169
افق ...... روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد	ادارہ	175
چشم ماروشن دلِ ماشاد ...... عظیمی صاحب کے دورۂ ہولان کی روداد کا تیسرا حصہ	ڈاکٹر محمد طارق	183
محفلِ مراقبہ ...... ان خواتین و حضرات کے نام جن کے لئے محفلِ مراقبہ میں اجتماعی دعا کی گئی	ادارہ	189
ماورائی دنیا ...... روحانی طالبات و طلباء کی روحانی واردات و کیفیات	روحانی طالبات و طلباء	195
روحانی ڈاک ...... لاعلاج امراض اور پیچیدہ نفسیاتی و روحانی مسائل کا حل	خواجہ شمس الدین عظیمی	201

برصغیر میں اسلام...

برصغیر میں مسلمان تقریباً بارہ سو سال سے آباد ہیں لیکن اب تک اسلام یہاں کا اکثریتی مذہب نہ بن سکا۔ آخر اس کے کیا اسباب و وجوہات ہیں؟ .... (جمیل احمد خان۔ 23)

سنگِ میل

قیامِ پاکستان ایک سنگِ میل تھا جس کی منزل پیغمبرانہ تعلیمات پر مبنی اور دنیاوی ترقی سے آراستہ معاشرہ ہے۔ اس ضمن میں روحانی بزرگوں کی دعاؤں، تصرف اور پیش گوئیوں کے احوال پر مبنی مضمون .... (یاسر ذیشان مغل۔ 29)

ٹیلی پیتھی اور مسلمان صوفیائے کرام

عام طور پر ٹیلی پیتھی یا انتقالِ خیال کے علم کو دورِ جدید کی دریافت کہا جاتا ہے مگر درحقیقت انتقالِ خیال کا علم اولیائے کرام کا ورثہ ہے .... (دانیال۔ 35)

امتحان میں نمایاں کامیابی کے گُر

امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مفید مشورے، مطالعاتی صلاحیت بڑھانے کے آسان گُر اور روحانی بزرگوں کے مجرب وظائف .... (احسن عظیم محامد۔ 47)

دوسری بیوی......؟

اس مضمون میں حرم اعجاز نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر مردوں میں دوسری شادی کا رجحان فروغ پا جائے تو بے شمار لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ .... (حرم اعجاز۔ 51)

نیند اور خواب

خواب ہم میں سے ہر شخص دیکھتا ہے۔ چرند و پرند اور حمالیہ بھی خواب کے تجربہ سے گزرتے ہیں۔ خواب کے دوران جسم میں کس قسم کی کیمیائی اور جسمانی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟ .... (ڈاکٹر منصور الرحمٰن۔ 55)

جیم تھراپی

جیم تھراپی کے ذریعے آپ کے اندر ذہنی تناؤ، خلفشار، مرگی، ذیابیطس، گردے کی پتھری، آنکھوں کی تکالیف، جادو ٹونہ، جذام، مدمس (پھلبہری) جیسے امراض کے خلاف مدافعت پیدا ہوسکتی ہے .... (ایم ایچ خان۔ 59)

حضرت امام جعفر صادقؒ کی طب و حکمت

حضرت امام جعفر صادقؒ نے مسلمانوں کو جہاں عقل و وجدان کی نئی راہوں پر گامزن کیا وہیں آپؒ طب و حکمت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اس مضمون میں آپؒ کے بتائے ہوئے چند مجرب نسخے پیش کئے گئے ہیں .... (☆☆☆۔ 131)

آپ کے بال

بالوں کی خوبصورتی اور نگہداشت کے لئے مفید مشورے، احتیاطیں، آسان گھریلو ٹوٹکے اور علاج .... (صدف قمر۔ 139)

ٹی بی کا عفریت

ٹی بی سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والی بیماری ہے۔ ٹی بی اب دوبارہ اور نئی مدافعتی طاقت سے نوعِ انسانی پر حملہ آور ہورہا ہے۔ ٹی بی کا آسان گھریلو، روحانی اور کلر تھراپی سے علاج .... (حکیم عادل اسماعیل۔ 147)

نورِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"اے مومنو! میں تمہیں ایسی تجارت کیوں نہ بتاؤں ؟ جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلائے۔ تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم علم سے کام لو"۔

"ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا پورا لیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو کم کر کے دیں۔ (اشیاء میں ملاوٹ بھی ناپ تول میں کمی کے زمرہ میں آتا ہے) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زندہ کر کے اٹھائے بھی جائیں گے۔ ایک بڑے ہی سخت دن میں، جس دن تمام انسان رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے"۔

زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں، غریبوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں وہ سکون کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ان کی زندگی اضطراب اور بے چینی کی تصویر ہوتی ہے وہ ظاہراً طور پر خوش نظر آئیں، ان کا دل روتا رہتا ہے، ڈر اور خوف سائے کی طرح ان کے تعاقب میں رہتا ہے۔ وہ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں سمجھتے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ جب چیزیں سستی ہوتی ہیں تو وہ غم میں گھلتے رہتے ہیں اور جب چیزوں کے دام بڑھ جاتے ہیں تو ان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس تجارت کو کبھی ذہنوں سے اوجھل نہ ہونے دیجئے جو دردناک عذاب سے نجات دلانے والی ہے اور جس کا نفع فانی دولت نہیں بلکہ ہمیشہ کی کامرانی اور لازوال عیش ہے۔

نورِ نبوت

رسول اللہ ﷺ نے ، صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا : "میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے ، جب دوسری قومیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی ، جس طرح کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں"۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ! کیا اُس زمانے میں ہماری تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں نگل لینے کے لئے قومیں متحد ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گی"۔

ارشاد فرمایا : "نہیں، اُس وقت تمہاری تعداد کم نہ ہو گی۔ بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے ، البتہ تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو گے۔ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کر لے گی"۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "اس وجہ سے کہ تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگو گے"۔

زندگی میں مومن کو جو اعلیٰ کارنامے انجام دینا ہیں اور فی الارض خلیفہ کی جس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جسم میں جان ہو، ارادوں میں مضبوطی ہو ، حوصلوں میں بلندی ہو اور زندگی ولولوں ، اُمنگوں اور اعلیٰ جذبات سے بھرپور ہو۔ صحت مند اور زندہ دل افراد سے ہی قومیں بنتی ہیں اور ایسی ہی قومیں اعلیٰ قربا ش کر کے اپنا مقام پیدا کرتی ہیں ، مسلمان کا مقصد حیات جب دنیا بن جاتا ہے تو وہ غم ، غصہ ، رنج و فکر ، حسد ، جلن ، بد خواہی ، تنگ نظری ، مردہ دلی اور دماغی الجھنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ اخلاقی بیماریاں اور ذہنی الجھنیں معدے کو بری طرح متاثر کرتی ہیں اور معدے کا فساد ، صحت کا بدترین دشمن ہے۔ صحت خراب ہو جاتی ہے تو آدمی بزدل ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر خوف چھایا رہتا ہے۔

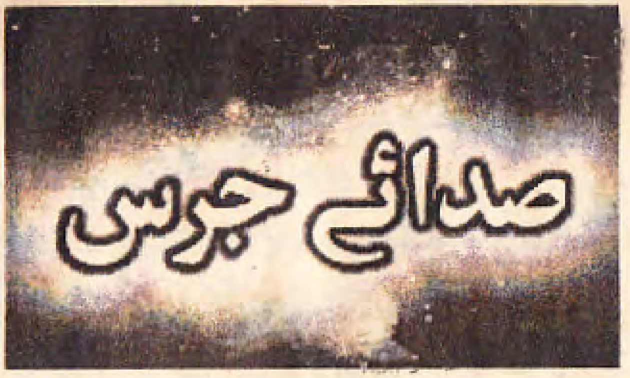

ایک راہ چلتے نوجوان مسافر نے سن رسیدہ شخص کو ہاتھ میں کھرپی لئے بیٹھا دیکھا تو اس کے ذہن میں تجسس نے سر ابھارا کہ اس بوڑھے کی سرگرمی دیکھی جائے۔ بوڑھے نے لرزتے ہاتھوں سے زمین کا کچھ حصہ کھودا، لڑکھڑاتے قدموں سے چلتا ہوا نرسری میں گیا اور آم کا چھوٹا سا پودا اٹھا لایا۔ اب کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے پودا زمین میں رکھا، مٹی برابر کی اور اسے پانی سے سیراب کردیا۔ یہ سب کام سرانجام دینے کے بعد بوڑھے کے جھریوں بھرے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ خوشی سے جیسے اس کے بوڑھے وجود میں توانائی کی لہر دوڑ گئی۔ نوجوان جو کافی دیر سے بوڑھے کی سرگرمی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا، اس کے قریب آیا اور بولا "بڑے صاحب! مزاج عالی پر گراں نہ گزرے تو ایک بات عرض کروں؟" بڑے میاں نے چندھیائی ہوئی نگاہوں سے نوجوان کو دیکھا اور اثبات میں گردن ہلادی۔ نوجوان نے نہایت ادب سے کہا "بڑے صاحب آپ نے نہایت محنت اور توجہ سے یہ پودا لگایا اور پودا لگانے کے بعد آپ کے چہرے پر طمانیت پھیل گئی۔ جس وقت یہ پودا تناور درخت بنے گا اور پھل دے گا تو کیا آپ اس دنیا میں موجود ہوں گے؟ ایسا کام جو آپ کو نفع نہ پہنچا سکے اس میں اتنی دلچسپی کہاں تک درست ہے؟"

بوڑھے نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ نوجوان کو جواب دیا "مجھے معلوم ہے جب یہ پودا پھل دار درخت میں تبدیل ہو گا تو میرا مادی جسم منوں مٹی تلے دب کر خود بھی مٹی میں تبدیل ہو چکا ہو گا۔ یہ خوشی میری ذات کے لئے نہیں ہے۔ میں نے جب پودا لگادیا تو میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ میری اولاد، اولاد کی اولاد اس درخت سے استفادہ کررہی ہے۔ اس کی چھاؤں میں بیٹھ کر دھوپ کی تمازت سے محفوظ ہو رہی ہے اور اس کے شیریں پھل سے مستفید ہو رہی ہے۔ میری مسکراہٹ میری خوشی اپنی نسل سے وابستہ ہے۔ میں نے سوچا کہ میرے اس کام سے میری اگلی نسل کو فائدہ ہو سکتا ہے"۔

ایک صاحب کی شادی بڑے دھوم دھام سے ہوئی۔ شادیانے بجائے گئے، ڈھولکی کی تھاپ اور مسکراہٹوں کے جلو میں دلہن بابل کے گھر سے پیا دیس سدھار گئی۔ شادی کے بعد ایک سال گزرا، دوسرا اور تیسرا برس بھی بیت گیا مگر دلہن کی گود ہری نہ ہو سکی۔ میاں بیوی نے ہر طرح کے طبیب اور معالج سے رجوع کر کے دیکھ لیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب دوا سے کام نہ ہوا تو دعاؤں کا مرحلہ آیا۔ پیروں، فقیروں اور اللہ والوں سے رجوع کیا گیا۔ اللہ نے کرم کیا اور کسی اللہ والے کی دعا کارگر ثابت ہوئی۔ گھر میں نومولود کے رونے کی آواز کیا گونجی سب کے پژمردہ چہروں پر زندگی کا رنگ جھلکنے لگا۔ بوڑھے دادا دادی کو سکون ہوا کہ ان کی نسل آگے بڑھی۔ ان کا نام اور شناخت اس بچے کی شکل میں باقی رہے گی۔

والدین امیر ہوں یا غریب، اولاد کی خوشی سب میں یکساں ہوتی ہے۔ دونوں طرز کے والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد ترقی کرے، اچھے مقام تک رسائی حاصل کرے۔ یہ دوسری بات ہے کہ والدین اولاد کی بہتری کے تمام فیصلے اپنے وسائل کے مطابق کرتے ہیں۔ بعض اپنی اولاد کو بہترین اور بھاری فیسوں والے تعلیمی اداروں سے تعلیم دلاتے ہیں۔ جن کے وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے وہ کم فیسوں والے اداروں میں اپنے بچوں کا داخلہ کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو تعلیمی اخراجات پورے نہیں کرسکتا یا بچوں کو تعلیم دلوانے کا شعور ان میں نہیں ہے لیکن اولاد کی بہتری یہاں بھی زیر بحث آتی ہے۔ ایسے والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد ایسا ذریعہ معاش اختیار کرے، ایسا کام سیکھے یا وہ کاروبار کرے جس سے وہ والدین سے زیادہ مستحکم حیثیت حاصل کرے۔

ہر باشعور انسان اپنی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے اس کے پیش نظر اپنی نسل ہوتی ہے، اپنی ذات نہیں ہوتی۔ جس بندے کے پیش نظر اپنی ذات ہے اس نے انسانی دائرے میں پوری طرح قدم ہی نہیں رکھا ہے۔

ایسا شخص دنیا میں خود بھی مایوس و پریشان رہتا ہے اور اگلی نسل کو بھی یہی مایوسی ورثہ میں منتقل کرتا ہے۔

ہر فرد کے شعور میں اس کے اپنے مخصوص ماحول کے مطابق اشیاء کی موجودگی ہوتی ہے۔ مثلاً ہر فرد اپنے شعور کے مطابق کسی چیز کو پسند یا رد کرتا ہے اور کسی چیز سے مانوس ہوتا ہے۔ ہر فرد اپنے شعور کے دائرے میں اپنے مخصوص ماحول، مخصوص جذبات و کیفیات کے اعتبار سے چیزوں کو منتخب کرتا ہے۔ ہم جب فرد کی حیثیت میں زندگی کے متعلق اطلاعات پر غور کرتے ہیں تو لامحالہ یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ زندگی کے تمام جذبات سے متعلق جو اطلاعات ہمیں ملتی ہیں ہم ان کو دو طرح سے قبول کرتے ہیں یا دو طرح سے معانی پہناتے ہیں۔ ایک معانی پہنانا انفرادی طور پر معانی پہنانا ہے اور دوسری طرز میں اجتماعی طور پر معانی پہنانا ہے۔

لوحِ محفوظ میں انفرادی زندگی بھی نقش ہے اور اجتماعی یا قومی زندگی بھی نقش ہے۔ انفرادی حدود میں جب کوئی کوشش اور جدوجہد کرتا ہے تو اس کے اوپر انفرادی فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔ قومی اعتبار سے ایک دو چار دس بندے جب کوشش کرتے ہیں تو اس جدوجہد اور کوشش سے پوری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگلی نسل کے بارے میں منصوبہ بندی بھی آدمی کے شعور اور مخصوص ماحول پر منحصر ہے۔ ہر انفرادی کوشش کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر صرف اس کی ذات ہوتی ہے۔ اپنی ذات، اپنے خاندان اور اپنی نسل کے لئے کوشش بھی انفرادی یا محدود شعور میں آتی ہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام پیغمبران علیہم السلام کی زندگی کا..... ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو ایک ہی بات نظر آئے گی کہ ہر پیغمبر نے اجتماعی طرزوں میں کوشش کی۔ پوری نوعِ انسانی کی بھلائی پیشِ نظر رہی۔ ہر پیغمبر نے اپنی تعلیمات کا دائرہ کار لامحدود رکھا اور انہوں نے اگلی نسلوں تک کے لئے کام کیا۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ نبوت سے فیض یافتہ عظیم روحانی سائنسدان حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ علم لدنی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کی سوچ کا دائرہ لامحدود وسعت کا حامل ہو جاتا ہے، جو لامحدود ذہن رکھتا ہے، جس کے سامنے اپنی ذات نہیں ہوتی بلکہ پوری نوعِ انسانی ہوتی ہے..... پوری کائنات ہوتی ہے۔ اس کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے..... اللہ کے رسول ﷺ کی ہستی ہوتی ہے..... اپنی ذات ہرگز نہیں ہوتی۔ جب ہم اس پیغمبرانہ طرزِ فکر کو قبول کر کے آگے بڑھیں گے تو انشاء اللہ راستے کھلتے چلے جائیں گے..... اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارش برسے گی اور اس بارش میں شاداں

فرحاں اور مخمور آگے ہی بڑھتے چلے جائیں گے۔ ہمیں راستے ملتے چلے جائیں گے۔ ہمیں بڑھتا دیکھ کر ہماری اولاد بھی آگے بڑھے گی۔ اولاد کی اولاد بھی خود شناسی اور معرفت کی راہوں پر چل پڑے گی اس طرح نسل در نسل پیغمبرانہ طرزِ فکر آگے بڑھتی چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور جو لوگ مجھے پانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لئے راستے کھول دیئے جاتے ہیں"۔

اس فرمانِ الٰہی کی شہادت ہمارے سامنے ہے۔ پہلے مراقبہ شروع ہوا۔ دو بندوں نے مراقبہ شروع کیا اگلا رستہ کھلا اخبار میں کالم شروع ہو گیا پھر ایک اور رستہ کھلا کتاب لکھی گئی۔ ایک اور رستہ کھلا لوگ زیادہ ہو گئے ایک اور رستہ کھلا خدمتِ خلق کا شعبہ قائم ہو گیا..... دنیا بھر میں مراقبہ ہالز کا جال بچھ گیا۔ عظیمیہ روحانی لائبریریز قائم ہو گئیں.....

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا یہ فیض ہے کہ ان کا ایک ادنیٰ سا غلام جس کو انہوں نے اپنی عنایتِ خسروانہ سے نواز دیا ہے اس کے ذہن میں نوعِ انسانی سے متعلق جب بھی کوئی خیال آتا ہے تو وہ آئندہ پانچ سو سال کے بارے میں ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی نیا قدم اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ذہن میں یہ آتا ہے کہ آئندہ پانچ سو سال میں جو نسلیں آئیں گی ہمیں ان کے لئے یہ کام کرنا ہے۔ ہمیں اپنے لئے راستہ نہیں بنانا، بھلا ہماری عمر ہی کتنی ہے۔ ایک باپ اگر مضبوط گھر بنا جاتا ہے تو پوتے پڑپوتے اس میں رہتے ہیں۔ ایک باپ اگر کوئی درخت لگا جاتا ہے تو وہ اس درخت کا پھل نوشِ جاں نہیں کرتا لیکن آنے والی نسلیں برسوں اس کا پھل کھاتی ہیں۔ برسوں اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھتی ہیں۔ ہمارے مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی طرزِ فکر یہ ہے کہ ہمیں نسلوں کے لئے سوچنا ہے۔ ہمیں پوری امتِ مسلمہ کے لئے سوچنا ہے..... یہاں تک کہ پوری نوعِ انسانی کے لئے سوچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مخلوق کے تمام افراد آپس میں پیار و محبت سے رہیں۔ پیغمبرانہ تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ کائنات اللہ کا کنبہ ہے۔ ایک برادری ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کنبہ کے تمام افراد آپس میں مل جل کر رہیں۔ خوش رہیں لہٰذا ہم اللہ کو اسی وقت پہچان سکتے ہیں، اس کا عرفان حاصل کر سکتے ہیں، روحانی انسان بن سکتے ہیں اور اپنی روحانی صلاحیتیں بیدار کر سکتے ہیں جب ہم وہ کام کریں جو اللہ چاہتے ہیں۔ اللہ کے کنبہ کے اچھے فرد بن کر رہیں۔ خوش رہیں دوسروں کو بھی خوش رکھیں۔ آپس میں پیار و محبت سے رہیں۔ اپنی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کر کے ان سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔

داستان خیال

داستان خیال میں خط لکھنے والے کرم فرما خواتین و حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے خطوط اس طرح سپرد ڈاک کریں کہ ہمیں مہینے کی پندرہ تاریخ تک موصول ہو جائیں۔

عظیمی صاحب کا انٹرویو Ptv کی صبح نشریات میں دیکھنے کا موقع ملا اور بیان کردہ ارشادات سے آگاہ ہوا۔ عظیمی صاحب کے نام اور کالم سے تو بہت عرصہ سے واقف تھا لیکن ٹیلیویژن پر دیکھنے کے بعد ایک بات سامنے یہ آئی کہ پہلے میرا تصور آپ کے بارے میں پیر (گدی نشین) ٹائپ کا تھا لیکن میں نے آپ کی آنکھوں میں ایک چیز دیکھی جسے طمانیت قلب کہا جاسکتا ہے اور زبردست گہرائی بھی محسوس کی۔ اس کے بعد ہی آپ کو خط لکھنے کی جسارت بھی کی۔ میری عمر اس وقت تقریباً چالیس سال ہے۔ میں نے اپنی جوانی انہی علوم کو حاصل کرنے میں صرف کی۔ دنیا بھر کے ماہرین ارتکاز سے ملاقاتیں کیں اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ایک فن ہے اس کو ہر شخص جو لگن اور ارتکاز رکھتا ہو، اسے حاصل کر سکتا ہے۔ میں اپنی محنت کو مریضوں پر استعمال کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفا سے ہمکنار کرتا ہے۔

(ڈاکٹر حامد حسین۔ ڈیرہ غازی خان)

نورالٰہی نور نبوت، انوکھی روح ایک اچھا سلسلہ ہے۔ جمیل احمد خان کی تحریر "صدیوں کی صدا" ایک پر مغز اور علمی تحریر تھی۔ اس تحریر سے عیسوی سن کی ابتداء کے بارے میں علم ہوا۔

اس ماہ کے پورے ڈائجسٹ میں صدائے جرس بہت ہی زیادہ فکر طلب ہے اور ہمیں تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ صدائے جرس میں خاص طور پر چار نکات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ 1-ارادہ 2-وسائل 3-یقین 4-انسان کی اصل۔ اس بات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ارادہ کے بغیر کوئی عمل واقع نہیں ہوتا۔ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے ارادہ کا ہونا ضروری ہے دوسرا نکتہ ہے وسائل، جو کہ انسان کے لئے تابع کر دیئے گئے ہیں۔ اس بات پر غور کیا جائے کہ جو شے تابع ہوتی ہے یا کر دی جاتی ہے اس کا تو کام ہی تابعداری ہوتا ہے جبکہ ارد گرد نظر دوڑائی جائے تو اکثر لوگ وسائل کی تابعداری کرتے نظر آتے ہیں۔

ان تمام باتوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر یقین کو مستحکم کرے۔ (آمین) اور ہم اللہ کو اس طرز پر جانیں اور پہچانیں جس طرز پر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔

(ارم ناز۔ ساہیوال)

ایک عرصے سے روحانی ڈائجسٹ زیر مطالعہ ہے۔ سلسلہ عظیمیہ نے خواب کی روحانی علوم میں جو اہمیت بتائی ہے اور جس انداز سے خواب کی تشریح بیان کی ہے اس سے خواب کی اصل حقیقت اور بہت سے چھپے ہوئے حقائق سامنے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا ہے لہٰذا خواب کو صحیح طریقے سے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو نور نبوت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ خواب کے علم کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

"اور ہم نے یوسف کو خواب کی تعبیر کا علم دیا"

خواب کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے۔

سوت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستمگر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

خواب میں انسان نہ صرف عالم بالا کی سیر کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے پاک باطن لوگوں خصوصاً حضور ﷺ، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی زیارت سے مستفیض بھی ہوا جاسکتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تو آپ بلا چون و چرا اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی خواب کی بدولت اللہ نے آپ کو خلیل اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ خواب میں انسان غیب میں ہوتا ہے لیکن بے شعوری حالت میں ہوتا ہے لہٰذا وہ خواب کی اصل حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندہ شعوری حالت میں رہتے ہوئے غیب سے متعارف ہو جائے جس کی ایک مشق نماز ہے۔ اسی لئے نماز کو مومن کی معراج قرار دیا اور معراج غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ فجر کی اذان میں یہ پکار کہ "نماز نیند سے بہتر ہے" اسی لئے ہے کہ بندہ خواب کے ذریعے غیب میں ضرور ہوتا ہے لیکن بے شعوری حالت میں نماز کو نیند سے بہتر قرار دینے کا مقصد یہی ہے کہ شعوری حالت میں رہتے ہوئے غیب میں داخل ہوا جائے۔ مراقبہ بھی شعوری حالت میں رہتے ہوئے لاشعوری حالت (غیب) میں داخل ہونے کی مشق ہے۔

روحانی ڈائجسٹ میں ایک پرانا سلسلہ "ماورائی دنیا" ہے۔ جس میں روحانی طالب علموں کے مشاہدات پڑھ کر مراقبے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

میری تجویز ہے کہ ماورائی دنیا کے ساتھ ایک سلسلہ "مقدس خواب" کے عنوان سے شروع کیا جائے جس میں لوگوں کے ایسے خواب شامل کئے جائیں جو بذات خود تعبیر ہوں اور جو مقدس مقامات اور مقدس ہستیوں کی زیارت پر مشتمل ہوں۔

(محمد صلاح الدین۔ اورنگی ٹاؤن، کراچی)

روحانی ڈائجسٹ کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔ خواب اور اس کی تعبیر کا سلسلہ ڈائجسٹ میں دوبارہ شروع کیا جائے۔ صدائے جرس کو جو کافی عرصے سے آرہا ہے "آواز دوست" کی طرح کتابی شکل دے دی جائے۔ مشعل معرفت میں جن اولیاء کرام کی کرامات و واقعات پیش کئے جاتے ہیں اگر ان کرامات و واقعات کے ساتھ آپ اس کی روحانی توجیہہ بھی دیں تو بہت اچھا ہو۔

(سید عظمت علی۔ کراچی)

اس دفعہ مضامین سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے جس میں "من کی دنیا" (عبدالوحید) اور "پریشر اور تکنیک" (ایم ایچ خان) بہت منفرد اور بہترین مضامین تھے۔ قرآنی انسائیکلوپیڈیا کا سلسلہ بہت اچھا لگا۔ ادارے کی یہ کوشش قابل تعریف ہے۔ صنف نازک کے لئے روحانی ڈائجسٹ اس مرتبہ بہت اہمیت کا حامل ہوا کیونکہ کئی مضامین عورت کے گرد ہی گھومتے رہے۔ مثلاً "صحت نسواں"، "پاکستان میں خواتین کے مسائل" اور "شوہر کو رام کرنے کا نسخہ" وغیرہ۔

اس مرتبہ روحانی سوال و جواب میں الشیخ عظیمی نے سورج گرہن پر جو جواب دیا بہت اچھا لگا۔ میں نے عظیمی صاحب کا انٹرویو روشن پاکستان میں بغور سنا۔ عظیمی صاحب کو دیکھنے کی آرزو تھی اگرچہ ان کی ایک تصویر میں نے روحانی ڈائجسٹ میں دیکھی بھی تھی مگر روشن پاکستان میں پوری طرح دیکھا اور بصیرت افروز باتیں سنیں۔ روحانی ڈائجسٹ کے اعزازی معاون احمد جمال کے انتقال کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ خدا اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(شاہدہ سلطان بخش۔ حیدر آباد)

میرے نزدیک لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کا معیار اُن کا اچھا اخلاق، اچھی سیرت، اچھا کردار اور اسلام کی طرف رجحان ہونا چاہئے۔ آج کل کے نفسانفسی اور مادیت پرستی کے دور میں بیٹیوں کی شادی نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ نسلی اور قومی امتیاز بھی ہے جو شادی جیسے اہم فریضے میں رکاوٹ کا سبب بن رہا ہے۔ میرے خیال میں اگر لڑکے کا اخلاق بہتر، اس کی تعلیم معقول اور وہ نیک عادات کا مالک ہو تو والدین کو اس بات کو نظر انداز کرنا پڑے گا کہ لڑکا فلاں غیر خاندان سے تعلق رکھتا ہے یا اس کے پاس دولت نہیں ہے یا زبان وغیرہ کوئی اور ہے۔ رنگ، نسل، قوم یہ سب چیزیں انسان کی پہچان کے لئے بنی ہیں۔ ہمیں اسلام کے بتائے ہوئے رستوں پر چل کر اپنے بچوں کی زندگیوں کے فیصلے کرنے چاہئیں۔ والدین کو ان امتیازات میں پڑ کر بچوں کی زندگیوں کو کھلونا نہیں بنانا چاہئے۔ آج کل کے والدین اپنی جھوٹی انا اور اپنے کھوکھلے اسٹیٹس کی خاطر بچوں کی زندگیاں داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

(عدیلہ ناز۔ گاؤں آنکل)

آج ۲۲ جنوری بروز ہفتہ کو جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا پاکستان ٹیلی ویژن پر پروگرام نشر ہوا۔ ہمارے گھر والوں کو عظیمی صاحب کی ٹی وی پر گفتگو سننے اور ان کو دیکھنے کے بعد جس قدر خوشی حاصل ہوئی زندگی میں شاید ہی کبھی اتنی خوشی حاصل ہوئی ہوگی۔

(شکیل احمد، اختر احمد، نور جمال احمد۔ جھنگ صدر)

آپ کا رسالہ مجھے پسند ہے لیکن مجھے آپ سے ایک شکایت ہے کہ آپ روحانی ڈائجسٹ میں جو کہانیاں شائع کرتے ہیں ان میں اسلامی و روحانی رنگ زیادہ نہیں ہوتا جیسے "انوکھی روح"، "رودادِ بزم" وغیرہ ایک کہانی کے علاوہ ان میں کچھ بھی نہیں۔ ایسی کہانیاں شائع کریں جو ہماری اسلامی و اخلاقی زندگی پر اثر کرے اور جس سے ہماری اصلاح باطن ہو سکے۔ میرے لئے محفل مراقبہ میں دعا کیجئے گا بڑی مہربانی ہوگی۔ شکریہ

(امجد جمشید)

ماہ فروری کا "روحانی ڈائجسٹ" زیر نظر آیا۔ سرورق کا معیار پہلے سے بہت بہتر تھا "قرآنی انسائیکلوپیڈیا" بہت پسند آیا یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ صفحہ 116 پر میری غزل شائع ہوئی ہے۔ مطلع کے دوسرے مصرعے میں "رم" کے بجائے "دم" شائع ہو گیا ہے صحیح مصرعہ یہ ہے

یہاں آہو ہیں لیکن رم نہیں ہے

"رم" سے مراد ہرن کا چوکڑیاں بھرنا ہے۔ براہ کرم صحیح شائع فرمادیں۔

"روحانی ڈاک" کے پہلے خط میں جو سوالات اٹھائے گئے ہیں انشاء اللہ ان پر ایک مفصل تحریر فرصت ملتے ہی ارسال کروں گا۔

(تنویر پھول۔ کراچی)

پہلی مرتبہ داستان خیال میں خط لکھ رہے ہیں۔ امید ہے آپ اس کو ضرور شامل کریں گے۔ ہم نے اس ماہ کا ڈائجسٹ پڑھا تو بہت دلچسپ لگا سب ہی مضامین بہت اچھے اور معیاری تھے خصوصاً "قند تخن" ہمیں بہت اچھا لگا۔ ہماری آپ سے گذارش ہے کہ اس کا ایک صفحہ مزید

بڑھادیا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔
(وادود الرحمٰن بخش، مدثر شاہ، مظہر شاہ، ذیشان جمیل)

میں پی آئی بی کالونی کراچی میں رہتا ہوں اور میں روحانی ڈائجسٹ باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور مجھے عظیمی صاحب کی دیگر کتب پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن ہمارے آس پاس کے علاقے میں کوئی عظیمیہ روحانی لائبریری نہیں ہے اس لئے بہت دقت ہوتی ہے۔
عرض ہے کہ آپ ہمارے علاقے پیرالٰہی بخش کالونی میں ایک عظیمیہ لائبریری قائم کروادیجئے۔ اس سے نہ صرف میری بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی آسانی رہے گی۔
(مسعود اکبر عالم۔ کراچی)

(آپ کی تجویز دبستانِ خیال کے ذریعے متعلقہ شعبہ تک پہنچ گئی ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی کوئی مثبت نتیجہ سامنے آجائے گا)

دبستانِ خیال کے سلسلہ میں ایک گذارش بھیج رہا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ اور تشریح بھی شائع کریں کہ اس طرح قارئین میں قرآن شریف میں غور و فکر ترویج پائے گا جس کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔
(محمد فاروق۔ لاہور)

مجھے روحانی علوم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کا مستقل قاری ہوں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی کی کئی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ میں ضلع ملتان کی ایک تحصیل میں رہتا ہوں اگر ملتان میں مراقبہ ہال اور عظیمیہ لائبریری ہوں تو پلیز ان کے پتے اور ان کے نگران صاحبان کے نام روحانی ڈائجسٹ کے کسی قریبی شمارے میں شائع کردیں۔ مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔

(ملتان میں سلسلہ عظیمیہ کے حوالے سے معلومات حاصل کرنے کے لئے اس پتہ پر رجوع کیا جاسکتا ہے:
G-107 شاہ رکن عالم کالونی۔ ملتان)

(محمد جمیل۔ شجاع آباد)

اس مرتبہ روحانی ڈائجسٹ کے قدر تحسن میں ارسال کردہ اپنا پسندیدہ شعر پڑھ کر دلی مسرت ہوئی اور یوں لگا کہ جیسے مجھے بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی ہو۔ میرے سب گھر والے بھی بہت خوش ہوئے اور میرا دل چاہا کہ میں اس سلسلے کو جاری رکھوں۔ روحانی ڈائجسٹ باقاعدگی سے پڑھتی ہوں ہر مضمون میں ایک اچھی بات پڑھنے کو ملتی ہے۔
(شبنم نائلہ)

پہلی دفعہ روحانی ڈائجسٹ نظروں سے گزرا۔ سائنسی اور روحانی علوم کا ذخیرہ پایا اس ڈائجسٹ کے کئی مضامین بہت پسند آئے اور دوران مطالعہ بہت مزہ بھی آیا کہ کوئی تو ایسا ڈائجسٹ ہے جو دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ روحانی علوم کے بارے میں آگاہی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دن دوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)
(ڈاکٹر محمد شہباز چٹھہ۔ گکھڑ منڈی گوجرانوالہ)

اُن خواتین وحضرات کے نام جن کے خطوط جگہ کی کمی کی بناء پر شائع نہ کئے جاسکے۔
عبدالکریم منصوری، ہالا۔ سید زاہد حسین، ضلع قصور بھائی پیرو۔ انیلہ اسلم، لاہور۔ عبدالغفار شیخ، میرپور خاص۔ نائلہ مختیار، کوہاٹ۔ سید محمد ظفر، مظفر آباد۔ خرم شہزاد، راولپنڈی)

...... اعتذار ......

جنوری ۲۰۰۰ء "قلندر بابا اولیاءؒ نمبر" کے صفحہ نمبر 268 پر حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی صلبی اولاد کے تذکرہ میں نادانستہ طور پر غلطی سے محترم رؤف احمد صاحب کا نام شائع نہ ہوسکا تھا۔ باباصاحبؒ کی صلبی اولادوں کے نام اس طرح ہیں:

1- محترم شمشاد احمد صاحب
2- محترم رؤف احمد صاحب
3- محترمہ سلیمہ خاتون صاحبہ
4- محترمہ تسلیمہ خاتون صاحبہ

جبکہ حضور باباصاحبؒ کے بڑے صاحبزادے محترم آفتاب احمد مرحوم کا وصال حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی حیات ہی میں ہوگیا تھا۔
اس نادانستہ غلطی پر ہم محترم رؤف احمد صاحب سے خصوصی طور پر اور تمام قارئین کرام سے بالعموم نہایت معذرت خواہ ہیں

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی زوجہ محترمہ کا وصال ہوگیا

سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی شریک حیات، مونس وہمدم زوجہ محترمہ بلقیس بیگم جنہیں سلسلہ عظیمیہ کے اراکین "اماں جیؒ" کے نام سے یاد کرتے تھے گذشتہ دنوں وصال فرماگئیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ٥

حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے محترمہ اماں جیؒ کا عقد قیام پاکستان سے قبل 1936ء میں دہلی میں ہوا تھا۔ محترمہ اماں جیؒ کے والد، بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے عقیدت مند تھے۔ وہ خود بھی صوم وصلوٰۃ کے پابند اور حافظِ قرآن تھے اس لئے یہی مذہبی رنگ اماں جیؒ کو بھی ورثہ میں ملا تھا۔ آپؒ تمام عمر صوم وصلوٰۃ کی پابند رہیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے روحانی مشاغل میں ان کے ساتھ اپنی طرف سے بھرپور تعاون کیا۔ محترم شمشاد صاحب (باباصاحبؒ کے بڑے صاحبزادے) فرماتے ہیں کہ جب ان کی عمر دس گیارہ سال کی تھی تو انہیں معلوم ہوا کہ حضور باباصاحبؒ دو تین دن سے اپنے کمرے میں ہیں اور استغراق کے غلبے کی وجہ سے کسی سے بات تک نہیں کررہے۔ اس موقع پر اماں جیؒ دروازہ کھٹکھٹا کر کھانا پانی وغیرہ کمرے میں رکھ دیتی تھیں اور حضور باباصاحبؒ کا اپنے طور پر پورا خیال رکھتی تھیں۔ حضور باباصاحبؒ نے اماں جیؒ کو خصوصی طور پر یہ نصیحتیں فرمائی تھیں بچوں کو مارو مت پیار سے کام لو۔ بچوں سے جھوٹ مت بولو۔ جھوٹا وعدہ دے کر ان سے کوئی کام نہ کرواؤ۔ اماں جیؒ نے تربیت اولاد میں تمام عمر ان کی پاسداری کی اور انہیں حرزِ جاں بنائے رکھا۔ آپ ہمیشہ اپنے بچوں کو بھی یہی نصیحتیں کیا کرتی تھیں۔ آپؒ کی طبیعت میں متانت، پرہیزگاری، اخلاص ومحبت، معاملہ فہمی نمایاں تھی۔ نہایت بااخلاق اور صبر والی خاتون تھیں۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ محترمہ اماں جیؒ کے وصال پر انتہائی غم وافسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اماں جیؒ کے تمام وابستگان، متعلقین اور سلسلہ عظیمیہ کے ارکان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور محترمہ اماں جیؒ کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائیں۔ (آمین)

قارئین کرام سے بھی دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

محترم شمشاد احمد صاحب (بڑے صاحبزادے)

اماں جیؒ آخری دنوں میں صاحب فراش ہوگئی تھیں۔ وہ ایک مکمل گھریلو خاتون تھیں گھر آنے والے مہمانوں کو اس طرح توجہ دیتیں جیسے وہ گھر کا فرد ہو۔ اولاد کی پرورش میں کبھی کسی قسم کی کمی نہیں آنے دی۔ اماں جیؒ نے دروازے سے کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ میں دوا لینے کے معاملے میں ذرا سست واقع ہوا ہوں۔ اماں جیؒ یہ جانتی تھیں اور ہمیشہ مجھے دوا پابندی وقت سے لینے کی تلقین کرتی تھیں۔ اماں کا تعلق دہلی سے تھا۔ دادا کا انتقال مجھے یاد ہے، جب بھائی (مرحوم آفتاب صاحب) کا انتقال ہوا تو میں عالم شباب میں تھا۔ اس کے بعد ابا (حضور قلندر باباؒ) کی شفقت پدری سے محرومی کا غم بھی دیکھنے کو ملا۔ میرے اوپر صرف ایک بزرگ یعنی اماں جیؒ کا سایہ تھا اب جبکہ اماں جیؒ کا وصال ہوگیا ہے تو مجھے ایسا لگتا کہ میری زندگی میں اماں جی ہی آخری شجر سایہ دار تھیں سو اب میں اس گھنی چھاؤں سے بھی محروم ہوگیا ہوں۔

محترم رؤف احمد صاحب (چھوٹے صاحبزادے)

اماں جیؒ کے وصال کے بعد گھر خالی خالی سا محسوس ہوتا ہے۔ آپؒ ہمیں ہمیشہ یہ نصیحت فرماتی تھیں کہ۔ خوب محنت

کرو۔ کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کو جاؤ۔ مل کر رہو۔ اگر یہ کہا جاتا کہ اماں جیؒ فلاں تو یوں برا کہہ رہا تھا تو فرمانے لگتیں "بیٹا! پیٹھ پیچھے تو بادشاہ کو بھی لوگ برا کہتے ہیں۔ تمہیں اس سے کیا کہ وہ برا کہہ رہے تھے بہر حال تم برا مت کہنا"۔

بچپن میں ایک مرتبہ مقامی اخبار میں انعامی مقابلہ آیا۔ ایک طوطے میں رنگ بھرنا تھا۔ میں اخبار اماں جیؒ کے پاس لایا اور کہا کہ اس میں رنگ بھر دیں۔ انہوں نے کہا باغ میں جاؤ۔ وہاں طوطے کو دیکھو اس کے بعد اس میں خود رنگ بھرو۔ ابا (حضور قلندر باباؒ) کے وصال کے بعد خواب میں ابا کے ساتھ اکثر و بیشتر اماں کا رابطہ رہتا تھا۔ ابا کی کتابیں مچان پر محفوظ تھیں۔ اسی دور میں ایک روز شمشاد بھائی کے صاحبزادے بہزاد اوپر گئے اور ایک کتاب اٹھا لائے۔ اماں نے بہزاد سے کہا تم اوپر سے کتاب اٹھا لائے ہو۔ مجھے تمہارے دادا نے خواب میں بتادیا ہے۔

محترمہ سلیمہ خاتون (بڑی صاحبزادی)

اماں جیؒ کہا کرتی تھیں کہ سب سے مل جل کر رہو۔ محبت سے ملو۔ جو گھر آئے اس کی عزت کرو۔ وہ لڑائی جھگڑے کو بالکل پسند نہیں کرتی تھیں۔

محترمہ تسلیمہ خاتون (چھوٹی صاحبزادی)

ہمارے والد (حضور قلندر باباؒ) ہمارے نانا کا تذکرہ نہایت اچھے الفاظ میں کرتے تھے جن کے ساتھ اماں جیؒ کا بھی اظہار ہوتا تھا۔ آپ فرماتے کہ میرے گھر میں ایک ایسی عورت ہے جس کے والد ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔ اماں جیؒ خاندان کے افراد کو موقع مناسبت سے کچھ نہ کچھ تحفے بھیجتی رہتی تھیں۔ خودداری، قناعت اور صبر ان کی تربیت کا حصہ تھے۔

مسز شمشاد (بڑی بہو)

اماں جیؒ میری سگی خالہ تھیں۔ انہوں نے روایتی ساس بہو کا تعلق کبھی نہیں رکھا ہمیشہ بیٹیوں کی طرح میرا خیال رکھا اور مجھے بے پناہ محبت دی۔ آپ کی عادت تھی کہ عید کے موقع پر سب چھوٹے سب کو عیدی دیتی تھیں۔

مسز رؤف (چھوٹی بہو)

اماں جیؒ میرے والد کی پھوپھی تھیں اس حوالہ سے ہم انہیں دادی کہتے تھے۔ انہوں نے ساس بننے کے بعد بھی ہمیشہ شفقت کا رویہ رکھا۔ انتقال سے دو دن پہلے انہوں نے بتایا کہ تمہارے دادا (حضور قلندر بابا اولیاءؒ) میرے خواب میں آئے تھے اور مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

علیم احمد (نواسے۔ ایڈیٹر ماہنامہ گلوبل سائنس)

سائنسی موضوعات پر میرے تحریر کردہ مضامین مختلف اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جب بھی میرا کوئی مضمون کسی اخبار یا جریدے میں شائع ہوتا تھا میں نانی جان کو ضرور بتایا کرتا تھا اور اپنی دیگر علمی مصروفیات کا تذکرہ کرتا تو نانی جان مرحومہ بہت خوش ہوا کرتی تھیں اور خوش ہو کر ایک بزرگ کی طرح دعائیں دیتیں اور حوصلہ افزائی فرماتی تھیں۔

سعیدہ خاتون (نگراں مراقبہ ہال گرینڈ برمنگھم)

کل نفس ذائقۃ الموت۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ (آمین) ہم نے مراقبہ ہال مانچسٹر میں اماں جیؒ مرحومہ کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ کروادی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

سیدہ زینب اشرفی (پرنسپل قلندر شعور اکیڈمی)

عظیم روحانی سانحہ ان حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی اہلیہ اور ہماری نہایت واجب الاحترام اماں جیؒ کے انتقال کا سن کر دلی افسوس ہوا۔ آپ نہایت شفیق خاتون تھیں۔ معصوم سا چہرہ نہایت شفیق آنکھیں ان کی شخصیت کا نمایاں حصہ تھیں۔

اشرف سلطانہ (انتظامی رکن مرکزی مراقبہ ہال)

5 فروری بروز ہفتہ شام 5 بجے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی شریک زندگی حضور اماں جیؒ نے رحلت فرمائی۔ آپ کو دیکھ کر باباصاحبؒ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

شمع پٹیل (نگراں مراقبہ ہال برائے خواتین ملیر)

اماں جیؒ کے انتقال کا سن کر دل رنجیدہ ہو گیا۔ آپ کو ایک عظیم بندے کی شریک حیات ہونے کا اعزاز اور شرف حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائیں۔ (آمین) میں نے ان کی شخصیت میں نفاست اور پاکیزگی کو بہت نمایاں دیکھا۔ تقریباً 100 سال کی عمر کے باوجود نفاست سے انتہا تھی حتیٰ کہ آپؒ کے پاندان میں بھی سب چیزیں نہایت ترتیب سے رہتی تھیں۔

علمی تعاون کیجئے!

موجودہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ اس دور میں کسی بھی پیغام کو پھیلانے کے لئے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت موثر ہے۔ اس وقت جبکہ پوری دنیا اخلاقی بحرانوں کی زد میں ہے، ثقافتی اور تہذیبی یلغار عالم اسلام پر حملہ آور ہے ایسے میں روحانی ڈائجسٹ وسائل کی کمی کے باوجود مسلسل بیس سال سے لوگوں کی روحانی، مذہبی اور اخلاقی تعلیم و اصلاح میں کوشاں ہے۔ پیغمبران علیہم السلام کی طرز فکر اور روحانی اقدار کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے۔

الحمدللہ! روحانی ڈائجسٹ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی روحانی سرپرستی اور آپؒ کے شاگرد رشید حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی نگرانی حاصل ہے۔ روحانی بزرگوں کی توجہ اور سرپرستی میں شائع ہونے والے اس رسالہ سے ہزاروں لوگ معرفت الٰہی کی راہوں پر گامزن ہوئے اور پیغمبرانہ طرز فکر کے تحت زندگی گزارنے لگے۔ روحانی ڈائجسٹ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل ہے اس مشن میں ہمارے معزز قارئین کرام بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

ہم آپ کے پسندیدہ رسالہ روحانی ڈائجسٹ کو ماہ بہ ماہ مزید بہتر سے بہتر بنانے کے خواہاں ہیں اور اس کے نفس مضمون میں مزید نکھار پیدا کر کے معزز قارئین کرام کی روحانی و علمی تشنگی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پسندیدہ رسالہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے کثیر تعداد میں کتب اور علمی مواد کی شدید ضرورت ہے۔ کرم فرما قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اپنے پسندیدہ رسالہ کے ساتھ اس سلسلہ میں تعاون فرمائیں اور مختلف موضوعات پر کتابیں اور دیگر علمی مواد عطیہ کریں۔ کسی بھی موضوع، عنوان، صنف، نصابی، غیر نصابی، اردو یا غیر ملکی زبان پر نئی اور پرانی کتاب، کتابچہ، رسالہ، جریدہ یا ہفت روزہ رسالہ دیئے جا سکتے ہیں۔ آپ کے ارسال کیے ہوئے ایک صفحہ اور ایک کتابچہ کو بھی ہم شکریے اور محبت کے ساتھ قبول کریں گے۔

جو کتابیں آپ کے زیر استعمال نہیں ہیں، بوسیدہ یا شکستہ ہو گئی ہیں وہ بھی عطیہ کی جا سکتی ہیں۔ آپ کی یا آپ کے لواحقین کی منتخب کردہ ان کتابوں کا عطیہ ایک علمی اور قلمی جہاد کی حیثیت رکھتا ہے جس کا اجر عظیم آپ کو اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک ان کتب سے اخذ کیا ہوا علم لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔ روحانی ڈائجسٹ میں معزز عطیہ کنندگان خواتین و حضرات کے نام شکریہ کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔

ہم آپ کے علمی تعاون کے منتظر ہیں۔

نیاز مند
وقار یوسف عظیمی
ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ
1-D, 1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

وہ معزز کرم فرما حضرات جنہوں نے ہماری درخواست پر کتب، رسائل و جرائد ادارہ روحانی ڈائجسٹ کو ارسال کئے ہم ان کے نہایت شکرگزار ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- محمد ضیاء الحق۔ آزاد کشمیر 2- منور سلطانہ۔ ناظم آباد، کراچی۔ 3- افضل عزیز۔ ملیر، کراچی 4- فیروزہ شہزادی خان۔ نارتھ ناظم آباد، کراچی 5- سائرہ بانو۔ فیریئر روڈ، کراچی 6- شملہ۔ کراچی 7- شہزادی سلطنت بیگم منظور حقانی۔ کراچی

رباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

ہے وقتِ سحر شراب ناب اے ساقی
مہتاب کے بعد آفتاب اے ساقی
ے خوار ترے منتظرِ ساغر ہیں
ہے تیری عطا اُن کا ثواب اے ساقی

یہ دورِ جہاں کیا ہے بتا اے ساقی
اس راز کو ہم سے نہ چھپا اے ساقی
یہ دو پیالے سے ہے ملتا جلتا
اس دور کو توڑ کر دکھا اے ساقی

یہ ساغر و کوزہ و سبو اے ساقی
یہ سارے ہیں مٹی کی نمو اے ساقی
اِک روز ہمیں ان ہی میں آنا ہوگا
اس میں نہیں شک کی گفتگو اے ساقی

اک آن ہے ہستی کا بہانہ ساقی
اک آن کا قیدی ہے زمانہ ساقی
ے خانہ ہے چاندی ہے خم ہے لیکن
اک آن میں ختم فسانہ ساقی

غزل

ہر سُو برائیوں کا جہاں میں ظہور ہے
تم غور کرو ، سوچو یہ کس کا قصور ہے

اک روز آنے والی یاں آوازِ صُور ہے
سُن لو قریب آمدِ یوم نشور ہے

عیش و نشاطِ خلد کا حقدار ہے وہی
اُس کو یہ زعم ہے وہی عبدِ شکور ہے

جو بو رہے ہیں کانٹا بھی ہے ہمیں وہی
بدلہ برائیوں کا بھی ملنا ضرور ہے

غیروں کی ہر قدم پہ جو تقلید کرتے ہیں
نہ عقل ہے نہ ہوش نہ ان میں شعور ہے

بھڑکا کے نارِ گمرہی بنتے ہیں خضر راہ
شعلوں کو کہتے ہیں یہ ہدایت کا نور ہے

اے پھولؔ ! حقیقت کو بیاں کر تو رہے ہو
کہنے لگیں گے عقل میں تیری فتور ہے

تنویر پھولؔ

برصغیر میں اسلام

اقلیت کا مذہب کیوں ہے ؟

برصغیر میں مسلمان تقریباً بارہ سو سال سے آباد ہیں لیکن اب تک اسلام یہاں کا اکثریتی مذہب نہ بن سکا. آئیے اس کی وجوبات اور اسباب کو تلاش کریں ؟

جمیل احمد خان

گذشتہ دنوں بھارت میں انگریزی کی مشہور شاعرہ اور مصورہ کملاداس کے قبول اسلام کے واقعہ کی خبر بھارتی اور مغربی ذرائع ابلاغ پر مختلف طرز ذہن کے ساتھ شائع و نشر ہوتی رہی۔ بھارت میں ایک "مجنون ادیبہ" کے حوالے سے شہرت حاصل کرنے والی کملاداس کا اب نیا نام "ثریا" ہے۔ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ اس وقت منظر عام پر آیا ہے جبکہ بھارت میں ہندو انتہا پرستوں کی شدت پسندی اور پورے ہندوستان میں مسلمان مخالف لہر اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ خود مسلمانوں ہی کے بعض طبقات میں اسلام کے بارے میں تصورات واضح نہیں ہیں اور نہایت محدود تصورات پائے جاتے ہیں۔ اسلام ایک ازلی اور ابدی مذہب ہے جس کا سرچشمہ انسان کی روح سے پھوٹتا ہے۔ اسلام ایسی کسی خارجی شہادت کا محتاج نہیں ہے لیکن اکثر مسلمان اس قسم کے واقعات کو اسلام کی فتح سے تعبیر کرنے لگ جاتے ہیں۔

عالمی حالات و واقعات اور رجحانات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آج پوری دنیا ایک یاس اور پیاس کی کیفیت میں مبتلا ہے۔ وسائل کی فراوانی کے باوجود آج کا انسان اپنی زندگی کو بے سمت، اپنے جذبوں کو بے کیف اور اپنے شب و روز کو بے رنگ پاتا ہے۔ دنیا بھر میں دانشوروں کی سطح پر اکثر مادی نظریات سے بے زاری کی جھلک بھی نظر آتی رہتی ہے۔ ان میں سے بعض تو ان نظریات سے کھلم کھلا اختلاف بھی کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک مثال گنٹر گراس Guenter grass کی بھی دی جاسکتی ہے جنہیں ۱۹۹۹ء میں ادب کا نوبل انعام دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے کچھ برسوں سے اسلام میں داخل ہونے والے افراد کی تعداد میں نہایت تیزی سے اضافہ بھی محسوس کیا گیا ہے۔ مگر اس واضح، روشن اور حوصلہ افزاء نتائج کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت میں بیداری کی کوئی لہر پیدا نہیں ہو سکی ہے جبکہ حالات تو مسلسل یہ تقاضہ کر رہے ہیں کہ عالمی رجحانات کا تجزیہ کر کے عالم اسلام متفقہ لائحہ عمل اختیار کرے۔

ادھر سیکولر ازم کا نقاب اوڑھے شدت پسند ہندو جنون آج کل اس سوال کے جواب کی تلاش میں ہے کہ ان کی "دھرتی ماتا" سے ان "بدیشی" مسلمانوں کو اس طرح سے ویس سے نکالا کیوں نہیں دیا جاسکا جس طرح کہ اندلس سے مسلمانوں کا صفایا کر دیا گیا تھا...... حالانکہ گذشتہ دو صدیوں سے اس بات کی مسلسل کوششیں جاری ہیں اور اس دوران بعض مرتبہ تو ظلم اپنی اس انتہا کو بھی پہنچ گیا کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا، ان کی املاک لوٹ لی گئیں، ان کی عزتوں کو پامال کیا گیا۔ ظلم و ستم کا یہ سلسلہ وقفے وقفے سے آج بھی جاری ہے۔

اندلس سے مسلمانوں کا نام و نشان اس لئے مٹا دیا گیا کہ وہاں اسلام سے وابستگی محض نسلی بنیادوں پر ہی قائم رہ سکی تھی، اندلس کے عوام و خواص اسلام کی روحانی قدروں سے

کوسوں دور تھے۔ یہ لوگ روحِ اسلام سے ایسی توانائی Energy حاصل نہیں کرسکے تھے کہ اس کے ذریعے اپنی بقا کا سامان کرتے۔ اس کے بالکل برعکس ہندوستان میں اولیاء اللہ بہت بڑی تعداد میں ہمیں نظر آتے ہیں جو مختلف ادوار میں روحانی قدروں کے فروغ کے لئے مسلسل و پیہم کوششیں کرتے رہے اور انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ یہاں غیر مسلموں کی بڑی تعداد توحید و رسالت کا اقرار کرکے حلقہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ برصغیر میں کئی بڑے روحانی سلاسل مثلاً سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ نقشبندیہ نے خانقاہ کے نام سے روحانی درسگاہوں کا ایک مکمل نظام بھی قائم کیا۔ یہاں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کی ترویج کے ضمن میں خانقاہی نظام نے زبردست کردار ادا کیا۔ اس کے باوجود ایک سوال اکثر دل میں کسک بن کر ابھرتا ہے کہ اولیاء اللہ کی مساعیٔ جمیلہ، انتھک کوششوں اور بے شمار قربانیوں کے باوجود بھی برصغیر میں اسلام اقلیت کا مذہب کیوں ہے...؟

برصغیر پر مسلمانوں کی حکمرانی ایک ہزار سال کے طویل عرصے پر محیط رہی لیکن نہ تو یہاں مسلمان اکثریت اختیار کرسکے اور نہ ہی اپنا اقتدار واپس لے سکے بلکہ بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں انہیں پاکستان کی صورت میں اپنی بقا اور اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کے لئے لاکھوں جانوں کی قربانیاں بھی دینی پڑیں۔

اس سوال کے جواب کی تلاش سے قبل آیئے اسلام کے ابتدائی سن و سال کے حالات و واقعات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ خلافتِ راشدہ کے خاتمے کے فوراً بعد ہی قبل از اسلام کے دورِ جاہلیت کے تصورات یکے بعد دیگرے مختلف اشکال سے ابھرنا شروع ہوگئے تھے۔ دولت کے انبار اور وسائل کی فراوانی نے مسلمان حکمرانوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیا تھا۔ چنانچہ اسلام کی برکت سے حبِ خدا و حبِ انسانیت کی جو فکر پیدا ہوئی تھی اسے انانیت و عصبیت کی لہر نے دھندلا دیا اور قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتوں کو ملیامیٹ کرنے والے خود قیصر و کسریٰ بن کر انہی جیسی سلطنت کی تشکیل میں لگ گئے۔ یوں عنانِ اقتدار "مسلمانوں" کے ہاتھ سے نکل کر "عرب مسلمانوں" کے ہاتھ میں چلا گیا...... وہ عرب پہلے تھے مسلمان بعد میں... اسلام کی اعلیٰ روحانی، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کے بجائے قومی عصبیت مقدم ہوگئی۔ چالاک اور زیرک لوگوں نے مسلمانوں کو عصبیت کے گرداب میں پھنسا کر اپنا مطیع بنالیا۔ اب انسانیت کی بقا کے لئے جہاد پیشِ نظر ہرگز نہ تھا بلکہ حدودِ حکمرانی کو وسعت دینا، خزانوں کو زیادہ سے زیادہ بھرنا، مالِ غنیمت کے ڈھیر اور غلاموں و کنیزوں کے انبوہِ کثیر کی نمائش، عشرت کدوں کی تعمیر، حکمرانوں کا اپنی ذات کو جبراً عوام میں اس طرح مقبول بنانا کہ گویا وہ کوئی روحانی ہستی ہوں، مطمعِ نظر رہ گیا تھا۔ زبردستی و زیردستی، ہوشیاری اور موقع پرستی معیار بن گئی اور کوئی حق اس وقت تک حق نہ رہا جب تک کہ کوئی صاحبِ اقتدار بزورِ طاقت اس کو حق تسلیم نہ کروالے۔ ظلم و تشدد اور بربریت کے خلاف آواز کو مال و زر کے ذریعے دبا دینے کی روایت فروغ پاتی رہی۔ خلافتِ راشدہ کے مقابلے میں اپنی حدودِ سلطنت کو وسیع کرکے عوام کے روبرو خود کو عظیم کہلوانے کی کوششیں دراصل اپنے اقتدار کو ناقابلِ تسخیر بنانے کے لئے تھیں۔

اسی طرح ہندوستان میں جنہیں شوقِ حکمرانی کھینچ لایا ان لوگوں کی اکثریت میں مذکورہ بیان کردہ خامیاں بدرجہ اتم موجود تھیں اور ظاہر ہے ہندوستان کے مظلوم عوام کی بڑی تعداد جو صدیوں سے مہاراجاؤں اور پنڈتوں کے ظلم کی چکی میں پس رہی تھی ایسے ناعاقبت اندیش مسلمان حکمرانوں کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے کیا خاک اسلام میں کشش محسوس کرتی؟

مسلمان حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشیاں

مطلق العنان بادشاہت اور ولی عہدی کی روایات کے ساتھ ساتھ مسلمان ہندوستان میں ایک ہزار سال حکمران

رہے۔ ناعاقبت اندیش حکمرانوں کے حکم پر محمد بن قاسمؒ کی سندھ سے واپسی کے بعد اکثر مسلمان فاتحین خیبر کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے لیکن ان میں سے اکثر کا بنیادی مقصد صرف اور صرف ہوسِ اقتدار کی تکمیل تھا۔ مظلوموں کی دادرسی، قیامِ عدل و انصاف اور اشاعتِ اسلام شاید کسی کے بھی پیشِ نظر نہ تھا۔ اسلام کا نام محض ان کے تاج و تخت کا سہارا ضرور تھا جسے استعمال کرکے وہ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی سلطنت کی بقا کی خاطر لڑی جانے والی جنگوں میں دھکیل دیا کرتے تھے۔ اب ظاہر ہے ہندوستان کے غیر مسلم اپنے حکمرانوں کی شخصیت اور طرزِ فکر کو دیکھتے ہوئے کیونکر ان کے مذہب سے متاثر ہوسکتے تھے بلکہ ان مسلمان حکمرانوں کا وجود تو خود اسلام کے لئے باعثِ بدنامی بھی بنتا رہا۔ اس کی ایک مثال ۱۰۳۰ء سے قبل لاہور میں مسلمانوں کے درمیان برپا ہونے والا خونریز فرقہ وارانہ فساد بھی ہے جو ایک نہیں دو نہیں بلکہ سولہ برس تک جاری رہا۔ ان دنوں لاہور شہر نہیں بلکہ صوبے کا نام تھا جہاں اقتدار کے حصول کے لئے جاہ پرست طبقوں نے فتنہ و فساد کو ہوا دی اور قتل و غارت گری کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ جب یہ طوفان تھما تو لاہور کی نصف سے زائد عمارتیں نذرِ آتش ہوچکی تھیں۔ محمود غزنوی کی وفات کے بعد اس کے بیٹے مسعود کو سلجوقی ترکوں نے شکست دی اور وہ جان بچاتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوگیا۔ حسن ابدال کے قریب اس کے حفاظتی دستے نے بغاوت کردی اور اسے قید کرڈالا پھر فردِ جرم عائد کرکے اسے بصارت سے محروم کردیا۔ بصیرت سے تو شاید وہ پہلے ہی محروم تھا یہی وجہ ہے کہ جب اقتدار اس کے ہاتھ میں تھا تب اس نے اپنے ہی سگے بھائی کی بصارت چھین لی تھی۔ اب آپ اسے ملوکیت کی ہوسِ ملک گیری قرار دیں اور یہ کہیں کہ اس کا روحِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن ان ہولناک واقعات کے کس قدر منفی اثرات ہندوستان کی غیر مسلم آبادیوں پر پڑے ہوں گے اس کا بھی آپ بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں۔ یہ وہی سال ہے جب حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے لاہور میں قدم رنجہ فرمایا۔ آپؒ کی تشریف آوری سے حالات میں تبدیلی پیدا ہوئی اور ہندوستان کے مسلمان اس ہولناک انجام سے محفوظ رہے جو حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشی کی بناء پر ممکن ہوسکتا تھا۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ اولیاء کرام کی کوششوں سے ہندوستان کی اکثریت حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاتی لیکن مسلم حکمرانوں نے ہمیشہ اللہ کے دوستوں کے ساتھ مخاصمانہ رویہ اختیار کئے رکھا۔ اس لئے کہ اللہ والوں کا قائم کردہ خانقاہی نظام مسلمانوں میں شعور و آگہی کا باعث بن رہا تھا جبکہ انہیں محض ایسی رعایا درکار تھی جو عقل و شعور سے عاری ہو اور ان کے طرزِ حکمرانی اور عیاشیوں پر کبھی تنقیدی نگاہ نہ ڈال سکے۔ ہندو معاشرہ تو صدیوں سے اس قسم کے استبداد کا شکار تھا، ان میں ذات پات کی تقسیم اسی لئے تھی کہ اونچے طبقوں کو مذہبی تحفظ دیا جاسکے لیکن مسلمانوں میں بھی یہ تقسیم ختم نہ ہوسکی اور بادشاہ اپنے جابرانہ اقتدار کو تحفظ دینے کے لئے مذہب کا نام استعمال کرتے رہے۔ "ظلِ الٰہی" (اللہ کا سایہ۔ نعوذباللہ) اسی طرزِ فکر کا ہی شاخسانہ تھا۔

اولیاء اللہ کی طرزِ فکر اور تعلیمات مطلق العنان طبقے کی اجارہ داری پر ضرب لگاتی تھیں اسی لئے اس طبقے نے ہمیشہ اللہ والوں کی مخالفت جاری رکھی۔ تاریخ ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ علاؤالدین خلجی کی موت کے بعد اس کے ایک بیٹے قطب الدین نے اپنے بھائی اور ولی عہد خضر خان کو قتل بزورِ شمشیر اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ دور بڑی افراتفری اور انتشار کا دور تھا۔ قطب الدین نے اپنے پایۂ تخت کی مضبوطی کے لئے درباری مفتیوں سے حمایت طلب کی، چڑھتے سورج کو سلام کرنے والے فوراً اس کے آگے جھک گئے۔ اُس دور میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا دہلی میں زبردست حلقہ اثر موجود تھا۔ لوگوں کی بڑی تعداد آپ سے دیوانہ وار محبت کرتی تھی۔ ان درباری مفتیوں میں سے ہی کسی نے بادشاہ

کے کان میں پھونک ماری کہ اگر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اس کے دربار میں آجائیں تو اس کی بادشاہت مستند ہو جائے گی کیونکہ پورے ہندوستان میں حضرتؒ کا بڑا رعب و دبدبہ ہے۔ اقتدار کے نشے میں غرق قطب الدین نے سپاہیوں کو بھیج کر حضرت محبوب الٰہی کو اپنے دربار میں طلب کرلیا۔ آپؒ نے اسے جواب بھجوایا "فقیروں کا بادشاہوں کے دربار سے کیا واسطہ"۔ آپؒ کے اس جواب پر قطب الدین بہت چراغ پا ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ فلاں دن زبردستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ اللہ کو اپنے دوست کی شان میں یہ گستاخی پسند نہ آئی۔ مقررہ دن قطب الدین کے ایک غلام خسرو نے اس کا سر کاٹ کر محل سے باہر پھینک دیا۔

برصغیر کے مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کی ذہنیت کا اندازہ اس مثال سے لگایئے کہ ایک مغل بادشاہ کی ملکہ کا ڈلیوری کے دوران انتقال ہو گیا۔ اس نے اپنی بیوی کی یاد میں لاکھوں کا سرمایہ خرچ کرکے تاج محل بنوا ڈالا۔ جبکہ تاریخ کے صفحات پر اسی دور میں مغرب کے ایک ملک کے بادشاہ کا تذکرہ بھی موجود ہے جس نے اپنی رعایا میں سے کسی عورت کی دورانِ ولادت موت کا اتنا اثر لیا کہ اس نے اپنے ملک میں مڈوائفری تربیت کا ایک مکمل نظام قائم کردیا تاکہ آئندہ کوئی عورت ماں بنتے ہوئے موت کا شکار نہ ہو سکے۔ مسلمان بادشاہوں میں سے اکثر کو عوام کی فلاح و بہبود سے کتنی غرض تھی اس کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ رنگ رلیوں اور شراب و شباب سے ہی انہیں کب فرصت ملتی تھی۔ تلوار کی نوک سے لکھی گئی تاریخ میں ہمیں یہ بادشاہ پرہیزگار اور متقی نظر آتے ہیں۔ عقل سر بہ گریباں ہے کہ ان بادشاہوں کو ٹوپیاں سی کر اور قرآن کی کتابت کرکے ہی روزی روٹی کمانی تھی تو انہوں نے اپنے بوڑھے باپ کو زہر اور جوان بھائیوں کو تلوار سے کیوں قتل کروایا...... ؟ ٹوپی سینے اور قرآن کی کتابت کا کام تو کسی غریب کی کٹیا میں بھی بیٹھ کر کیا جاسکتا تھا۔

درباری مفتیوں کی بد اعمالیاں

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے ایسے ہی علمائے ظاہر و شاہ پرست مفتیوں کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ:

"ان لوگوں نے دنیا کو اپنا قبلہ بنالیا ہے اور شریعت میں حیلے بہانے تراش کر اپنے لئے آسانیاں گھڑلی ہیں۔ وہ اہلِ حکومت کے پجاری بن گئے ہیں، ظالموں کی چاپلوسی کرنا انہوں نے اپنا روزمرہ کا معمول اور ان کی چوکھٹوں کا طواف کرنا اپنا کعبۂ مقصود بنالیا۔ وہ اپنے غرور و نخوت کو اپنی زیرکی و چالاکی سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ کلام میں اس قدر تصنع پسند ہیں کہ عوام میں ان کا کلام نہایت دقیق و ثقیل مشہور ہے۔ وہ ائمہ کرام کی شان میں اور اپنے استادوں کی قابلیت میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اور بزرگانِ دین اور سلف صالحین کے مقابلے میں اپنی علمی فوقیت بگھارتے ہیں حالانکہ سلف صالحین کے مقابلے میں ان کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے"۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "ہندوستان کے خاص طبقے اس بات کے عادی ہو چکے ہیں کہ کچھ کوشش کئے بغیر اپنے کسی خاص امتیاز کی بناء پر مراعات و حقوق کے مستحق قرار پائیں۔ یہ لوگ قاری، عالم، مفتی اور شاعر ہیں جو بادشاہوں کی طرف سے وظیفے پاتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر ملک و قوم کی خدمت کرنا نہیں بلکہ محض دریوزہ گری ہوتا ہے۔ یہ حضرات بھیک کے لئے نئے نئے ڈھنگ نکالتے ہیں مختلف حیلے بہانوں سے بادشاہ اور امراء سے رقمیں وصول کرنا اور اپنا ذریعہ معیشت مستحکم کرنا ان کا نصب العین ہوتا ہے"۔

اکثر درباری مفتی اور ظاہر پرست علماء، اولیاء اللہ کے خانقاہی سسٹم کے خلاف مستقلاً مخاصمانہ روش اپنائے رہے اور بادشاہوں کو اولیاء کرام کے خلاف ورغلاتے رہے۔ مثال کے طور پر حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کے روحانی بھائی اور ہم عصر بزرگ حضرت جلال الدین تبریزیؒ پر اس وقت کے مفتیٔ اعظم نے بغض و عناد کی وجہ سے "زنا" کی تہمت لگادی تھی اور ایک طوائف کو اس سازش میں شریک کرکے بطور گواہ پیش کیا۔ اللہ کبھی اپنے دوستوں کو رسوا نہیں کرتا اسی لئے مذکورہ طوائف پر اللہ کے دوستوں کا اس قدر رعب طاری ہو گیا کہ اس نے خود ہی مفتیٔ اعظم کی گھناؤنی سازش کو طشت ازبام کردیا اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ باعزت بری ہو گئے۔ حضرت سرمدؒ کی شہادت کے واقعہ سے تو آج بھی تاریخ کے صفحات خون آلود ہیں جس میں علمائے ظاہر اور درباری مفتیوں کا افسوسناک کردار کارفرما ہے۔

علم و معرفت کی اشاعت و تبلیغ کے حوالے سے علمائے ظاہر کا کردار قابلِ افسوس ہی رہا اور بقول ڈاکٹر ظہور احمد اظہر "برصغیر کی بدقسمتی کا یہ عالم ہے کہ برہمن نے تو اپنی پوتھی بغل میں چھپا ہی رکھی تھی اور اس پر نچلے طبقات کے انسانوں کا کوئی حق نہ تھا مگر یہاں کا مسلمان "ملّا" بھی بحث و مناظرے، کلامی جھگڑوں اور باہمی تکفیر بازی سے نہ نکل سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرے کے مسلم و غیر مسلم عام افراد علم کی روشنی سے بے بہرہ ہی رہے بلکہ خود "ملّا" کے اپنے علم کا معیار پست سے پست ہوتا چلا گیا۔ اسلام کی حقانیت کو اجاگر نہیں کیا جاسکا۔ چاروں طرف جہالت کے اندھیرے چھائے رہے۔ آج بھی اس خطے میں مسلمانوں کی غالب اکثریت جہالت کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے"۔

ہمارے ہاں اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اقتدار حاصل کئے بغیر معاشرے میں اسلامی قدروں کا فروغ ممکن نہیں چنانچہ ان میں سے بعض کی کوششیں صرف اقتدار کے حصول کے لئے ہی مخصوص ہو گئی ہیں۔ ہمارے خیال میں اعلیٰ معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اقدار کے فروغ کے لئے ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو بتدریج افراد و معاشرہ کی طرزِ فکر میں تبدیلی کا سبب بن سکے۔ ایسا روحانی نظام اقتدار کا محتاج ہرگز نہیں ہوتا بلکہ صاحب اقتدار روحانی بزرگوں کی چوکھٹ پر اپنی جبینیں جھکاتے ہیں اور عاجزانہ حاضری دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے حالاتِ زندگی اور ان کی تعلیمات آج بھی ہماری رہنما ہیں۔ یہ قدسی نفس حضرات کسی تعارف کے محتاج نہیں ہوتے انہیں کسی سے اپنا تعارف کرانے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ لوگوں کے دل از خود گواہی دیتے ہیں کہ یہی ہیں جو ہمارے غم کا مداوا کر سکتے ہیں۔ اللہ والوں کی خدمت میں بادشاہ و غنی اور غریب و مفلس بھی حاضری دیتے ہیں، علوم و فنون کے ماہر اور بے خبر جاہل بھی۔ اللہ والوں کا در سب کے لئے ہی وا رہتا ہے۔

موجودہ حالات کے تقاضے

آج کل بھارت کے جنگی جنون سے کہیں زیادہ سیٹلائٹ کے ذریعے نشر ہونے والی ٹی وی چینلز نشریات موثر ثابت ہو رہی ہیں۔ ان ٹی وی چینلز کے عریاں، نیم عریاں اور مخربُ الاخلاق پروگراموں نے وہ کام کر دکھایا ہے جو بھارت کی فوجیں صدیوں نہ کر سکی تھیں۔ یعنی اب مسلمانوں کی انفرادی شناخت جو اعلیٰ روحانی، اخلاقی اور معاشرتی قدروں کی صورت میں قائم تھی، خطرے سے دوچار ہے۔

گیلپ سروے کے مطابق سیٹلائٹ چینلوں کی قبولیت و نفوذ کا تناسب طبقہ خواص کے مقابلے میں اب متوسط طبقے میں زیادہ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ کیبلز سسٹم اور ڈش کی مقبولیت میں بھارتی چینلز بہت بڑی قوتِ محرکہ کا کام کر رہے ہیں۔ ان کی مقبولیت کا اہم سبب یہ ہے کہ یہ چینلز اردو زبان میں وہی کچھ نشر کر رہے ہیں جو مغرب کے مخربُ الاخلاق چینلز انگریزی میں نشر کرتے ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے نشر ہونے والے ٹی وی چینلز میں بدما، چا ئنا اور پی ٹی وی کا شمار بالکل نہ دیکھے جانے والے چینلز میں ہوتا ہے۔ 36 بھارتی چینلز میں سے صرف 7 چینلز کا جائزہ لیا جائے تو ان پر نشر ہونے والی فلموں کا تناسب فی ہفتہ 99 فلمیں ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھئے ایک ہفتے میں 168 گھنٹے ہوتے ہیں اور ایک فلم کا دورانیہ اشتہارات سمیت کم و بیش 3 گھنٹے ہو تو یہ 99 فلمیں 297 گھنٹوں پر محیط ہوتی ہیں۔ یعنی ہر لمحے ان

نشریاتی اداروں نے پاکستانی ناظرین کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔اس حوالے سے سب سے افسوس ناک پہلو جس کی ہم نشاندہی کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کی رسوم ورواج ،عادات واطوار اور ذوقِ مذاق جو عام حالات میں کسی نئی فکر اور خارجی تہذیبی یلغار کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن سکتے تھے اسے سیٹلائٹ کے ذریعے بآسانی قابو کرلیا گیا ہے۔گیلپ سروے کے مطابق کراچی ،لاہور، راولپنڈی اور فیصل آباد اپنے مختلف پس منظر رکھنے کے باوجود ان چینلز کا یکساں ذوق رکھتے ہیں۔

دوسری جانب بھارت میں مذہبی منافرت کو بھڑکانے کے لئے ایسی بے شمار کتابیں پھیلائی جارہی ہیں جن کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف مزید متشدد جذبات بھڑکانے کا کام لیا جاسکے۔اس سلسلے میں صرف کتابیں ہی نہیں ٹی وی پروگرام بھی اپنا کردار ادا کررہے ہیں جن کے ذریعے اسلام کو ایک خوف ودہشت کی علامت کے طور پر متعارف کرایا جاتا ہے۔

ان پروگراموں اور کتابوں کے نام ملاحظہ کیجئے۔آپ خود اندازہ کرسکیں گے۔

1-جنگجو اسلام **The Militant Islam**

2-اسلام کا خنجر **The Dagger of Islam**

3-اسلام کا غصہ **The Rage of Islam**

4-سبز خطرہ **The Green threat**

5-اسلامی خطرہ **Islamic threat**

اس وقت ہم مسلمان دہرے خطرے سے دوچار ہیں ایک اندرونی اور دوسرا بیرونی۔ اندرونی طور پر ہماری ملی اقدار تباہ ہورہی ہیں اور بیرونی طور پر ہمارے مذہب اسلام کے امیج کو شدید نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ ہمارے ہاں پایا جانے والا فرقہ وارانہ تشدد منفی پروپیگنڈے کی تصدیق کا باعث بھی بن جاتا ہے۔

موجودہ حالات کا تقاضہ ہے کہ ہم اولیاء اللہ کی تعلیمات سے استفادہ کرکے ان روحانی تعلیمات کو اپنی زندگی کا عملی حصہ بنائیں اور پھر اسے دنیا بھر کے سامنے پیش کریں۔یقیناً غیر مسلم اقوام کے موجودہ تاثر کو تبدیل کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔

کوئٹہ کے علی محمد بارکزئی اور اُن کی والدہ یکے بعد دیگرے انتقال کرگئے

مراقبہ ہال کوئٹہ کے انتظامی رکن سلسلہ عظیمیہ کے جواں سال سرگرم رکن **علی محمد** بارکزئی حیدرآباد سے کوئٹہ جاتے ہوئے روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال کرگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون O

علی محمد بارکزئی جن کے بارے میں مرحوم لکھتے ہوئے آنکھیں نمناک ہیں، **انتقال** سے ٹھیک دوماہ قبل ہی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے اور گذشتہ ماہ کے شمارے میں ان کی شادی کی خبر شائع ہوئی **تھی**۔ علی محمد مرحوم کوئٹہ مراقبہ ہال کی رونق تھے۔وہ نگراں مراقبہ ہال نواب خان کے دستِ راست تھے۔ارکان مراقبہ ہال کے دلوں کی دھڑکن اور جانِ محفل تھے۔ علی محمد بارکزئی کی ناگہانی موت کی خبر نے ان کے متعلقین اور سلسلہ عظیمیہ کے ارکان **کو غمگین** کردیا۔ابھی یہ غم کم نہ ہوا تھا کہ علی محمد مرحوم کی والدہ کے انتقال کی تکلیف دہ خبر سننے کو ملی۔مرحومہ کو اپنے جواں **سال** بیٹے کی موت نے بستر سے لگادیا تھا اور بالآخر 16 فروری کو وہ خود بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ علی محمد مرحوم اور ان کی والدہ مرحومہ کے اہلِ خانہ ، متعلقین اور وابستگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہے کہ مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور ان کے اہلِ خانہ اور متعلقین کو صبرِ جمیل سے نوازیں۔(آمین)

سنگِ میل

☆......آج سے نصف صدی پیشتر برصغیر کے مسلمان متحد ہوئے تو مملکت خداداد پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

☆......مسلمانوں کو روحانی بزرگوں کی مدد اس وقت بھی حاصل تھی، آج بھی وہ ہمارے قدم بڑھانے کے منتظر ہیں۔

☆......قیام پاکستان ایک سنگ میل تھا اس کی منزل کی جانب ہمیں قدم بڑھانا ہے۔

☆......روحانی بزرگوں کے مطابق تیل کے بڑے ذخائر ملنے کی توقع ہے۔

☆......قیمتی پتھروں کی انڈسٹری پاکستان میں فروغ پاسکتی ہے۔

☆......پاکستان اگلے چند برسوں میں اسلامی ممالک میں مرکزی حیثیت حاصل کرسکتا ہے۔

☆......کوشش کی گئی تو مسلمان نہایت خوشحال ہوجائیں گے۔

☆......کاٹن انڈسٹری اور تعلیم کے شعبوں میں ترقی کے امکانات ہیں۔

یاسر ذیشان مغل

وقت کا سفر جاری وساری ہے۔ لمحے منٹوں اور گھنٹوں میں، گھنٹے دنوں میں، دن سالوں میں بدلتے جاتے ہیں اور پھر سال صدیوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ لیکن وقت کی اس تقسیم کے باوجود لمحوں کا وجود ختم نہیں ہوتا یہ لمحے یادِ رفتہ بن جاتے ہیں اور پھر ماضی کا روپ دھار لیتے ہیں۔ آج ہمارا وہ ماضی جس کا نام ہماری قومی تاریخ ہے لمحوں کا سفر طے کرکے ایک نئی صدی کے دوراہے پر کھڑا ہے۔اگر ہم آج سے 60 ساٹھ برس پیچھے کی طرف دیکھیں تو 23 مارچ 1940 کا دن ہماری ملی تاریخ میں جگمگاتا ہوا نظر آتا ہے۔یہ وہ دن ہے جب مسلمانانِ ہند نے اسلام کی عالمگیر دعوت واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کو قائداعظم محمد علی جناح کی رہنمائی میں اپنایا۔ مسلمانوں کے اس عظیم الشان اتحاد کو تاریخ نے قرارداد پاکستان کا نام دیا۔اس قرارداد نے برصغیر کے حالات کا رخ ہی بدل دیا۔اس نے علاقائی یا لسانی قومیت کا بت پاش پاش کردیا اور ملت اسلامیہ کی وحدت اور یک جہتی کے تصور کو اجاگر کیا۔ مسلمانوں کو وہ نصب العین ملا جس کا حصول طویل جدوجہد تھی یہ جدوجہد ایک دن یا ایک سال پر محیط نہ تھی بلکہ اس کے پس منظر میں ایک صدی سے زائد کا سفر تھا۔ یہ جدوجہد ایک ملک، زمین یا اقتدار کے حصول کی نہ تھی بلکہ یہ اسلام کی سربلندی کی جدوجہد تھی۔ یہ جدوجہد دینِ حق کے پرچار کی تھی۔یہی وجہ ہے کہ جس دن سے مسلمانوں نے برصغیر کی سرزمین پر قدم رکھا اس دن سے ان کے شعور اور لاشعور پر یہ جذبہ غالب رہا کہ وہ اپنی اسلامی شناخت کی پاسبانی کریں اس لئے کہ وہ نہ صرف خود مسلمان رہنا چاہتے تھے بلکہ اپنی اولاد کو بھی مسلمان رکھنے کے آرزومند تھے۔

ہماری تاریخ میں یہ جدوجہد پہلے قرارداد پاکستان اور پھر نظریہ پاکستان بن کر ہمارے سامنے آئی۔ لیکن یہاں اس امر کی وضاحت بھی بہت ضروری ہے کہ جب ہم نظریہ پاکستان کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد اسلام کے وہ فطری اصول وعقائد ہیں جن سے ایک مسلمان کی زندگی عبارت ہے اور حق تو یہ ہے کہ اسلام محض چند عبادات کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔ جس طرح زندگی ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے اسی

طرح نظریہ پاکستان بھی ایک وحدت ہے جسے مختلف خانوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے نظریہ پاکستان اور اسلامی نظریہ وحدت دو ایسے مترادفات ہیں جنھیں قوت کی کوئی گردش اور سوچ کی کوئی کاوش بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتی ہے۔

نظریہ پاکستان دراصل ایک ایسی اسلامی اور فلاحی مملکت کا تصور ہے جس میں رہنے والے اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے ضابطہ حیات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ کوئی کسی کا استحصال نہ کرے لوگوں کا جینا اور مرنا رضائے الٰہی کے لئے ہو۔ بندہ اور آقا کی تمیز مٹ جائے۔ اس کی توقیر ہو جو متقی ہو۔ ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دی جائے اور ملت اور اسلام کی ترقی کے لئے ہر کوشش وقف ہو کر رہ جائے۔ یہی وہ بنیادی مقاصد تھے جن کی بناء پر روحانی بزرگوں نے قیامِ پاکستان کے لئے کوشش کرنے والے مسلمانوں کو اپنی دعاؤں اور تصرف سے جدوجہدِ آزادی کا لازوال جذبہ انسپائر کیا۔

مسلمانوں کے اس علیحدہ اسلامی ریاست کے مطالبے کو صحیح معنوں میں تقسیم اس وقت ملی جب علامہ محمد اقبال نے 1930ء میں الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں خطبہ صدارت میں اسلامی مملکت ہی کو مقصدِ زندگی قرار دیا۔

علامہ محمد اقبال کے اس خیال کے بعد چوہدری رحمت علی نے علیحدہ مسلمان ریاست کے لئے "پاکستان" کا لفظ تجویز کیا۔ 23 مارچ 1940ء مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر مولوی فضل الحق نے مسلمانوں کے علیحدہ اسلامی ریاست کے مطالبے "جداگانہ مملکت کا قیام" پر مشتمل ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد نے مسلمانوں پر گہرے اثرات مرتب کئے جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں

1- اس قرارداد نے لفظ "پاکستان" کو جنم دیا۔ جس نے مسلمانوں کے دلوں میں اس قدر گہرا اثر کیا کہ اس کی بدولت ان کے باہمی اختلافات ختم ہو گئے اور وہ اسلام کی سربلندی کی خاطر ایک متحدہ قوم کی طرح اکٹھے ہو گئے اور ان کے دل اس مقصد کی خاطر ایک ساتھ دھڑکنے لگے۔

2- مسلمان خلافتِ اسلامیہ کے خواہاں تھے ۔ اس قرارداد سے مسلمانوں کے دل میں ایک ایسی اسلامی ریاست قائم کرنے کی تڑپ پیدا ہو گئی جو صرف اور صرف اسلام کی آئینہ دار ہو۔

3- اس قرارداد نے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کو تازہ اور پختہ کر دیا جس کے بعد انھوں نے زیادہ جوش و خروش اور متحدہ کوششوں سے آزاد اسلامی ریاست کے قیام کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔

4- اس قرارداد نے تمام برصغیر بلکہ تمام دنیا پر واضح کر دیا کہ علیحدہ وطن کا مطالبہ کسی علاقے پر اقتدار یا کسی زمین پر حکومت کا لالچ نہیں بلکہ مسلمانوں کی یہ جدوجہد اتباع رسول ﷺ کے فروغ، دین حق کے پرچار اور اسلام کی سربلندی کی آئینہ دار ہے۔

5- اس قرارداد کی بدولت بالآخر دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آیا۔ تاریخ عالم میں اب تک پاکستان وہ پہلا ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل ہوا ہے اور اس کے حصول کا اصل محرک اسلامی قوانین اور اصولوں پر مبنی ایک قرارداد تھی۔

تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کا قیام اسلام کا مرہون منت ہے اسی بناء پر نظریہ پاکستان میں اسلامی قدروں کا تصور ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اخوت، مساوات، عدل دیانت، سچائی، انسانی ہمدردی اور عظمت کردار کے بغیر نہ یہ نظریہ فروغ پا سکتا ہے اور نہ پاکستان بلند و بالا ہو سکتا ہے۔ پاکستان کا مقصد محض حکومت قائم کرنا نہیں تھا بلکہ اس کا واحد مقصد اسلامی طرز حیات کی اشاعت اور اہل عالم کے لئے ایک مثالی مملکت کی تشکیل تھی۔ الگ اسلامی ریاست کے قیام کا یہ تصور خود قائداعظم نے پشاور میں تقریر کرتے ہوئے واضح فرمایا تھا کہ :

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلامی اصولوں کے مطابق ایک معاشرہ قائم کر سکیں"۔

یہی وہ بنیاد تھی جس پر تعمیر کی گئی عمارت کا نام "پاکستان" رکھا گیا۔ اسلام کے اسی ہمہ گیر اور جامع اصول واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا پر گامزن ہو کر ہمارے اسلاف ایک الگ اسلامی ریاست حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جہاں وہ اپنی عملی زندگیوں میں ان طریقوں کو اپنا سکیں جو بالآخر انہیں دربار رسالت مآب ﷺ میں سرخرو اور سرفراز کر دیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت ایک الوہی کنجی ہے۔ جو بھی اتحاد کی اس کنجی کو پالے گا اسے گوہر نایاب حاصل ہو جائے گا۔ کسی قوم میں اتحاد کی روح پھونکنا، یگانگت و یکجہتی کا شعور بیدار ہو جانا بلاشبہ روحانی بزرگوں کی انسپائریشن کا نتیجہ ہے مگر یہ انسپائریشن اسی وقت کارگر ثابت ہوتی ہے جب قوم ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو۔ روحانی بزرگوں کی دعاؤں اور تصرف سے گو کہ قیام پاکستان میں مسلمانوں کو بہت مدد ملی مگر محض پاکستان کا قیام ہی ان دعاؤں کا حاصل نہیں تھا۔ قیام پاکستان کے ان درپردہ معماروں کے سامنے پورا ایک مقصد تھا ایک پروگرام تھا جس سے نظریہ پاکستان کی تکمیل ہوئی تھی۔

پاکستان ایک سنگ میل تھا منزل تک ابھی ہم نہیں پہنچ سکے ہیں جس کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں نے قربانیوں کی تاریخ اپنے لہو سے رقم کی۔ ہزارہا قربانیوں کے بعد آج ہم نعمتِ آزادی سے سرفراز ہیں۔ شکر صد شکر۔ ہمیں آزادی ملے کئی سال ہو گئے ہیں۔ اس ذات باری تعالیٰ کا کروڑ ہا شکر ہے کہ ہم ایک آزاد وطن کے آزاد شہری ہیں اور یہ بھی مقام شکر ہے کہ ہمارا وطن ایک نظریاتی مملکت ہے اور ہم ایک ایسے نظریے کے علمبردار ہیں جو ہر اعتبار سے مکمل اور ہر لحاظ سے قابل عمل ہے۔ مگر افسوس کہ ہم نے اپنے اصل مقصد کو نظر انداز کر دیا۔ ہم منزل پر پہنچ کر جمود اور تن آسانی کا شکار ہو گئے ہیں۔ ہم میں سے فکر کی تازگی اور عمل کی شگفتگی جاتی رہی ہے۔ یہ بات روحانی بزرگوں کی دعاؤں اور تصرفات کے برخلاف ہے چنانچہ خدائی مدد سے روگردانی کا نتیجہ یہ ہے کہ اب ہمارا حال اس مسافر کا سا ہو گیا ہے جو منزل پر پہنچ کر بھول گیا ہو کہ اس نے سفر کی صعوبتیں کس لئے برداشت کیں۔ جس نے اپنی تاریخ اور اپنی روایات کو کھو دیا ہو۔ گھر کیسا ہی کیوں نہ ہو رہنے والے اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور اس کی زیب و زینت بھی کرتے ہیں۔ مگر ہماری بے نیازی بے حسی میں تبدیل ہو گئی اور ایک ایسا وطن جس کی بنیاد اسلام کے عالمگیر اصولوں پر استوار تھی کمزور ہوتا گیا۔ افراد کی لغزشوں سے کسی حد تک فطرت بے نیاز رہتی ہے لیکن جو قوم بحیثیتِ مجموعی غفلت کا شکار ہو جائے تو فطرت بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتی۔ آج پاکستان کے در و دیوار اس بات کے شاکی ہیں کہ ہم نے ان سے وفا نہیں کی۔

مزید افسوسناک امر یہ ہے کہ وہ نظریاتی مملکت جو اس عزم کے ساتھ وجود میں آئی تھی کہ وہاں اسلامی ضابطہ حیات کو فروغ حاصل ہو گا مگر یہ عزم اب تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا ہے۔ اب بھی اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اقوام عالم میں ہمارا تشخص ابھرے تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنا ہو گا جو اسلام کی سربلندی کا نعرہ لگا کر ہم نے قراردادِ پاکستان کی صورت میں تاریخ میں رقم کیا تھا۔ ہمیں اپنی سیرت اور کردار کو اسی سانچے میں ڈھالنا ہو گا۔ جس کا تقاضا یہ نظریاتی مملکت ہم سے کرتی ہے۔

پاکستان کا قیام کوئی اتفاقیہ واقعہ نہیں ہے بلکہ ربُّ العالمین کے خصوصی کرم کا نتیجہ ہے۔ اہل تکوین جس کے لئے سرگرم عمل تھے۔ ان کی دعائیں اور کوششیں اس وطن عزیز کے قیام کا باعث بنیں۔ پاکستان کے قیام کی پیش گوئیاں کئی اولیاء اللہ کر چکے تھے۔ مغل بادشاہ جہانگیر کے عہد میں عظیم صوفی بزرگ حضرت نعمت اللہ ولی نے تو اپنے اشعار

میں مکمل کر اور مرحلہ وار اگلے واقعات بیان فرمائے۔ شاہ نعمت اللہ ولی 22 رجب 730ء میں حلب (شام) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بہت علم دوست ہستی تھے۔ آپؒ سے بہت سی کشف و کرامات بھی منسوب ہیں۔ خصوصاً اشعار کی صورت میں ان کی پیشین گوئیاں خاص طور پر مشہور ہیں۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ان میں سے کچھ اشعار پیش کئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں مغلوں کی تباہی کی جانب انہوں نے ان الفاظ میں اشارہ کیا

عیش و نشاط اکثر گیر و جگہ نشاط
گم میشد یکسر آں طرز ترکیانہ

عیش و نشاط ان کے دلوں میں گھر بنائے گا اور وہ اپنی ترکی طرز (مطلب یہ کہ مغل بادشاہ اپنی بہادری) کو ترک کر دیں گے۔

رفتہ حکومت از شان آید بغیر مہمان
اغیار سکہ ور انداز ضرب حاکمانہ

اس روش کی وجہ سے ان کی حکومت غیروں (انگریزوں) کی مہمان ہو جائے گی اور اغیار حاکمیت کی ضرب سے ان پر اپنا سکہ بٹھا دیں گے۔

حضرت نعمت اللہ ولی کی یہ دونوں پیش گوئیاں من و عن پوری ہوئیں۔ مسلمان عیش و عشرت میں اس طرح مصروف ہوئے کہ علم و عمل سے دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ انگریزوں نے آہستہ آہستہ قدم جما کر ان کو محکوم بنا لیا۔ حضرت نعمت اللہ ولی کے اشعار میں مسلمانوں کی ترقی و تنزلی کی پوری داستان موجود ہے۔ آپؒ نے آگے چل کر ہندوستان سے انگریزوں کے جانے اور تقسیم ہند کی پیش گوئی بھی کی ہے۔

نصرانیاں کہ باشند ہندوستان اسپارند
تخم بدی بکارند از فسق جاودانہ

یعنی پھر انگریز ہندوستان کی حکمرانی چھوڑ دیں گے مگر یہاں برائیوں کا بیج ہمیشہ کے لئے بو جائیں گے۔

حضرت نعمت اللہ ولی نے مسلمانوں کی سربلندی کے حوالہ سے جو پیش گوئیاں فرمائی ہیں ان میں بنیادی بات یہ ہے کہ جب تک مسلمان تفرقے بازی میں مبتلا رہیں گے ناکام، نامراد اور اعمال عامیانہ میں مبتلا رہیں گے اور جب متحد ہو جائیں گے تو دنیا بھر میں چھا جائیں گے اور پھر مسلمانوں میں خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔

یکجا شوند افغاں ہم دکنیاں و ایراں
فتح کنند اینہاں کل ہند غازیانہ

افغانی، دکنی اور ایرانی (مطلب یہ کہ اکثر مسلم قومیں مل کر اپنے علم و عمل سے) فتح حاصل کریں گے۔ ہند (یہاں مراد بمعنی پاکستان) ملت مسلمہ کا مرکز بنے گا۔

خوش میشود مسلماں از لطف و فضل یزداں
کل ہند پاک باشد از رسم ہندوانہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے مسلمان خوش حال ہو جائیں گے اور پورا ہندوستان مشرکانہ رسوم سے پاک ہو جائے گا۔

حضرت نعمت اللہ ولی کی پیش گوئیوں سے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان مستقبل میں ملت مسلمہ کی امنگوں کا امین بن جائے گا۔ عالم اسلام کی قیادت پاکستان کے ذریعے ہوگی۔ دیگر روحانی بزرگوں سے بھی اسی قسم کے اشارے ملے ہیں کہ پاکستان کے کئی شہروں میں صنعت اور کاروبار کو مزید وسعت حاصل ہوگی۔ معیار زندگی بہت بلند ہو جائے گا۔ سندھ میں سکھر، بدین، بلوچستان میں گوادر، پنجاب میں رحیم یار خان، ملتان، ساہیوال، اٹک اور صوبہ سرحد میں نوشہرہ بڑے تجارتی صنعتی شہر بن سکتے ہیں۔ اگر پاکستانی قوم پورے خلوص کے ساتھ کوشش جاری رکھے تو پاکستان 2005ء تک معدنی تیل کی پیداوار میں خود کفیل ہو سکتا ہے۔ کاٹن انڈسٹری، قیمتی پتھروں کی صنعت سے کثیر زرمبادلہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ روحانی بزرگوں کے یہ اشارے ناقابل فہم بھی نہیں ہیں۔ معدنی ذخائر پاکستان میں موجود ہیں مگر ان کو تلاش نہیں کیا جاتا۔ ایسے میں اگر

روحانی بزرگ کسی بڑے معدنی ذخائر کی جانب اشارہ کرتے ہیں تو یہ بات آسانی سے ذہن میں آ جانی چاہئے۔ اگر ہماری کوششیں مضبوط، بے غرض اور مسلسل ہوں تو ہم یہ اہداف با آسانی پورے کر سکتے ہیں لیکن اگر بالفرض ہم نے اس سے پہلو تہی کی تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو وسائل کا خزانہ لٹانے کے لئے تیار ہیں مگر ہم ہی اسے لینے پر تیار نہیں ہیں۔

23 مارچ کے موقع کی مناسبت سے اس مضمون کو تحریر کرنے کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ ہم پاکستان کی اقوام عالم میں اہمیت کو سمجھیں اور باہمی یگانگت اور اتحاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس پاک مقصد کے حصول کی دعا کریں۔ ہم جب تک اتحاد و یگانگت سے دور رہیں گے۔ اہل تکوین اور روحانی بزرگوں کے کام میں یہ کمی رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہمیں خود کو تیار کرنا چاہئے اور تمام کام سرانجام دینے چاہئیں جن کی بدولت ہم بحیثیت مجموعی روحانی بزرگوں کی توقعات پر پورا اتر سکیں۔

23 مارچ کے دن قرار داد پاکستان کا یہ عہد ہمیں احساس دلاتا ہے کہ پاکستان کی تعمیر، تحفظ اور ترقی کے لئے خود کو وقف کر دیں اور دلوں میں وہی جذبہ ابھاریں جو حصول پاکستان کے وقت ہمارے اندر موجود تھا۔ تعمیر کے ولولوں کو زندہ کریں اور سچے مسلمان بن جائیں کیونکہ اس وطن عزیز کی بنیاد اسلام پر ہے اور اسلام سے مخلص ہوئے بغیر ہم سچے پاکستانی بھی نہیں بن سکتے۔ لہٰذا اب یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ ہم اسلام کے عالمگیر اصول واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کو اپنا لیں کیونکہ اسی میں پاکستان کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے اور یہی نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔ تاریخ شاہد ہے مسلمانوں نے جب بھی اس آیت کو مقصد حیات بنا کر کسی مشن کا آغاز کیا وہ ضرور پورا ہوا۔

آج وطن عزیز جن حالات سے گزر رہا ہے ان حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم ہر وقت نظریہ پاکستان کو پیش نظر رکھیں۔ اپنے قول و فعل سے وطن پاکستان کا نام روشن کریں۔ اس کے ذروں کو ستاروں سے افضل جانیں۔ اس کی فضاؤں کا احترام کریں کہ ان میں ہم آزادی سے سانس لے رہے ہیں کیونکہ اب پاکستان کے استحکام کی یہی واحد صورت ہے کہ ہم صرف نام کے مسلمان نہ ہوں بلکہ ہمارا ہر عمل قرآن کے نور سے مزین ہو۔ تاکہ ہم خود کو سچے پاکستانی ثابت کر سکیں۔ آج پاکستان ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اسلامی نظریہ حیات کو الفاظ کے آئینے سے نکال کر عمل کے سانچے میں ڈھالیں۔ اب مقصود فطرت بھی یہی ہے اور ہماری بقا کا واحد راستہ بھی یہی ہے کہ ہم اتباع رسولؐ میں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا اصول کو اپنا لیں اسی میں ہماری فلاح ہے۔

23 مارچ کا دن تجدید عہد کا دن ہے۔ آئیے عہد کریں کہ اسلام کی عالمگیر دعوت واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کو اپنا کر اپنے قومی اور مذہبی فرائض کو پورا کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور اپنی تمام کوششیں اسلام کے لئے وقف کر دیں اور اسلام کی سربلندی میں اپنی بقا کا راستہ تلاش کریں۔ آج کا یہ دن ہمیں اس عہد کی بھی یاد دہانی کروا رہا ہے جو ہم نے ساٹھ برس قبل ان الفاظ میں اپنی ملی تاریخ میں رقم کیا تھا کہ

ہم ہیں ارض پاک کے ذروں کی حرمت کے امیں
ہم ہیں حرف لا الٰہ کے ترجمان بے خطر

روحانی اسکالر **حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی**
کی مشہور زمانہ کتاب
ٹیلی پیتھی سیکھئے کا عوامی ایڈیشن
ہدیہ صرف =/30 روپے
اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں
مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، 1/7 D-1 ناظم آباد۔ کراچی

ایک مسلمان
دوسرے مسلمان کے لئے
دیوار کی اینٹ کی مانند ہے
کہ ہر اینٹ دوسری اینٹ کو
قوت دیتی ہے۔
(حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

Prime Pack Paper
Industries (Pvt) Ltd.
Hyderabad

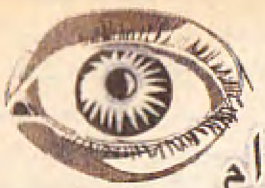

ٹیلی پیتھی اور مسلمان صوفیائے کرام

موجودہ سائنس ٹیلی پیتھی کو دورِ جدید کا تحفہ قرار دیتی ہے مگر درحقیقت یہ علم مسلمان صوفیائے کرام کا ورثہ ہے۔

حضرت غوث علی شاہؒ کی کتاب "تذکرہ غوثیہ" میں مولانا گل حسن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز راقم نے عرض کیا" حضرت کبھی آپ کو عشق بھی ہوا ہے؟"

حضرت نے فرمایا:

جب ہم گھر سے چل کر بنارس پہنچے تو وہاں ہمارے بھائی فیض الحسن تھانیدار تھے۔ ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ بھائی نے بہت اصرار کیا کہ گھر پر ٹھہرو۔ مگر ہم کو سوائے مسجد کے آرام کہاں تھا۔ گنگا کے کنارے ایک مسجد تھی۔ اس میں ٹھہر گئے۔ مسجد کے ایک طرف گھاٹ تھا اور دوسری طرف شارع عام تھی۔ بھائی صاحب بھی روزمرہ وہاں تشریف لاتے تھے۔ کھانا بھی وہی بھیجتے تھے۔ ایک روز عصر کی نماز کے بعد مسجد کی دیوار پر بیٹھے ہوئے ہم سیر کر رہے تھے کہ یکایک ایک نازنین، مہ جبیں، غارت گر ایمان ودیں، چودہ پندرہ کا سن و سال، قیامت کی چال ڈھال قوم سے کشمیری برہمن اپنی ہجولیوں کے جلو میں آفتاب عالمتاب کی طرح نظر کو خیرہ کرتی ہوئی ہمارے سامنے آگئی۔ نظر چار ہوتے ہی ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ مگر ابھی اتنی عقل باقی تھی کہ ہم نے مسجد کے ملّا سے کہہ دیا کہ ہمارے بھائی آئیں یا کھانا بھجوائیں تو تم ان سے یہ کہہ دینا کہ ہم چلّے میں بیٹھے ہیں اور سب سامان مجھ کو دے دیا ہے۔ جس وقت ضرورت ہو گی میں کھانا تیار کر کے دے دوں گا۔ ملّا کو یہ بات سمجھا کر ہم نے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا اور اس پری زاد کا تصور قائم کر کے عالم خیال میں گم ہو گئے۔ اس عرصہ میں کھانا پینا، نماز روزہ سب بالائے طاق رکھ دیا۔ آٹھویں دن وہ تصویر مجسم ہو کر سامنے آکھڑی ہوئی۔ اسی دن وہ نازنین دل ربا اپنے شوہر کے ساتھ، تھالی میں شیرینی رکھے مسجد کے اندر آموجود ہوئی۔ اس نے حجرہ کی زنجیر کھڑکائی۔ کان میں آواز پڑی تو دل نے کہا مطلوب آپہنچا۔ ہم نے کنڈی کھول دی۔ وہ دونوں حجرے کے اندر آگئے۔ دیکھا تو اس کا شوہر بھی حسن و جمال میں یکتا و بے مثال تھا۔

ہم نے پوچھا "تم دونوں کس لئے آئے ہو؟"

بولے "ہم کو اولاد کی تمنا ہے"۔

ہم سمجھ گئے کہ یہ سب فساد حضرتِ عشق کا ہے ورنہ ابھی تو ان کے دن کھیلنے کودنے اور سیر تماشے کے ہیں۔ کیسی اولاد اور کیسی تمنا! اس حسین قتالہ نے ہماری طرف ٹکٹکی باندھ لی۔ اس کے شوہر سے ہم نے کہا "ذرا تم باہر جا کر زنجیر لگا دو۔ ہم کو تمہاری بیوی سے ایک پردے کی بات پوچھنی ہے"۔

دانیال

وہ غریب دروازہ بند کر کے باہر ہو گیا۔ اس زمانے میں ہماری عمر پینتالیس سال کی تھی۔ ہم نے اپنے دل سے کہا "بولو حضرت! کیا ارادہ ہے۔ اگر اس کو جورو بنانا چاہتے ہو تو میاں بیوی دونوں راضی ہیں اور اگر بہن بنانا چاہتے ہو تو پھر اپنی ماں اور بہن کو کیوں چھوڑا؟ جس کے لئے آٹھ دن سے

بے تابی اور بے قراری تھی، وہ موجود ہے۔ کہہ کیا کتنا ہے؟"

دل نے جواب دیا "یہ بھی ایک کھیل کھیلنا تھا سو کھیل چکے۔ بس اب کوئی خواہش باقی نہیں رہی۔"

اس کے بعد ہم نے اس سے ایک دو باتیں پوچھ کر اس کے خاوند کو بلالیا اور ایک تعویذ لکھ کر ان کے حوالے کیا اور کہا "جاؤ، خدا حافظ!"

ان کے جانے کے بعد خیال آیا کہ یہ عشق ضرور کچھ رنگ لائے گا اور طرفِ ثانی کو بھی ستائے گا۔ یہاں سے چل دینا ہی بہتر ہے۔ یہ سوچ کر ہم آدھی رات گزرنے پر وہاں سے چل دیئے اور بیس کوس دور جا کر دم لیا۔

دوسرے دن وہ نیک بخت بھی شوہر کے ہمراہ ویگن میں بیٹھی عصر کے وقت اسی مقام پر آ پہنچی۔ بال پریشان، طبیعت اداس، چہرہ پژمردہ، دل افسردہ اور یاس زدہ۔ میرے قریب آکر زار و قطار روتے ہوئے التجا کی آپ مدارس تشریف لے چلیں۔ جب دونوں نے بہت اصرار کیا تو ہمیں مجبوراً کہنا پڑا کہ ہم یہاں ضروری کام سے آئے ہیں، وہ ہو جائے گا تو ہم دو چار دن میں خود ہی مدارس چلے آئیں گے۔ غرض تسلی و تشفی دے کر ان کو مدارس کی طرف روانہ کیا اور ہم نے لکھنؤ کی راہ لی۔ نہیں معلوم بعد میں اس پر کیا گزری۔

حضرت غوث علی شاہؒ کے اس واقعہ میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ خیالات مسلسل ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں یا کر دیئے جائیں تو معمول خواہ ان خیالات سے متفق نہ ہو لیکن وہ عامل کے خیال کی قوت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

خیال خوانی اور خیال کی ترسیل کے اس سسٹم کو ٹیلی پیتھی یا انتقالِ خیال کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ عام طور پر جب بھی ٹیلی پیتھی کا تذکرہ کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ٹیلی پیتھی دورِ جدید کی پیداوار ہے۔ شاید اسی وجہ سے کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور پرانے ادوار میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی انتقالِ خیال کا دوسرا نام ہے اور انتقالِ خیال کی صلاحیت ہمارے روحانی اسلاف میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اکثر روحانی بزرگوں سے متعلق واقعات میں یہ تصریح ملتی ہے کہ روحانی بزرگ لوگوں کے خیال سے واقف ہو جاتے ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی مسئلہ کا حل بتا دیتے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے والد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

"والد صاحب فرماتے تھے ایک صاحب نے زیارتِ حرمین کا ارادہ کیا۔ ان کے ساتھ بہت سے مرد، بچے اور عورتیں بھی نکل کھڑے ہوئے۔ سواری اور زادِ راہ کا کوئی انتظام نہیں تھا میں نے اور بھائی صاحب نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ سب کو واپس لے آئیں۔ جب ہم تغلق آباد کے قریب پہنچے تو دھوپ بہت تیز ہو گئی تھی۔ ہم ایک سایہ دار درخت کے نیچے اترے۔ تھکن سے تمام احباب جلد ہی سو گئے مگر میں ان کے کپڑوں کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اسی اثناء میں نے چند سورتیں تلاوت کیں۔ وہاں چند قبریں تھیں۔ مراقبہ کیا تو ایک صاحبِ قبر باتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا عرصہ ہوا قرآن نہیں سنا اور میں اس کے سننے کا بڑا مشتاق ہوں اگر کچھ اور تلاوت کریں تو بڑا احسان ہوگا۔ میں نے کچھ اور پڑھا جب میں خاموش ہوا اس نے پھر درخواست کی تیسری بار بھی پڑھا۔ پھر وہ تھوڑی دور اور گراں جو پاس ہی سو رہے تھے کے خواب میں ظاہر ہوا اور کہا میں نے انہیں بار بار تلاوت کے لئے کہا انہوں نے قبول کیا اب مجھے انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور میرا شوق باقی ہے آپ ان سے کہیں کہ کچھ زیادہ پڑھیں۔ وہ بیدار ہوئے اور مجھ سے مزید تلاوت کرنے کا کہا۔ میں نے زیادہ تلاوت کی یہاں تک کہ میں نے اس صاحبِ قبر کو بہت خوش پایا۔ اس نے کہا جزاک اللہ۔ پھر میں نے اس سے عالمِ برزخ کے حالات پوچھے اس نے کہا مجھے ان میں سے کسی دوسرے کا حال معلوم نہیں لیکن اپنا حال بیان کرتا ہوں جب سے میں نے

دنیا سے انتقال کیا ہے اس وقت سے کوئی عذاب یا عتاب نہیں دیکھا اگرچہ نعمتیں اور آسائشیں کافی ہیں۔ میں نے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کون سے عمل کے طفیل تم نے نجات پائی اس نے کہا تمام عمر میری نیت رہی کہ تعلقاتِ دنیاوی سے الگ ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے کوشش کروں۔ اس نیت کی برکت سے نجات پائی اگرچہ تمام عمر نیت پوری نہ ہو سکی۔ حق تعالیٰ نے مہربانی سے اسی نیت کو قبول فرمالیا۔"

اس واقعہ میں شاہ صاحبؒ کے والد صاحب نے انتقالِ خیال کے ذریعے صاحبِ قبر سے رابطہ کیا اور اس کی خواہش پر بار بار تلاوت فرمائی۔ یہ واقعہ بھی مسلمان صوفیاء میں انتقالِ خیال کی بے مثال صلاحیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اب ہم ذرا تفصیل سے ٹیلی پیتھی کے طریقِ کار پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ امواجِ خیال کی رفتار، برقی کرنٹ اور روشنی کی لہروں سے بھی زیادہ تیز ہے۔ ہر شخص کے خیالات کی جداگانہ فریکوئنسی Frequency بھی ہوتی ہے۔ ہر شخص کی دماغی بناوٹ مختلف ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کے خیالات بھی دوسرے شخص سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھ مسلسل مشق اور تربیت کے ذریعہ سے اپنے اندر ایک نئی صلاحیت اور قوت پیدا کر لیتا ہے۔ یعنی وہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے اور ان کے خیالات وصول کر سکتا ہے اگرچہ وہ سینکڑوں کلو میٹر دور ہی کیوں نہ بیٹھے ہوں۔ فرض کیجئے کراچی سے ایک ٹیلی پیتھ (ٹیلی پیتھی کا عامل) انتقالِ خیال کی مشقوں میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد ایسے شخص سے رابطہ کرنا چاہتا ہے جو نیویارک میں مقیم ہے۔ جب ٹیلی پیتھ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے اس دوست کا تصور قائم کرے گا اور پھر اپنے خیالات کی لہروں کو آزاد چھوڑ دے گا تو وہ کہیں بھٹکنے کے بجائے سیدھی نیویارک جا پہنچیں گی۔ ٹیلی پیتھ کے خیالات کی یہ لہریں اتنی زیادہ طاقتور ہوں گی کہ اگر وہ دوست اس وقت کسی کام میں مصروف ہوگا تو یکایک اس کام سے اس کی دلچسپی کم ہو جائے گی اور دفعتاً اس کے دل میں خود بخود ٹیلی پیتھ کا خیال پیدا ہو جائے گا۔ اس کے ذہن میں ٹیلی پیتھ کا خیال جتنا زیادہ گہرا ہوتا جائے گا اسی قدر ٹیلی پیتھ کو کراچی میں کچھ بے چینی سی محسوس ہوگی۔ یہ بے چینی دونوں طرف ہوگی۔ اس صورت میں ٹیلی پیتھ اپنی زبان سے جو الفاظ ادا کرے گا وہ اس کے دوست تک نیویارک پہنچ جائیں گے۔ اگر ٹیلی پیتھ اپنی زبان سے کچھ بھی نہ کہے تب بھی اس کے خیالات اس کے دوست کے ذہن تک پہنچ سکتے ہیں۔ پھر ٹیلی پیتھ خود کو ترغیب دے کہ اب میں پیغام رسانی بند کر رہا ہوں تو یہ سلسلہ ختم کر سکتا ہے۔ رفتہ رفتہ ٹیلی پیتھ کے خیالات کی طاقتور لہریں اپنے مخرج کی جانب سمٹنے لگیں گی اور وہ مراقبے کی کیفیت سے جاگ اٹھے گا۔

موجودہ تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ ٹیلی پیتھی سے اکثر لوگوں کے خیالات میں کافی حد تک تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔ بروکلن نیویارک میں واقع میمونیڈیز پر تحقیق کرنے والی ایک لیبارٹری میں تسلسل کے ساتھ مختلف تجربات کئے گئے۔ ایک تجرباتی مطالعے میں معمول کو دوسرے کمرے میں سلا دیا گیا اور ایک تصویر کی شبیہ ذہن میں بنا کر ٹیلی پیتھی کے طریقے سے معمول کی جانب ابلاغ کیا گیا۔ وہاں معمول کے جسم سے Electro encephalo-graph monitor کو نصب کر دیا گیا تھا جو دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ یہ آلہ دماغ میں تبدیلی کی خبر دے رہا تھا۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس نے تصویر کا خاکہ من و عن اسی طرح بیان کر دیا جیسی کہ وہ تھی۔ اس طرح کے دیگر تجربات میں بھی ارسال کردہ شبیہ اور سونے والے شخص کے خیالات کے درمیان بہت زیادہ مماثلت ریکارڈ کی گئی تاہم تصویر کا ہدف تمام لوگ صاف طور پر موصول نہ کر سکے۔ اس کی وجہ نیند سے جاگنے کے بعد بھول جانے کی عادت بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اس تجربے نے اس خیال کو عملی حتمی، اور بڑی دلیل حیثیت عطا کر دی کہ ٹیلی پیتھی کی لہریں

کسی کے بھی خیالات پر براہ راست اثر انداز ہو سکتی ہیں اور یہ کہ اس صلاحیت سے جو خیالات ارسال کئے جاتے ہیں معمول اسے اپنے خیالات ہی تصور کرتا ہے۔ اس طریقے سے اپنے حسب منشاء خیالات Inspire کئے جاسکتے ہیں۔

موجودہ سائنس ٹیلی پیتھی کو دور جدید کا تحفہ قرار دیتی ہے مگر درحقیقت یہ علم مسلمان صوفیاء کا ورثہ ہے۔ اس علم پر اب بھی جس قدر تحقیق ہوئی ہے وہ مسلمان صوفیائے کرام کے پیش کردہ انتقال خیال کے واقعات کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ابھی تک مغربی ممالک میں انتقال خیال پر جو تجربات کئے گئے ہیں وہ صرف انسانوں پر کئے جاتے ہیں وہ بھی بڑے محدود ہیں مگر مسلمان صوفیائے کرام نے حیوانات اور درختوں تک سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ یہ اتنا ترقی یافتہ پہلو ہے جس پر غور و فکر کرنے کے لئے مغربی دنیا کو طویل عرصہ محنت کرنا ہوگی۔ یہاں ہم مسلمان صوفیوں کے حیوانات اور درختوں سے انتقال خیال کے چند واقعات پیش کرتے ہیں اس کے بعد اس کی توجیہہ پیش کی جائے گی۔

"انفاس العارفین" میں ہے حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ بیان کرتے تھے کہ "رمضان کے آخری روز جبکہ چاند رات ہونے کا شبہ تھا مسجد حبوط میں بیٹھا تھا۔ ایک چڑیا آئی اور کہا کل عید ہے۔ میں نے یہ بات حاضرین کو بتادی۔ فرہاد بیگ نے کہا حیوانات کی زبان کا کیا اعتبار۔ میں نے خیال کے ذریعے یہ بات چڑیا کو بتائی تو اس چڑیا نے کہا جھوٹ انسان کی خاصیت ہے ہماری جنس میں جھوٹ نہیں ہوتا۔ پھر وہ اڑ گئی۔ دوسری چڑیا بھی آئی تھی اس نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ جلد ہی قاضی کے سامنے شاہد تیں پیش ہو گئیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے۔ (راقم الحروف شاہ ولی اللہ) نے چڑیا کی گفتگو کے متعلق والد صاحب سے سوال کیا تو فرمایا اس کی آواز دوسری چڑیوں کی مانند تھی کوئی فرق نہیں تھا لیکن اس کی آواز سے ہی میں نے اللہ کی تعلیم سے معنی سمجھ لیا۔

شیخ فقیر اللہ بیان کرتے تھے کہ ایک کوا دو تین روز کے بعد آتا تھا اور توحید کے بارے میں باتیں پوچھا کرتا تھا۔ ایک مدت کے بعد وہ دکھائی نہ دیا۔ فقیر اللہ سے کوے کے متعلق پوچھا کہ یہاں ایک کوا بیٹھا کرتا تھا اور کئی دنوں سے وہ مجھے دکھائی نہیں دیا؟ تو انہوں نے کہا اسے فلاں نے شکار کر لیا اور اپنے باز کو کھلا دیا۔ آپ نے افسوس کیا اور غمگین ہوئے اور فرمایا وہ موحد کوا تھا۔ وہ مجھ سے توحید کے مسائل پوچھا کرتا تھا"۔

اب جو واقعہ پیش نظر ہے وہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے بیان فرمایا ہے آپؒ فرماتے ہیں "ایک دن حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ واکی شریف کے جنگل میں پہاڑی نجے پر چند لوگوں کے ہمراہ چڑھتے چلے گئے۔ آپؒ مسکرا کر کہنے لگے "میاں جس کو شیر کا ڈر ہو وہ چلا جائے، میں تو یہاں ذرا سی دیر آرام کروں گا۔ خیال ہے کہ شیر ضرور آئے گا۔ جتنی دیر قیام کرے اس کی مرضی۔ تم لوگ خواہ مخواہ انتظار میں مبتلا نہ رہو، جاؤ کھاؤ پیو اور مزہ کرو"۔

بعض لوگ ادھر ادھر چھپ گئے اور زیادہ چلے گئے۔ میں نے حیات خاں سے کہا، کیا ارادہ ہے۔ پہلے تو حیات خاں سوچتا رہا۔ پھر زیر لب مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پھر سوال کیا "چلنا ہے یا تماشا دیکھنا ہے؟"

"بھلا بابا صاحب کو چھوڑ کے میں کہاں جاؤں گا!" حیات خاں بولا۔

گرمی کا موسم تھا۔ درختوں کا سایہ اور ٹھنڈی ہوا خمار کے طوفان اٹھا رہی تھی۔ تھوڑی دور ہٹ کر میں ایک گھنی جھاڑی کے نیچے لیٹ گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر حیات خاں اس طرح بیٹھ گیا کہ نانا تاج الدین کو کن انکھیوں سے دیکھتا رہے۔ اب وہ دبیز گھاس پر لیٹ چکے تھے۔ آنکھیں بند تھیں۔ فضا میں بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔

چند منٹ گزرے تھے کہ جنگل بھیانک محسوس ہونے لگا۔ آدھ گھنٹہ، پھر ایک گھنٹہ۔ اس کے بعد بھی کچھ

وقفہ ایسے گزر گیا جیسے شدید انتظار ہو۔ یہ انتظار کسی سادھو، کسی جوگی، کسی ولی، کسی انسان کا نہیں تھا بلکہ ایک درندہ کا تھا جو کم از کم میرے ذہن میں قدم بقدم حرکت کر رہا تھا۔ یکایک نانا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نگاہیں متوجہ ہو گئیں۔ ان کے پیروں کی طرف ایک طویل القامت شیر ڈھلان سے اوپر چڑھ رہا تھا۔ بڑی آہستہ خرامی سے، بڑے ادب کے ساتھ۔ شیر نیم وا آنکھوں سے نانا تاج الدین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ذرا دیر میں وہ پیروں کے بالکل قریب آگیا۔ نانا گہری نیند میں بے خبر تھے۔ شیر زبان سے تلوے چھو رہا تھا۔ چند منٹ بعد اس کی آنکھیں مستانہ واری سے بند ہو گئیں۔ سر زمین پر رکھ دیا۔ نانا تاج الدین ابھی تک سو رہے تھے۔ شیر نے اب زیادہ جرأت کر کے تلوے چاٹنا شروع کر دیئے۔ اس حرکت سے نانا کی آنکھ کھل گئی۔ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ شیر کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

کہنے لگے "تو آگیا۔ اب تیری صحت بالکل ٹھیک ہے۔ میں تجھے تندرست دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ اچھا اب جاؤ"۔ شیر نے بڑی ممنونیت سے دم ہلائی اور چلا گیا۔

میں نے ان واقعات پر بہت غور کیا۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ شیر پہلے کبھی ان کے پاس آیا تھا۔ مجبوراً اس امر کا یقین کرنا پڑتا ہے کہ نانا اور شیر پہلے سے ذہنی طور پر روشناس تھے۔ روشناسی کا طریقہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ انا کی جو لہریں نانا اور شیر کے درمیان ردوبدل ہوتی تھیں وہ آپس کی اطلاعات کا باعث بنتی تھیں۔ عارفین میں کشف کی عام روش یہی ہوتی ہے۔ لیکن اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جانوروں میں بھی کشف اسی طرح ہوتا ہے۔ کشف کے معاملے میں انسان اور دوسری مخلوقات یکساں ہیں"۔

کتاب "تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ" میں جناب خواجہ شمس الدین عظیمی تحریر کرتے ہیں "جس کمرے میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ قیام فرماتے تھے اس کے سامنے احاطہ کی دیوار سے باہر بادام کا ایک درخت تھا۔ ایک روز باتوں باتوں میں حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا "یہ درخت مجھ سے اس قدر باتیں کرتا ہے کہ میں عاجز آگیا ہوں۔ میں نے اس سے کئی مرتبہ کہا ہے کہ زیادہ باتیں نہ کیا کر۔ میرے کام میں خلل پڑتا ہے۔ مگر یہ سنتا ہی نہیں"۔

بات رفت گزشت ہو گئی۔ ایک روز صبح بیدار ہونے کے بعد دیکھا کہ درخت غائب ہے۔ بڑی حیرانی ہوئی کہ اتنا بڑا درخت راتوں رات کہاں غائب ہو گیا۔ باہر جا کر دیکھا کہ درخت کو جڑ سے کاٹ لیا گیا ہے۔ آج تک یہ بات معمہ بنی ہوئی ہے کہ اتنے بڑے درخت کو کس نے کاٹا اور کیسے لے گیا۔ نیز درخت کاٹنے میں جب اس پر کلہاڑی پڑی ہو گی تو آواز بھی ہوئی ہو گی۔ آنکھ بھی نہیں کھلی۔ میں نے اس سلسلے میں حضور بابا صاحبؒ سے پوچھا تو وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے"۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے درختوں سے بھی بات کی جاسکتی ہے۔

انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے بات کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ آواز کی لہریں جن کے معنی معین کر لئے جاتے ہیں سننے والوں کو مطلع کرتی ہیں۔ یہ طریقہ اس ہی تبادلہ خیال کی نقل ہے جو انا کی لہروں کے درمیان ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ گونگا آدمی اپنے ہونٹوں کی خفیف سی جنبش سے سب کچھ کہہ دیتا ہے اور سمجھنے کے اہل سب کچھ سمجھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی پہلے طریقے کا عکس ہے۔ جانور آواز کے بغیر ایک دوسرے کو اپنے حال سے مطلع کر دیتے ہیں۔ یہاں بھی انا کی لہریں خیالات کی منتقلی کا کام کرتی ہیں۔ درخت میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ گفتگو صرف آمنے سامنے حتوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ دور دراز ایسے درختوں میں بھی ہوتی ہے جو ہزاروں میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہی قانون جمادات میں بھی رائج ہے۔ کنکروں، پتھروں، مٹی کے ذروں میں من و عن اسی طرح تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ روحانی طاقت رکھنے والے انسانوں کے کتنے ہی واقعات اس کے شاہد ہیں۔ ساری کائنات میں ایک ہی شعور کار فرما ہے۔ اس کے ذریعے غیب و شہود کی ہر لہر دوسری کے معنی سمجھتی ہے، چاہے یہ دونوں لہریں

کائنات کے دو کناروں پر واقع ہوں۔ غیب و شہود کی قربت و معنویت کائنات کی رگِ جاں ہے جو خود ہماری اپنی رگِ جاں بھی ہے۔ تفکر اور توجہ کر کے ہم اپنے سیارے اور دوسرے سیاروں کے آثار و احوال کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اور انسانوں، حیوانوں، جنات اور فرشتوں کی حرکات و سکنات، نباتات اور جمادات کی اندرونی تحریکات بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ مسلسل مشق اور ارتکازِ توجہ سے ذہن کا تعلق لاشعور میں تحلیل ہو جاتا ہے اور ہمارے سراپا کا معین پرت اناکی گرفت سے آزاد ہو کر ضرورت کے مطابق ہر چیز دیکھنا، سمجھنا اور شعور میں محفوظ کر دیتا ہے۔

یہی روحانیت ہے اور یہی ٹیلی پیتھی Telepathy ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ روحانیت اپنے اندر ایک وسعت رکھتی ہے اور ٹیلی پیتھی صرف خیالات کے تبادلے کا نام ہے۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے دنیا میں دو رائج طریقِ عمل ہیں۔ ایک طریقہ کار تو وہ ہے جس میں تخریب شامل ہے اور دوسرا طریقہ کار وہ ہے جو مسلمان صوفیائے کرام کا ورثہ ہے۔ جس طرح ہر علم کو سیکھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لئے بھی استاد ہونا ضروری ہے ورنہ سکت سے زیادہ مشق سے نقصان ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس سلسلہ میں روحانی ڈائجسٹ نے پورا ایک سیٹ اپ تیار کیا۔ اور روحانی ڈائجسٹ روحانی اسلاف کے اس ورثہ کا نقیب ہے اور اس کے پلیٹ فارم سے ٹیلی پیتھی باضابطہ طریقوں سے سکھائی جاتی ہے۔ اس ضمن میں طلباء و طالبات جن ماورائی مشاہدات و کیفیات سے گزرتے ہیں ان کو "ماورائی دنیا" کے نام سے ہر ماہ شائع کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی صاحب یا صاحبہ ٹیلی پیتھی سیکھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں تو ماورائی دنیا کے آخری صفحہ پر شائع ہونے ٹوکن کی خانہ پری کرنا ضروری ہے۔ اس ٹوکن کے مندرجات سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ طالب کی ذہنی استعداد کتنی ہے؟ آیا ٹیلی پیتھی سیکھنا اس کے لئے ممکن ہے یا نہیں؟ یا لنداہ کس مشق سے کی جائے؟

کلر تھراپی کلینک

ڈاکٹر افضل

غلام عباس

(ممبر ٹنشا ہیلتھ سوسائٹی نیو جرسی، امریکہ)

لائف کروم لیب

تمام رنگوں میں ایمپیول، تیل، گولیاں
پانی (AQUA LIFE) دستیاب ہیں -

پاکستان بھر سے ڈسٹری بیوٹرز درکار ہیں

نُور انسٹیٹیوٹ فار کروموپیتھی

داخلے جاری ہیں

تفصیلات مفت طلب کریں۔

ڈی بلاک گلشناں کالونی، جھنگ روڈ،
غوثیہ چوک۔ فیصل آباد

فون: 651037 - 635780
فیکس: 041-653826

راہِ اعتدال

مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان اختلافات صدیوں پرانے ہیں۔ اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ ان اختلافات کی ابتداء چند غلط فہمیوں کی بناء پر ہوئی۔ اس وقت امتِ مسلمہ تفرقہ کے جن مسائل سے دوچار ہے وہاں مل بیٹھ کر آپس کی غلط فہمیاں دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

محمد اقبال جیلانی

دفتروں میں کام کرنے والے اس بات سے خوب واقف ہوں گے کہ جس روز آفس میں کام نہ ہو اور سارے ارکان موجود ہوں تو بحث مباحثہ اور علمی موشگافیاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں جہاں مینجمنٹ سخت نہ ہو وہاں لوگ ایسے مواقع کی اکثر گنجائش پیدا کر لیتے ہیں۔ کوئی صاحب سیاسی موضوعات پر اپنی بھرپور گرفت کا ثبوت دینا چاہتے ہیں تو کوئی اصلاح احوال پر اپنی تحقیق یا تنقید پیش کرنے لگتے ہیں۔ کبھی معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں پر گفتگو کا آغاز ہوتا ہے تو ایسے ایسے نکات زیرِ بحث آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور دیکھنے اور سننے والا عش عش کر اٹھتا ہے۔ میں نے کئی دفاتر کے اکثر لوگوں میں اس قسم کی گفت و شنید کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس بات پر بھی دل خوش بھی ہوتا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کی ذہنی پرواز Approach کتنی وسیع ہے تو کبھی یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ ایسے ذہین لوگوں کی موجودگی کے باوجود معاشرہ میں خرابیاں کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ کیوں رہی ہیں۔ بہت غور و فکر کرنے کے بعد ذہن میں یہ بات آتی کہ اکثر افراد کی تمام گفتگو بظاہر کتنی ہی خوبصورت دکھائی دے۔ الفاظ کی شکل آفرینی چاہے کس قدر دل موہ لے اور جملوں کی نشست و خاست اپنی مثال آپ ہو اس کا میرے نزدیک صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے...... وہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ وقت آسانی سے گزر جائے۔ آسانی سے وقت گزرنے کے ساتھ سامعین پر علمی برتری کی دھاک بھی بیٹھ جائے۔ اکثر ماتحت افراد کے دلوں میں بھی بہت کچھ ہوتا ہے مگر وہ یہ باتیں محض پاسِ ادب میں سنتے رہتے ہیں۔ بعض اس بحث میں صدالفعتی حصہ عملی اپناتے ہیں تو کچھ مخالفانہ......

وہ ایسا ہی ایک روز تھا۔ محکمے میں یونین کے ریفرنڈم ہو رہے تھے لہٰذا کام وغیرہ تو تھا نہیں۔ میرے علاوہ کمرے میں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ہمارے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ عزیز صاحب دوسرے اسسٹنٹ ڈائریکٹر معراج صاحب جبکہ تیسرے معراج صاحب کے ایک دوست تھے۔ عزیز صاحب اور معراج صاحب دونوں مذہبی ذہن کے آدمی تھے لیکن اس دن دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ مذہبی ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ ان کے ذہن بھی ایک ہوں۔ ان کی بات چیت کا آغاز ایک فقہی مسئلے سے ہوا اور بحث در بحث یہ مکالمہ تقریباً سوا گھنٹہ تک طویل ہو گیا۔ اس بحث کی اہم بات یہ تھی کہ معراج صاحب مقلد تھے اور ائمہ کرام کی حمایت کر رہے تھے جبکہ عزیز صاحب غیر مقلد تھے اور تقلید کی بھرپور مخالفت میں رطب اللسان تھے۔ اس گفتگو میں طنز و تشنیع بھی ہوئی اور اکثر جگہ دوسرے کے ایمان پر بھی شک کا اظہار کیا گیا اور ظاہر ہے اس کا وہی نتیجہ نکلا جو ایسی لاحاصل بحث کا نکلتا ہے یعنی تین چار دن تک دونوں ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے رہے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد ایک نجی محفل میں قدرے کم تعلیم یافتہ دو افراد کے درمیان ہونے والی

گفتگو سننے کا موقع ملا۔ انہوں نے برملا ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور ایسا تکلیف دہ اور اخلاق کے منافی مباحثہ ہوا کہ محفل کے بڑوں نے اکٹھا ہو کر معاملہ رفع دفع کرایا مگر اس کا تکدر محفل کے اختتام تک سب کی طبیعت پر بار بنا رہا۔ ان دونوں حضرات میں بھی ایک مقلد تھے جبکہ دوسرے غیر مقلد.....

ان مباحث نے میرا ذہن اس جانب متوجہ کیا کہ اس مذہبی اختلاف کی بنیادی وجہ یا وجوہات کیا ہیں؟ اور کس طرح اس اختلاف کو ختم کیا جائے؟

مقلد اور غیر مقلد کی یہ بحث صدیوں پرانی ہے اور یقین جانئے اس کی ابتداء محض چند غلط فہمیوں کی بناء پر ہوئی لیکن اس عرصہ میں اکثر اس اختلاف میں شدت ہی آتی رہی۔ اسے ختم کرنے کی کم ہی کوششیں ہوئیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو مارنے مرنے پر تیار ہیں۔ جس وحدتِ اسلامی کی مثال حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دی کہ مسلمانوں کی مثال اس عمارت کی مانند ہے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔ وحدت کی اس عمارت کو تفرقہ اور عصبیت نے بارہا گرانے کی کوشش کی ہے۔ کیا کوئی صورت موجود ہے کہ امتِ مسلمہ سے جونک کی طرح لپٹے ہوئے ان اختلافات کو ختم کیا جاسکے؟ مقلد اور غیر مقلد کے درمیان کوئی مصالحت کی کوشش کی جاسکے؟

اس مضمون کو تحریر کرنے کا بنیادی مقصد ان اختلافات کے درمیان مصالحت کی راہ تلاش کرنا ہے۔ قارئین کرام کو یہ باور کرانا ہے کہ اس کی بنیاد محض چند غلط فہمیاں ہیں جو باآسانی دور کی جاسکتی ہیں اور یہ اختلافات فروعی ہیں جن کو اب شدید شکل دے دی گئی ہے۔ بات مزید آگے بڑھانے سے پیشتر ہم پہلے مقلدین اور غیر مقلدین کے خیالات اور اختلافات کی نوعیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ عام طور پر مقلد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنہوں نے خود کو فقہ کے امام یا خاص طبقہ فکر کے عالم سے وابستہ کیا ہوا ہے مثلاً حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہل تشیع نیز حنفیوں کے مزید فرقوں میں دیوبندی اور بریلوی زیادہ مشہور ہیں۔ یہ لوگ فقہ کو اسلامی زندگی کی اہم ضرورت قرار دیتے ہیں جبکہ غیر مقلد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو خود کو کسی بھی مسلک یا فقہ سے آزاد قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات قرآن و حدیث کو اتنا مکمل قرار دیتے ہیں کہ ان کے مطابق فقہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

آیئے اب ان دونوں مکتبہ فکر کے بنیادی خیالات کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ وہ تمام حضرات جو کسی امام کی پیروی کرتے ہیں یا جنہیں عُرفِ عام میں مقلد کہا جاتا ہے ان کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث کے بعد ایک مرحلہ قیاس یا رائے کا بھی آتا ہے۔ اسی کو "فقہ" کہا جاتا ہے۔ اس کا استدلال ایک معروف حدیث سے پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اکرم ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ اے معاذ تم وہاں فیصلے کس طرح کیا کرو گے انہوں نے جواب دیا" بکتاب اللہ "یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق۔ حضور ﷺ نے پوچھا اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ بن جبلؓ نے جواب دیا" بسنت رسول اللہ" یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کروں گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا اگر تم اس میں بھی نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ اس پر انہوں نے کہا" اجتهد برائی ولا آلو "یعنی میں اپنی رائے کے مطابق مسئلہ کے حل کی کوشش کروں گا۔ اس پر حضور ﷺ نے اطمینان کا اظہار کیا اور یمن کے گورنر کی حیثیت سے ذمہ داریاں ان کو عطا کر دیں۔ (بحوالہ مشکوٰۃ، ابو داؤد، ترمذی، دارمی)

اس روایت کی روشنی میں یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ دین کی تفہیم میں قرآن و سنت کے علاوہ عقلی قیاس، رائے یا عام فہم الفاظ میں فقہ سے بھی رہنمائی لی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ رائے قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ اس طبقہ فکر کے مطابق قرآن و سنت میں بہت سے احکامات وہ ہیں جن کی اتنی

وضاحت نہیں ملتی کہ ان کو سمجھا جاسکے۔ ان کے خیال میں ایسے مواقع پر قرآن و حدیث سے احکام کا استنباط کرنا نہایت وقت طلب اور دشوار ہوتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں عام آدمی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس معاملہ میں ہمارے امام یا فقہ کے دیگر علماء نے کیا فیصلہ دیا ہے۔ چونکہ ائمہ کرام نے دین کو سمجھنے میں پوری پوری عمریں صرف کردیں لہٰذا ان کے غور و فکر سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ان کی تقلید کرنی چاہئے۔ کسی عام آدمی میں اتنی سکت نہیں کہ دینی معاملات میں صحیح فیصلہ کر سکے وہ ناقص علم، کوتاہ فہم اور بے بصیرت ہے۔ چونکہ شریعتِ اسلامیہ کے صحیح حکم تک ہر کس و ناکس نہیں پہنچ سکتا اس لئے مخصوص افراد یعنی ائمہ کرام کو ملکۂ استنباط عطا فرمایا ہے کہ وہ دین کی شقوں پر غور و فکر کر کے احکامات استنباط کریں۔

دوسرا طبقہ فکر غیر مقلدین کا ہے جو تقلید کی بھرپور مخالفت کرتا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں اس قدر جامعیت ہے کہ کسی قیاس یا رائے کی ضرورت زائد از ہے۔ قرآن مجید کی تشریح احادیث نبوی ﷺ ہیں۔ اللہ کی آیات کا نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی شارح نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ ﷺ حاملِ قرآن ہیں۔ امتِ مسلمہ کو معمولاتِ زندگی میں جن اسلامی اصولوں کی ضرورت ہے وہ قرآن و حدیث میں موجود ہیں اور کھرے تکلے سے مل جاتے ہیں۔ یہ طبقہ فکر جلال الدین سیوطی، ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن القیم، شاہ ولی اللہ دہلوی، مولانا روم اور شیخ سعدی کے حوالے دے کر تقلید کی پرزور تردید کرتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آخر الذکر تینوں بزرگوں کے اقتباسات مقلد اور غیر مقلد دونوں طبقہ ہائے فکر دیتے ہیں۔

اس پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں نے مقلد و غیر مقلد کے متشدد اور غیر متوازن رویوں کی نفی کی ہے یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے اس اختلاف کی اعتدال پسندانہ راہ کا تعین کیا ہے مثلاً ابن حزم تقلید کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ان کی اس سخت بات پر شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں تحریر کرتے ہیں۔

" علامہ ابن حزم نے جو رائے قائم کی ہے کہ تقلید حرام ہے اور سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی اور کا قول لینا حلال نہیں، یہ ایک بے دلیل بات ہے "۔ اس بات کو بطور دلیل مقلدین پیش کرتے ہیں جبکہ اسی کتاب کے صفحہ 157 پر امام شافعی کے حوالہ سے درج ہے کہ امام شافعی نے لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کیا۔ اسی کتاب کے صفحہ 152 پر امام احمد بن حنبل کا قول درج کیا گیا ہے" میری تقلید نہ کرو، نہ مالک کی نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی وغیرہم کی۔ تم اسی جگہ سے علم حاصل کرو جہاں سے انہوں نے حاصل کیا (یعنی قرآن و سنت سے)"۔ تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب دونوں طبقہ ہائے فکر کے اختلافات کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ ابھی ہم نے مقلدین اور غیر مقلدین کے بنیادی خیالات کا جائزہ لیا۔ اس ضمن میں ہم نے زیادہ حوالہ جات جمع کرنے سے گریز کیا ہے کہ بحث مزید الجھ جائے گی اور اس کا بظاہر کوئی فائدہ بھی نظر نہیں آتا۔ اب ہم ایک اہم نکتہ کی جانب آتے ہیں کہ ان اختلافات کی اصل وجہ کیا ہے، کب اور کیسے ان اختلافات نے جنم لیا۔ اس کے بعد آخر میں ہم دونوں مکتبہ فکر کے خیالات میں راہِ اعتدال تلاش کریں گے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں علم فقہ، حدیث، صرف و نحو مروّج نہیں تھے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو عالم کی حیثیت سے کوفہ بھیجا چنانچہ وہ کوفہ میں لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔ یہاں انہیں ایک شاگرد ملے جن کا نام علقمہ نخعی تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بعد یہ جامع مسجد کوفہ میں بحیثیت مدرس معمور ہو گئے۔ ان کی وفات ہوئی تو یمنی النسل ابراہیم نخعی ان کے جانشین بنے۔ ابراہیم نخعی کے بعد ایرانی النسل حماد بن ابی سلیمان جانشین ہوئے۔ حماد بن ابی سلیمان کے شاگرد امام ابو حنیفہ تھے۔ انہوں نے "کتاب الرائے" نامی کتاب تحریر کی جسے

فقہ کی پہلی کتاب کہا جاتا ہے۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد در شاگرد امام ابو حنیفہ تھے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد در شاگرد امام مالک تھے۔ حضرت علیؓ کے قانونی احکامات حضرت زید بن علیؓ اور امام جعفر صادقؒ کے ذریعے آگے چلے۔ خوارج کا جو گروہ تھا وہ عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں پھر ان علماء کے شاگرد امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہ کے شاگرد محمد شیبانیؒ اور ابو یوسف۔ امام شافعیؒ کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے شاگرد داؤد ظاہری۔ غرض شیعہ سنی اور مقلد غیر مقلد کا اس دور میں تصور نہیں تھا سب ایک دوسرے کے شاگرد یا استاد تھے۔ (حوالہ خطبات بہاولپور از ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور میں اختلافات اگر موجود بھی تھے تو ان کی نوعیت اتنی شدید نہ تھی جتنی کہ دور حاضر میں ہے۔ نیز کئی کئی فقہا کسی ایک امام کے شاگرد بھی رہے۔ مثلاً حضرت امام جعفر صادقؒ کے شاگردوں میں یحییٰ بن سعید انصاری، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام مالک، امام ابو حنیفہ، ابایزید بسطامی اور جابر بن حیان شامل ہیں۔ نیز ایک ہی شخص کئی اساتذہ سے بھی تعلیم حاصل کر سکتا تھا جیسا کہ حماد بن ابی سلیمان، حضرت زید بن علیؓ اور حضرت امام جعفر صادقؒ تینوں اصحاب سے امام ابو حنیفہ نے رجوع کیا اور ان سے کسب تعلیم کے ثبوت ملے ہیں۔

اب ہم اس غلط فہمی کی جانب آتے ہیں جس کی بنیادیں اسی دور میں پڑیں جس کی وجہ سے مقلدین اور غیر مقلدین نے اپنی راہیں جدا کرلیں اور اختلافات کی شدید کشمکش سامنے آئی۔ اگر اسی دور میں اس کشمکش کا حل مل بیٹھ کر تلاش کرلیا جاتا تو شاید اگلی صدیاں خونریز مذہبی اختلافات سے محفوظ رہتیں۔ اس غلط فہمی کی جانب ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے خطبات بہاولپور کے صفحہ 130 میں یوں روشنی ڈالی ہے۔

"مسلمانوں میں جیسا کہ آج ہے، پرانے زمانے میں بھی کچھ لوگ قدامت پسند تھے اور کچھ جدت پسند۔ ان دو متضاد رجحانات کے لوگ ہر معاشرے اور ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ بہر حال اس زمانے میں اگر بعض لوگ حدیث کی تعلیم پانے اور جمع کرنے کے کام میں مشغول تھے تو کچھ لوگ دوسرے علوم سے دلچسپی رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض فقہاء جنہیں قانون کے علم سے دلچسپی تھی، منطق اور فلسفہ کی مدد سے اسلامی فقہ کو ترقی دینے میں مشغول تھے۔ ان کی توجہ حدیث کی طرف سے ہٹ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امام شافعیؒ کے زمانے میں اہل حدیث اور اہل الرائے میں ایک شدید کشمکش پیدا ہو گئی۔ اہل حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ احکام و اقوال کو جمع کرتے اور مطالعہ کرنے میں مشغول تھے اور اہل الرائے سے مراد وہ فقہاء تھے جو اسلامی فقہ کو جمع کرتے اور قیاس و استنباط کی مدد سے اس کو ترقی دینے میں مشغول تھے۔ دونوں میں کشمکش اس بنا پر تھی کہ اہل الرائے کو حدیث سے واقفیت کم تھی اور وہ اس بات کو فرض کر لیتے تھے کہ حدیث میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔ اس سکوت کے باعث وہ قیاس کر کے نئے احکام دیا کرتے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ اس مسئلے کے متعلق حدیث میں ذکر موجود ہوتا لہٰذا اہل حدیث کہتے یہ لوگ تو کافر ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے اسے نظر انداز کرتے ہیں"۔

اس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ اہل حدیث اور اہل الرائے کے درمیان یہ اختلاف کس طرح اور کیوں پیدا ہوا۔ اہل حدیث آگے چل کر غیر مقلد کہلائے جبکہ اہل الرائے نے فقہاء کی اتباع کی اور آگے چل کر مقلد کہلائے۔ اب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ ان طبقہ ہائے فکر کے اختلافات کو کیونکر ختم کیا جاسکتا ہے؟

ان اختلافات کی سب سے بڑی وجہ شدت پسندی ہے۔ غیر مقلدین دین میں تحقیق و تدقیق پر زور دیتے ہیں اور تقلید کی پرزور مذمت کرتے ہیں مگر شاید اس بات پر غور نہیں کیا جاتا کہ وہ احادیث مبارکہ کی کتابوں کی تقلید

کر رہے ہیں جو قریب قریب اسی دور میں مدون کی گئیں جب فقہ مدون ہو رہا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تقلید سے مفر نہیں ہے۔ وہ لوگ بھی تقلید پر عمل پیرا ہیں جو سراسر اس کا انکار کر رہے ہیں۔ اسی بات کو ایک عام مثال سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ غیر مقلدین کے کسی مکتب میں بھی تعلیم کا بنیادی اصول وہی ہے جو دوسرے تمام علوم میں ہوتا ہے یعنی بچہ کو استاد بتاتا ہے بولو "الف" تو وہ بغیر کسی پس و پیش کے الف کہہ دیتا ہے۔ استاد کہتا ہے بولو "با، تا، ثا" اور بچہ بھی بلاتردید استاد کے کہے ہوئے الفاظ دہرانے لگتا ہے۔ تعلیم کا یہ سلسلہ بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے تک جاری رہتا ہے۔ طالب علم مکتب میں استاد سے صحیح بخاری پڑھتا ہے استاد اس کی جو تشریح کرتا ہے وہ من و عن اسی کو قبول کرتا ہے۔ اس وقت یہ بات زیر بحث نہیں آتی کہ وہ اولاً اپنے استاد کی تقلید کر رہا ہے ثانیاً امام بخاری کی۔ ثالثاً امام بخاری نے جن راویوں سے مرویات لی ہیں ان کی بات کی تقلید کر رہا ہے۔ غرض تقلید سے مطلقاً پرہیز ممکن ہی نہیں ہے۔ ہر شخص تقلید کسی نہ کسی معنوں میں کر رہا ہے۔ اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ کس کی تقلید کی جائے۔ ہر مکتبہ فکر کھلے لفظوں میں اپنے مسلک کے نظریات پر کاربند رہنے اور اس کے اصولوں کے اتباع کی دعوت دیتا ہے جسے تقلید کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری طرف بعض مقلدین کا یہ کہنا کہ دین میں تحقیق و تدقیق کا دروازہ مخصوص دور کے ائمہ کرام کے بعد بند ہو گیا ہے درست نہیں کیونکہ قرآن مجید میں سات سو پچپن آیات میں تلاش و جستجو کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ دعوت دور نبوی کے انسان سے قیامت تک کے انسان کے لئے عام ہے۔ دراصل یہ بات ائمہ کرام کی تعلیمات کے بھی منافی ہے کیونکہ انہوں نے قرآن و سنت کو اپنی رائے پر فوقیت دی ہے بلکہ انہوں نے قرآن و سنت ہی کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی رائے قائم کی۔ چنانچہ ائمہ کرام سے ایسے اقوال منقول ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ اگر قرآن و سنت کے سامنے رائے میں کوئی فرق محسوس ہو تو رائے کو رد کر دیا جائے۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کا قول ہے "اترکو اقولی بخبر الرسول" یعنی جہاں کہیں میرے قول کو خبر رسول کے خلاف پاؤ اس کو چھوڑ دو۔ امام شافعی کا قول ہے "لاتقلدنی فی کل ما اقول" یعنی میری ہر بات کی تقلید نہ کرو۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا "تم میری تقلید کرو نہ مالک، ثوری اوزاعی کی تقلید کرو۔ تم اسی جگہ سے علم حاصل کرو جہاں سے انہوں نے حاصل کیا" یعنی کتاب و سنت سے۔

اندھی تقلید کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود فقہ کے ماننے والوں میں بھی بے شمار اختلافات ہو گئے۔ ائمہ اربعہ کے بعد جب ان کے آراء و خیالات کی تدوین ہوئی ان پر شرحیں لکھی جانے لگیں اور مدرسوں میں مباحثوں کا آغاز ہوا تو ظاہر ہے جس ماحول میں لوگوں نے تعلیم حاصل کی اسی کا رنگ نظر آنے لگا۔ اس دور میں محمد شیبانی نے اپنی کتابوں میں یہ فقرہ استعمال کیا" وبه قال ابوحنيفه وعامة فقهائنا " یعنی ابو حنیفہ اور عام فقہاء نے کہا۔ بعد کے فقہاء و علماء نے "عندنا" کے الفاظ استعمال کئے۔ اس طرح تیسری صدی ہجری کے آخر میں گروہ بندی شروع ہو گئی تھی مگر کوئی اپنے نام کے ساتھ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی نہیں لکھتا تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے بعد سے تقلید کا عام طور پر رواج ہو گیا تھا۔ اس کا تذکرہ شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں تفصیلاً کیا ہے۔ ہر گروہ کی کتابیں اور ان کی شرحیں الگ الگ لکھی جانے لگیں اور اپنے اپنے مسلک کو کتاب و سنت کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ہر ایک عالم اپنے آپ کو کسی ایک مسلک کے ساتھ منسوب کرنا لازمی خیال کرتا تھا اور اپنے نام کے ساتھ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی ضرور لکھتا تھا۔ پھر ہر گروہ کے علماء کے تذکرے الگ الگ مرتب کئے جانے لگے جیسے طبقات الحنفیہ، طبقات المالکیہ، طبقات الشافعیہ، طبقات الحنابلہ ہر گروہ کی مسجدیں اور مدرسے الگ ہو گئے جہاں اسی مسلک سے ہم آہنگ کتابیں پڑھائی جاتیں۔ آگے

چل کر مصر میں ۶۶۳ھ سے چاروں مسالک کے قاضی الگ الگ مقرر ہونے لگے جنہیں فتوے دینے کے وقت اپنے ہی مسلک کی پابندی کرنی پڑتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے سامنے کوئی سوال پیش ہوتا تو کتاب و سنت کے نصوص کو پیش کرنے کی بجائے فقہی کتابوں کے اقتباسات کو پیش کردینے پر اکتفا کرتے تھے۔

اگر تقلید کا مطلب یہی ہے تو اس سے تو امت مسلمہ کو فائدہ کے بجائے نقصان ہی ہوا ہے اور یقیناً ائمہ کرام نے یہ کبھی نہیں چاہا ہوگا کہ ان کی مجتہدانہ کوششوں کے نتیجہ میں مدون ہونے والے فقہ کو لوگ تفرقہ و تعصب کے لئے استعمال کریں۔ ائمہ کرام آپس میں اتنے قریب تھے کہ سب ایک دوسرے کے استاد، شاگرد یا ہمعصر تھے۔ کیا وہ یہ چاہیں گے کہ ان کے نام لیوا، ان کے ہمعصر، استاد یا شاگرد کو برا بھلا کہہ کر امت مسلمہ میں افتراق وانتشار پیدا کریں؟

غیر مقلد یہ سمجھتے ہیں کہ تقلید سے لوگ دین سے دور ہوگئے ہیں اس لئے تقلید کی ہی تردید کردیتے ہیں جبکہ مقلدین کو اس بات سے دلی تکلیف پہنچتی ہے کہ ان کے امام کو غیر اہم قرار دیا جائے۔

تحقیق اور غور وفکر انسانی تجسس کا ایک حصہ ہے۔ معلوم انسانی تاریخ میں انسان نے اپنا ارتقائی سفر پتھر کے دور سے کیا اور تجسس و تلاش کی بدولت اب اس قابل ہوچکا ہے کہ صنعت و حرفت اس کے آگے گھٹنے ٹیک چکی ہے۔ کمپیوٹر ٹیکنالوجی، فلکیاتی سائنس اور کوانٹم فزکس نہ جانے کتنے علوم ہیں جو اس بات کے غماز ہیں کہ انسان نے غور وفکر اور تحقیق کی صلاحیت سے فائدہ اٹھایا اور اس کے ثمرات سے مستفید ہورہا ہے۔ یہ غور وفکر کی صلاحیت انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ اسی انسانی سرشت کی تسکین کے لئے قرآن مجید میں سات سو چھپن آیات میں انسان کو غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔

دین صرف اسلام کے ظاہری ارکان، نشست و برخاست اور چند ضروری ارکان کی ادائیگی تک محدود نہیں ہے بلکہ دین اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرز فکر کا نام ہے۔ ایسی طرز فکر جو پیغمبران علیہم السلام کے بتائے گئے اصولوں کے مطابق ہو۔ یہ طرز فکر قرآن وحدیث کی ظاہری، باطنی اور معنوی حقیقتوں تک رسائی حاصل کرنے کا ذوق پیدا کرتی ہے۔ مسلمانوں میں عام طور پر غور وفکر اور تحقیق کا جو تصور موجود ہے وہ کسی مخصوص علم سے منسلک ہے۔ مثلاً کوئی احادیث مبارکہ کے راویوں، اور ادوار کے مطالعہ کو ہی تحقیق قرار دیتا ہے۔ بعض فقہ، فلسفہ، علم الکلام اور صرف ونحو کو ہی تفکر سے قریب تر پاتے ہیں۔ دور جدید میں ایک طبقہ ایسا ہے جو قرآن مجید کا مطالعہ سائنسی تناظر میں کرتا ہے۔ یہ تمام انداز ہائے فکر تحقیق میں جزئی طور پر تو شامل ہیں لیکن اسے مطلقاً قرآن مجید کا نظریہ تفکر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قرآن مجید نے اجتماعی بات کی ہے۔ یہ انداز تخاطب تمام علوم کا احاطہ کرتا ہے۔ قرآن مجید کا انداز اتنا جامع اور خوبصورت ہے کہ ہر ذہن، ہر شعوری سطح، زمانہ اور علم کے تجسس پر پورا اترتا ہے۔

امت مسلمہ میں تفرقہ پڑنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہر طبقہ فکر کا خیال یہ ہے کہ ان کی تحقیق اور غور وفکر مطلقاً قرآن مجید کے نظریہ تفکر کے مطابق ہے۔ حالانکہ وہ اس کا صرف ایک جزو ہے۔ اب ہم دوبارہ اپنے موضوع پر آتے ہیں۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ قرآن وحدیث میں سارے احکامات موجود ہیں اس لئے ان پر تحقیق کرنی چاہئے بالکل بجا ہے لیکن ان کو دوسرے مکاتب فکر کو بھی یہ موقع دینا چاہئے کہ اگر ان کی دلچسپی دوسرے علوم میں ہے تو ان کو بھی قرآن میں تفکر کا موقع دیں۔ کوئی بھی اعتدال پسند مفکر جب ائمہ کرام کی کوششوں پر نظر ڈالتا ہے تو یہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے سارے کام قرآن و سنت کو مقدم جان کر کئے۔ ان حضرات کے درمیان گروہ بندیاں نہ تھیں۔ ہمارے اس اختلاف کی بڑی وجہ اجتہاد سے عدم دلچسپی بھی ہے۔ اجتہاد اسلام کا بہت ترقی پسند پہلو ہے۔ انسانی تجسس

(بقیہ صفحہ نمبر 58 پر ملاحظہ کیجئے)

امتحان میں نمایاں کامیابی کے گُر

امتحان، ایک طالب علم کے تعلیمی سفر کا سب سے فیصلہ کن موڑ ہوتا ہے جہاں اسے اپنی علمی استعداد کا بہتر انداز میں مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ امتحان میں نمایاں کامیابی کیسے حاصل کی جائے.....؟ اس کے آسان گر اور روحانی بزرگوں کے آسان و مجرب وظائف پیش کئے جارہے ہیں۔

احسن عظیم محامد

مارچ اور اپریل میٹرک اور انٹر کے طالب علموں کے لئے بڑے مصروف دن ہوتے ہیں۔ انہی مہینوں میں امتحانات بھی شروع ہوتے ہیں چنانچہ تعلیمی سرگرمیاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں۔ امتحان کے دنوں میں طالب علموں پر ذہنی دباؤ بھی ہوتا ہے۔ بعض کو تو خواب میں کمرۂ امتحان اور ممتحن بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ بعض امتحان میں کامیابی کے لئے تعلیم پر توجہ کے ساتھ ساتھ نماز اور ورد و اذکار بھی شروع کردیتے ہیں۔

ایسے ہی طالب علموں کے لئے ہم نے کئی تجربہ کار اور ماہر اساتذہ سے مشوروں کے بعد یہ مضمون تیار کیا ہے۔ اس کے مندرجات امتحان اور عام تعلیمی سال دونوں میں یکساں قابل استفادہ ہیں۔

تعلیم کو خود پر سوار نہ کریں

ایک عزیزہ کے میٹرک کے امتحانات سر پر تھے۔ بیچاری پورے دن کتابیں لئے بیٹھی رہتی۔ پچھلا سبق یاد کرتی تو اگلا بھول جاتی اور جب اگلا یاد کرتی تو پچھلا...... الغرض یہ بوجھ خود پر اس قدر طاری کیا کہ امتحان سے ایک روز پہلے اس کا شعور جواب دے گیا۔ کئی دنوں سے نیند بھی پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے آنکھوں کی پتلیاں اوپر چڑھ گئیں ہوش وخرد سے بیگانہ ہوگئی اور نیند اڑ گئی۔ امتحان دینے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا گھر والوں نے سمجھا کہ کسی نے جادو کردیا ہے۔ یہ سوچ کر مرکزی مراقبہ ہال میں عظیمی صاحب سے بالمشافہ ملاقات کے لئے رجوع کیا۔ لڑکی کی حالت اتنی خراب تھی کہ ٹیکسی سے اترنا بھی ممکن نہیں تھا چنانچہ عظیمی صاحب بنفس نفیس خود مراقبہ ہال سے باہر تشریف لائے۔ لڑکی کو دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ "شدید ذہنی دباؤ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے۔ آپ صرف یہ کوشش کریں کہ ان کو نیند آجائے۔ سوکر اٹھیں گی تو ٹھیک ہوجائیں گی"۔ گھر والوں کے ذہن میں یہ تھا کہ کسی نے سفلی عمل کرادیا ہے۔ اس لئے انہوں نے سمجھا کہ عظیمی صاحب نے توجہ سے دیکھا نہیں ہے۔ اب انہوں نے ایک عامل سے رجوع کیا تو اس نے ہزاروں روپے اینٹھ لئے۔ بہر حال یہ معاملہ بگڑتا چلا گیا جس کی تفصیل ایک الگ داستان ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو تعلیم سے آگہی حاصل کرنا ہے، اپنے شعور میں پختگی پیدا کرنی ہے اس کے تمام مقصد کو بالائے طاق رکھ کر اپنی اور دوسروں کی پریشانی کا سبب نہ بنیں۔ تعلیم کو خود پر سوار کرلینے کا یہ طریقہ ہرگز درست نہیں ہے۔ یہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ طالب علم نے سال کا بڑا حصہ ضائع کیا ہے۔ تعلیم کا آسان حصول اسی صورت میں ممکن ہے جب تھوڑا تھوڑا اور پورے سال پڑھا جائے۔ اگر آپ کے پاس وقت کم ہے تو اساتذہ کے مشوروں سے ایسے سوالات ذہن نشین کریں جن کے پرچہ میں آنے کی زیادہ امید ہے اگر مزید وقت ہو تو چند سوالات مزید یاد کرلیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ذہن پر اتنا ہی بوجھ ڈالیں جو وہ سہار سکے۔ امتحان کے دنوں میں سبق

دہرایا جاتا ہے اگر نئے سبق یاد کرنے کے چکر میں پڑ گئے تو ذہن پر زیادہ بوجھ پڑے گا اور وقت بھی بہت ضائع ہوگا۔

سوالات کی ترتیب بنالیں

بعض طالب علم یہ صریح غلطی کرتے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے سوالات رٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس عمل میں بہترین پلاننگ کی ضرورت ہے۔ ہر سبجیکٹ کے حوالہ سے سوالنامہ بنائیں۔ سوالات کی تعداد آپ پر منحصر ہے آپ چاہیں تو ابواب کی مناسبت سے ترتیب بنا سکتے ہیں۔ زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ سوالات کی ترتیب میں یہ دیکھیں کہ کون سا سوال امتحان میں آنے کی زیادہ امید ہے۔ اس طرح سب سے اہم سوال کو سب سے پہلے پھر نسبتاً کم اہم سوالات تحریر کرتے چلے جائیں۔ جب سوالنامہ تیار ہو جائے تو اپنے استاد کو دکھا دیں ممکن ہے وہ بھی کسی سوال کو اوپر یا نیچے کر دیں۔ سوالنامہ بن جائے تو اس کے مطابق متعلقہ سبجیکٹ کی تیاری شروع کر دیں۔ یہ سوالنامہ عین امتحان کے دنوں میں بنانا درست نہیں ہے۔ یہ کام پہلے سے کر کے تیاری کرنی چاہئے۔

معمول اور عادت

ایک مخصوص جگہ اور وقت پر مطالعہ کی عادت ہم کو پڑھنے کی بہتر تحریک کرتی ہے۔ کیوں کہ گردو پیش کا تعلق ہمارے معمول پر اثر انداز ہوتا ہے۔ میز پر بیٹھتے ہی ہم مطالعہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور پھر یہ معمول ہماری عادت بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مطالعہ کا سامان تلاش کرنے میں بلاوجہ وقت ضائع نہیں ہوتا کیوں کہ جب ہم ہر روز ایک ہی جگہ مطالعہ کرتے ہیں تو ہر چیز اسی جگہ رکھنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ یہ عادت امتحانات میں آپ کو بہت فائدہ دیتی ہے۔

انتشار خیال پر کیسے قابو پائیں

اگر مطالعہ کی میز پر مطالعہ کے سامان کے علاوہ غیر ضروری چیزیں مثال کے طور پر خطوط، تصاویر وغیرہ رکھی ہوئی ہیں تو آپ فوری طور پر مطالعہ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے اور نہ انہماک کے ساتھ مطالعہ کر سکیں گے۔ آپ حیران ہوں گے کہ مطالعہ کی طرف دھیان کیوں نہیں لگ رہا ہے۔ گردو پیش پر نظر ڈالئے۔ جو بھی چیز توجہ کو بھٹکانے کا سبب بنتی ہے اس کو ہٹا دیجئے۔ دیوار بھی صاف رکھئے۔ اس پر کوئی تصویر وغیرہ نہ لگائیں۔ باوجود یہ کہ کالج کی لائبریری میں بھی توجہ میں انتشار پیدا کرنے والی مختلف چیزیں ہو سکتی ہیں لیکن پھر بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ جو طالب علم لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ کرتا ہے وہ یکساں ذہانت والے دوسرے طالب علم سے جو کہیں اور مطالعہ کرتا ہے عموماً بہتر نمبر حاصل کرتا ہے۔ لائبریری میں مطالعہ کی تمام کتب موجود ہوتی ہیں۔ حوالہ جات کے لئے دوسری کتب بھی مل جاتی ہیں۔ میز پر کشادہ جگہ ہوتی ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ مطالعہ کا ماحول ہوتا ہے۔

مطالعہ کے دوران موسیقی

مطالعہ کو معمولات میں اگر شامل کر لیا جائے تو اس سے بہت سے طلباء انتشارِ خیال پر قابو پا لیتے ہیں۔ مطالعہ کے دوران معمولی چیزوں سے ان کی توجہ نہیں بھٹکتی۔ بہت سے طلباء مطالعہ کے دوران ہلکی آواز سے اپنا ٹیپ ریکارڈ آن کر کے پسندیدہ دھن لگا لیتے ہیں۔ اس سے مطالعہ میں انہماک بڑھ جاتا ہے۔ بعض طالب علم ٹہل کر سبق دہراتے ہیں یہ بھی مطالعہ میں دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے مگر اس میں صرف آپ پڑھ سکتے ہیں لکھنا ممکن نہیں ہے۔

غائب دماغی

خیالات میں انتشار پیدا کرنے کا ایک سبب غائب دماغی بھی ہے۔ طلباء و طالبات کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ کوشش کے باوجود وہ پورے انہماک سے مطالعہ نہیں کر پاتے۔ کلاس میں خاموشی ہے، کتاب کھلی ہے، میز پر کاپی اور قلم موجود ہے لیکن ذہن ہے کہ مطالعہ پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے خیالی پلاؤ پکانے میں مصروف ہے۔ اس صورت حال سے بہت سے طلباء و طالبات دوچار رہتے ہیں۔

امتحان میں کامیابی کے لئے وظائف

دعا اور کوشش دونوں جاری رکھیں۔ روزانہ مطالعہ کے ساتھ وقت نکال کر جو بزرگان دین کے بتائے ہوئے وظائف سے روحانی مدد بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ "جو شخص روزانہ سوتے وقت بستر پر ہاتھ رکھ کر ایک سو ایک مرتبہ یاباعث پڑھے اللہ تعالیٰ اس کا دل علم و حکمت کے لئے کھول دیتے ہیں۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ: نماز مغرب کی دو رکعت نفل میں ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص (قل ھو اللہ) پڑھیں پھر سلام کے بعد نوافل، اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ مندرجہ ذیل کلمات سو مرتبہ پڑھ کر اللہ سے امتحان میں کامیابی کے لئے دعا مانگیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ٥

خواجہ غریب نواز معین الدین چشتیؒ: فجر کی نماز کے بعد ایک تسبیح مندرجہ ذیل آیت پڑھنے سے ذہنی استعداد و علم میں ترقی ہوتی ہے۔

منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا
نخرجکم تارۃ اخری

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ:

یابدیع العجائب بالخیر یابدیع

ایک سو ایک مرتبہ پڑھ کر اللہ سے امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کریں۔ یہ عمل باقاعدہ روزانہ کریں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ: جمعرات کو بعد نماز عشاء پانچ سو بار یامجیب پڑھ کر اللہ سے دعا کریں۔

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ: اسماء ذیل چینی کی پلیٹ پر زعفران سے لکھ کر تین سات یا گیارہ دن پئیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاقیوم یارب موسیٰ ھارون و عیسیٰ

خواجہ شمس الدین عظیمی: عشاء کی نماز کے بعد اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ تین سو مرتبہ الملک القدوس الملک القدوس الملک القدوس پڑھ کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ یہ عمل امتحان کا نتیجہ آنے تک جاری رکھنا چاہئے۔

☆☆☆

خیالی پلاؤ پکانے کی عادت بیشتر طلباء کو عام طور پر طالب علمی کے دور میں ہوتی ہے۔ یہ عادت خیالات کو منتشر کر کے مطالعہ میں خلل پیدا کرتی ہے اس لئے ہمیں حقیقت پسندی کی عادت اپنانا چاہئے اور صرف ایسی خواہشات کی پرورش کرنا چاہئے جو ہمارے مقصود زندگی سے تعلق رکھتی ہوں اور جن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمارے اندر عملی صلاحیت اور وسائل موجود ہوں۔ بے مقصد خیالی پلاؤ پکانے کی عادت ہمارے مطالعہ اور کامیابیوں کی راہ میں حائل ہوتی ہیں اس لئے ایسی عادت سے اجتناب کرنا چاہئے۔

شور و غل

اگر شوق اور تحریک تیز ہو تو کسی قسم کا انتشار خیال پیدا نہیں ہوتا۔ طلباء و طالبات کی بڑی تعداد شور و غل سے بے پرواہ ہو کر پورے انہماک سے مطالعہ کر لیتی ہے۔ ماہرین نفسیات نے ایک تجربے سے دریافت کیا کہ بیشتر حضرات شور و غل کے ماحول میں بھی اسی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں جو خاموش اور پرسکون ماحول میں کرتے رہے ہیں۔ شور و غل کے ماحول میں عضلات کا تناؤ، قلب کی شرح اور آکسیجن کی کھپت کسی قدر بڑھ جاتی ہے جس سے چستی اور کارگزاری میں بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

مقررہ ہدف سے زیادتی نہ کریں

ایک ہی نشست میں حد سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت مواد کو پوری طرح سمجھنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ اس وجہ سے جس چیز کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس پر عبور حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح جب آپ تیزی کے ساتھ پڑھتے ہیں تو آپ کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ جو کچھ پہلے مطالعہ کر چکے ہیں اور جو اب کر رہے ہیں اس میں ربط قائم رکھ سکیں اس طرح بہت سی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر تسلسل سے مطالعہ کے بجائے عین امتحان کے قریب تیاری کی جائے تو بھی یاد رکھنے میں دشواری ہوتی ہے اس لئے رات کو دیر تک جاگ کر مطالعہ کرنا پڑتا ہے جس سے حافظہ پر غیر ضروری بوجھ پڑتا ہے اس لئے طلباء امتحان کے وقت وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں جس کا عجلت میں اور رات گئے تک مطالعہ کیا ہوتا ہے اور ساری محنت ضائع ہو جاتی ہیں۔

ماہرین نفسیات نے اس سلسلے میں بہت سے تجربات

کئے ہیں۔ جن سے رہنمائی ملتی ہے۔ پانچ افراد کو کالج کی درسی کتاب کے چند پیراگراف دو مختلف طریقوں سے پڑھنے کے لئے دیئے گئے۔ پہلا طریقہ یہ تھا کہ اس مواد کو ایک ہی نشست میں پانچ بار تواتر سے پڑھا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ پانچ دن تک اس کو ہر روز صرف ایک بار پڑھا جائے۔ جہاں تک فوری یاد آوری (Recall) کا تعلق ہے دوسرا طریقہ قدرے بہتر (دو فیصد) ثابت ہوا اور دو ہفتے کے بعد اس کی برتری بیس فیصد بڑھ گئی۔ چار ہفتے بعد اس کی آموزش میں اور اضافہ ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب کسی مواد کو زیادہ عرصہ تک یاد رکھنا ہو تو ہدف سے زیادہ مطالعہ کم مفید ثابت ہوتا ہے۔

مطالعہ کا دورانیہ بہت مختصر یا بہت طویل ہو سکتا ہے لیکن تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلسل مشق کے مقابلے میں وقفے وقفے آرام کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو یہ زیادہ مفید رہتا ہے اور زیادہ مدت تک یاد رہتا ہے۔

لیکچر کاغذ پر اتارنا

کلاس میں استاد کا لیکچر لکھنا بظاہر غیر ضروری محسوس ہوتا ہے کیوں کہ بعض اساتذہ تیز بولتے ہیں اس لئے ایسا کرنا دشوار ہوتا ہے اور بعض خاکوں اور اعداد و شمار کے ذریعہ پڑھاتے ہیں تاکہ مضمون وضاحت کے ساتھ ذہن نشین ہو جائے اس سے مستعد اور ذہین طالب علم کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ استاد اپنے لیکچر میں چند اہم نکات پر زور دینا چاہتا ہے جس کو وہ مختلف مثالوں اور خاکوں کے ذریعہ واضح کرنا چاہتا ہے۔ اگر طالب علم لیکچر نوٹ کرنے میں مصروف ہو جائے تو ان خاکوں، اعداد و شمار اور مثالوں پر پوری توجہ نہیں دے سکتا اور وہ اہم نکات ذہن نشین نہیں ہو پاتے۔ یوں اگر وہ ان بے ترتیب لکھے ہوئے نوٹس کا مطالعہ گھر جا کر کرے تو مفہوم پوری طرح واضح نہیں ہوتا اور بہت سے وہ سوالات ذہن میں آتے ہیں جن کو وہ کلاس میں نہیں پوچھ سکا تھا کیوں کہ اس وقت نوٹس لکھنے میں مصروف تھا۔ کلاس کا وقت استاد کا لیکچر لکھ لینے کے لئے نہیں ہے بلکہ جو نکات سمجھ میں نہ آسکیں ان پر سوالات اٹھانا چاہئیں اور استاد سے ان کے جواب طلب کرنے چاہئیں اس لئے طالب علم کو کلاس کے لیکچر پوری توجہ سے سننا چاہئیں اور جہاں ضرورت محسوس ہو سوالات کرنے چاہئیں جس کا موقع بعد میں نہیں ملے گا۔

سبق کو حفظ کرنے کی عادت

اس عادت میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے اور مفہوم ذہن نشین نہیں ہوتا۔ آپ اس کا تجربہ یوں کریں کہ کسی کہانی کو جو آپ نے سنی یا پڑھی ہو لفظ بہ لفظ لکھنے کی کوشش کریں۔ آپ کو شدید دشواری ہو گی۔ لیکن اس کے مرکزی خیال کو اپنے الفاظ میں آپ آسانی سے لکھ لیں گے۔ آپ کا ممتحن بھی یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آپ نے سبق کے مرکزی خیال کو کس حد تک ذہن نشین کیا ہے۔ وہ کتاب میں تحریر سبق کو لفظ بہ لفظ نہیں پڑھنا چاہتا۔ ہر سبق کا مرکزی خیال اپنے الفاظ میں بیان کرنے کے لئے اس کا پوری توجہ سے مطالعہ کریں۔ اس کو حفظ کرنے میں اپنی محنت ضائع نہ کریں۔

اپنی صحت سے بے رغبتی

بعض طلباء امتحان کے دنوں میں صحت کی طرف سے لاتعلق ہو جاتے ہیں۔ رات کو دیر تک جاگتے ہیں۔ نیند کا وقفہ کم کر لیتے ہیں۔ مناسب غذا لینے سے احتراز کرنے لگتے ہیں۔ یاد رکھئے کم سونے سے حافظہ پر اثر پڑ سکتا ہے۔ اس لئے معمول کے مطابق نیند لیں نیز متوازن غذا بھی لیتے رہیں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ اگر آپ خدانخواستہ بیمار پڑ گئے تو امتحان کیسے دیں گے؟ اپنی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ امتحان کے دنوں میں بادام اور سونف کا استعمال کریں اس سے حافظہ بہتر ہو گا اور نظر بھی تیز ہو گی۔ زود ہضم غذائیں لیں دودھ اور پھل فروٹ باقاعدگی سے لیں۔ اگر وقت نکال سکیں تو صبح کچھ دیر ورزش بھی کریں۔ اس سے جسم و دماغ میں چستی پیدا ہو گی۔

دوسری بیوی ......؟

لڑکیوں کی شادی ہمارے معاشرے کا غور طلب مسئلہ ہے۔ اس موضوع پر روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر مضامین اور لوگوں کی رائے اکثر و بیشتر شائع ہوتی رہتی ہے۔ خرم اعجاز صاحب نے اس مضمون میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر مردوں میں ایک سے زائد شادی کا رجحان فروغ پاجائے تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ خرم اعجاز کی تحریر پر اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے ہم قارئین کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ اس مضمون کے مندرجات پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

خرم اعجاز

اچھے ہسپتالوں اور کلینک کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہاں سکون کی فضا قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ معاشرتی ذمہ داری بھی ہے اسی لئے بعض ہسپتالوں کے باہر ایک ٹریفک سائن بورڈ کے ذریعے پیغام دیا جاتا ہے کہ یہاں ہارن بجانے سے پرہیز کیا جائے۔ میرے ایک دوست ماہر ڈاکٹر ہیں اور ذاتی کلینک میں تقریباً دو عشروں سے پریکٹس کر رہے ہیں۔ ان سے پہلے اکثر ملاقات رہتی تھی مگر اب مصروفیات میں کچھ ایسے الجھ گئے ہیں کہ وقت نکالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنی چھوٹی سی کلینک میں مریضوں کے سکون و آرام کے لئے خصوصی انتظامات کئے ہوئے ہیں۔ کم از کم میں نے وہاں کبھی تکدر کی فضا نہیں دیکھی سوائے ایک ملاقات کے......

ہوا کچھ یوں کہ اتوار کا روز تھا۔ چند گھریلو کام نمٹانے کے بعد فراغت ملی تو میں ڈاکٹر صاحب کی کلینک پہنچ گیا کاؤنٹر پر موجود اسسٹنٹ سے اپنی آمد کا عندیہ بھجوایا تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے اندر ہی بلوالیا۔ وہاں دائیں دروازے سے مرد اور بائیں سے خاتون ایک ایک کرکے آتے اور نسخہ لے کر واپس ہو جاتے۔ بائیں دروازے سے کچھ پرے ایک بڑا پردہ پڑا ہوا تھا جس کے پیچھے ایک بیڈ تھا۔ پردے کی وجہ سے مریض تو دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر قدرے اونچائی پر آویزاں ڈرپ قطرہ قطرہ چلتی دکھائی دے رہی تھی۔ علیک سلیک کے بعد ہم دونوں کے درمیان کافی دیر خاموشی رہی اور ڈاکٹر صاحب اپنے مریضوں کی طرف متوجہ رہے۔ اسی اثناء میں ایک پسماندہ سی عورت اپنے شیر خوار بچے کے ہمراہ داخل ہوئی۔ غالباً وہ ڈاکٹر صاحب سے پہلے بھی علاج کرا چکی تھی کیونکہ بچے کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے عورت کے شوہر کے بارے میں پوچھا۔ پھر کیا تھا گویا یہ بارود میں چنگاری لگانے کی بات تھی۔ عورت نے ابتداء شوہر سے کی اور پھر اپنی سوکن کو بری طرح کوسنے لگی۔ کوسنوں کے علاوہ غریب سوکن کو وہ جن مغلظات سے نواز رہی تھی ان کا بیان ناقابل تحریر ہے۔ اس واقعہ میں کلائمکس اس وقت آیا جب بائیں جانب کا پردہ سرکا۔ وہ ایک مریضہ تھی جسے ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ مریضہ نے پہلے سر سے پاؤں تک عورت کو دیکھا اور بولی تم میرے شوہر کو مغلظات کیوں بک رہی ہو۔

دراصل جس مرد کا تذکرہ ہو رہا تھا یہ دونوں اس کی بیویاں تھیں اور اس شخص کی حسن تدبیر دیکھئے کہ دونوں بیویوں کی اب تک ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں سوکنوں کی پہلی ملاقات تھی۔ عورت نے مریضہ کو گھور کر دیکھا اور اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ اس کی سوکن ہے۔ اب کلینک میں جو شور بپا ہوا وہ بیان کرنے سے زیادہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ عورت نے رو رو کر بتایا کہ میرے پانچ بچے ہیں۔ نہ جانے شوہر کو کیا سمائی کہ کچھ دن پہلے دوسری شادی کر لی۔ غصہ کی شدت سے عورت کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے اگر سوکن کے ڈرپ نہ لگی ہوتی تو تیور یہ بتا رہے تھے کہ وہ اس پر جھپٹ ہی پڑتی۔ خیر بڑی مشکل سے یہ معاملہ رفع دفع کیا گیا مگر اس دنگا فساد اور دھما چوکڑی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آس پاس سے راہگیر تک اندر آگئے کہ کیا بات ہے۔

ہمارے معاشرے کی بہت سی خواتین سوکن کے وجود سے خائف ہیں اور ان کو شوہر کی دوسری شادی لٹکتی تلوار محسوس ہوتی ہے۔ شوہر کی دوسری شادی اب تو خواتین کی کمزوری لگنے لگی ہے اس لئے شوہر اس ہتھیار کو غصہ کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ جہاں شوہر نے دوسری شادی کی دھمکی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے خاتون کا چڑھا ہوا پارہ نیچے آنا شروع ہو جاتا ہے۔ عام طور پر خواتین شوہر کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتیں۔ اگر کوئی صاحب دوسری شادی کرنا چاہیں تو انہیں معاشرتی دباؤ سے بھی گزرنا پڑتا ہے اور بیگم صاحبہ کی تو رو رو کر آنکھیں سوج جاتی ہیں۔ بعض خواتین بھوک ہڑتال کر دیتی ہیں تو کچھ خانگی مقاطعہ (بائیکاٹ) کر کے بول چال بند کر دیتی ہیں۔

عام طور پر جب مرد ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرتا ہے تو اسے ظالم اور بیوی کو مظلوم خیال کیا جاتا ہے۔ دوسری بیوی اگرچہ پہلی بیوی کے معاملات میں بالکل نہ پڑے کہا یہی جاتا ہے کہ اس نے پہلی کی حق تلفی کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان تینوں میں ظالم کون ہے اور مظلوم کون...... اور کیا دوسری شادی کرنا کوئی ظلم یا گناہ ہے......؟

ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی شادی ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس کی سنگینی کو معاشرے کا تقریباً ہر فرد محسوس کرتا ہے۔ اخبارات و رسائل میں اس موضوع پر کالم اور مضامین اکثر شائع ہوتے ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر بھی کئی دفعہ اس موضوع کو اٹھایا گیا اور قارئین سے رائے طلب کی جا چکی ہے۔ ایسے تمام مضامین، کالم اور مباحثوں میں لڑکیوں کی بڑھتی ہوئی عمر پر اظہار تاسف تو کیا جاتا ہے۔ ڈھلتی عمر کی لڑکیوں کے والدین کے کرب کو تو مختلف زاویوں سے بیان کرتے ہیں لیکن اس کا کوئی ٹھوس حل آج تک میری نظر سے نہ گزر سکا ہے۔ اس کرب اور درد کو ہر شخص بیان تو کر سکتا ہے مگر اس کا حل کسی کے پاس نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کا حل یہی ہے کہ ایک مرد کو کئی شادیوں کا موقع دیا جائے۔ یہ بظاہر بڑا تکلیف دہ پہلو لگتا ہے مگر میرے خیال میں لڑکیوں کی شادی کے مسئلہ کا اس سے بہترین حل نہیں ہے۔ یہ کسی پر ظلم نہیں ہے۔ ستم بھی نہیں ہے۔ ایک مرد اگر ایک سے زائد شادیاں کرتا ہے تو دراصل وہ اس مسئلہ کے حل میں مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ وہ دو یا زائد خواتین کو زوجگی میں لے کر معاشرتی تحفظ بخشتا ہے، ان کی کفالت کرتا ہے اور ان کے جذبات کی تسکین کا سبب بنتا ہے۔ ان کے والدین اور متعلقین کو زبردست ذہنی تناؤ سے باہر نکالتا ہے پھر بھلا یہ ظلم کہاں ہوا؟؟ یہ تو عین خدمت خلق ہے۔ اس طرح سے دیکھا جائے تو یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آدمی اگر ایک ہی شادی کرتا ہے تو دراصل وہ لوگوں میں ذہنی عذاب بننے والے ایک مسئلہ کے حل میں اپنا کردار ادا نہیں کرتا۔ اگر وہ تین یا چار شادیاں کر لیتا تو ایک سے زائد خواتین کو بھی معاشرتی تحفظ میسر آتا۔ اگر اس نے ایسا اس لئے نہ کیا کہ پہلی بیوی نے اجازت نہیں دی تو پہلی بیوی بھی قصوروار ٹھہرے گی کہ وہ اپنی ہی صنف کے حقوق کی پامالی محض

رقابت کے جذبہ کے تحت کر رہی ہے اور یہ نہیں دیکھ رہی کہ اس سے کئی والدین کے سر کا بوجھ ہلکا ہو سکتا ہے...... کئی لڑکیاں رشتوں کے اعصاب شکن انتظار سے نجات پا رہی ہیں...... اگر کچھ دیر کے لئے جذبات کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو دکھائی دے گا کہ ایک سے زائد شادیاں کرنے والے مرد کا کردار معاشرے کے لئے کتنا نافع ہے۔ وہ بے حیائی اور فحاشی کے خلاف ایک ڈھال بن جاتا ہے۔

یہاں پر ایک سوال مزید پیدا ہوتا ہے کہ مرد ایک سے زائد شادی کیونکر انجام دے سکتا ہے اور کیا اس کا جبلی نظام اس کی اجازت دیتا ہے؟

مرد و زن کے جبلی مطالعہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ جنسی طلب عورت میں کم اور مرد میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے کئی عوامل اور اثرات ہیں جو دونوں میں اس لحاظ سے حدِ فاصل بنتے ہیں۔ عورت بار بار جنسی عمل کی متحمل نہیں ہو سکتی جبکہ مرد میں اس کا بار بار اظہار ہوتا ہے۔ یوں عورت اس کی اتنی زیادہ خواہشمند نہیں ہوتی جتنا کہ مرد ہوتا ہے۔ اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ حمل قرار پانے کے بعد عورت میں قربت کا تقاضا شدت سے نہیں اٹھتا کیونکہ وہ تخلیق کی اہم ذمہ داری میں مصروف ہوتی ہے۔ یہ وقفہ عموماً نو مہینے تک ہوتا ہے۔ وضع حمل کے بعد نئے مہمان کی موجودگی میں وہ کچھ بے رغبتی برتنے لگتی ہے۔

مشہور تاریخ دان ول ڈیورانٹ نے انسانی تہذیب کا جو ارتقاء بیان کیا ہے اس میں غیر متمدن تہذیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت صرف ایک بار قربت کے بعد تین سے دس سال تک بھی گزار لیتی تھی۔ ول ڈیورانٹ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مرد کو قریب آنے سے روکنے کے لئے حمل اور پھر بچہ کی شیر خواری کا جواز پیش کیا کرتی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت ایک بار قربت کے بعد نو ماہ سے لے کر دو سال کے طویل عرصہ تک کے لئے جدا ہو سکتی ہے جبکہ مرد کے اندر یہ اشتہاء بار بار پیدا ہوتی ہے۔ یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک عورت مرد کی طلب کو پورا نہیں کر سکتی کیونکہ وہ تخلیق میں مصروف ہوتی ہے تو ایسے میں مرد کیا کرے؟ اپنی جبلی طلب کی تسکین وہ کس طرح کرے؟

مرد و زن کے درمیان اس واضح فرق سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ عورت Unigamous یعنی یک زوجیت پسند اور مرد Polygamous یعنی کثیر زوجیت پسند ہے۔ عورت ایک ہی مرد سے اپنی طلب پوری کر سکتی ہے مگر مرد کا معاملہ الگ ہے۔ وہ اتنے طویل وقفہ تک انتظار نہیں کر سکتا اس لئے جبلی جذبہ کی تسکین کے لئے کئی ازدواج کو رکھنے کا حق ہے اور وہ ان تمام کی طلب کو پورا بھی کر سکتا ہے۔ اس جبلی جائزہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک مرد دو، تین یا چار خواتین سے نکاح کرے تو یہ درست ہے کیونکہ اس کی جبلی استطاعت اتنی ہے کہ وہ یہ ذمہ داری بہ حسن خوبی انجام دے سکتا ہے۔ اس نکتہ پر غیر جذباتی انداز میں غور کرنے کی ضرورت ہے خصوصاً عورتوں نے مردوں کی دوسری شادی کو رقابت کی جنگ بنا لیا ہے۔ اس بات کو مزاح نگاروں نے چٹکلوں اور انشائیوں کی شکل دے کر مزید نمک مرچ لگایا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ شوہر نے دوسری شادی کی بات کی اور بیگم صاحبہ نے رو رو کے گھر سر پر اٹھا لیا۔ سوکن کو مارنے مرنے پر تل جاتی ہیں مگر سنجیدگی سے غور نہیں کرتیں کہ اس سے ان کی ہی صنف میں سے کسی کا بھلا ہو جائے گا۔ دراصل عورت ہی عورت کی سب سے بڑی رقیب ہے۔ اگر وہ اپنی ذات کے خول سے باہر آکر دنیا کے درد کو محسوس کریں، ماؤں اور بہنوں کے کرب کا اندازہ کریں، بہنوں کی ڈولی اٹھنے کے منتظر بھائیوں کا غم جانیں، بیٹیوں کے بوجھ سے ڈھلکے ہوئے والدین کا مشاہدہ کریں، جذبات کی عینک اتار کر فیصلہ کریں، شوہر کو اپنے پلو میں باندھ کر رکھنے کی خواہش کو بالائے طاق رکھ دیں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ بھی اپنی شوہر کو دوسری شادی کی اجازت دے دیں۔

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑتی ہے اور یہ تاثر فکر و فہم میں تخم ریزی کرتا ہے اور جب فکر تناور درخت بنتی ہے تو طرزِ فکر میں سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے ہیں۔

خواجہ شمس الدّین عظیمی ایک نام ہے

جس کو سُن کر ماورائی دنیا کا نقشہ اُبھرنے لگتا ہے، فہم میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

دل اللہ اور اللہ کی مخلوق کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ عظیمی صاحب کے اوپر اللہ کا کرم محیط ہے۔ ان کے قلم سے لکھی ہوئی ہر کتاب کو عوام نے پسند اور قبول کیا ہے۔ عظیمی صاحب کی مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیے اور سکون حاصل کیجئے۔

آوازِ دوست یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ درخت کا بیج ایک مائیکرو فلم ہے۔ اس مائیکرو فلم میں ایک پورا درخت اپنی جزئیات کے ساتھ پوشیدہ ہے۔	**جنت کی سیر** یہ کتاب پڑھ کر قاری جنت کی فضاؤں میں گُم ہو جاتا ہے۔
تجلیات اس کتاب میں صاحبِ قرآن کی رہنمائی میں قرآنی استدلال کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے کی آبیاری کی گئی ہے۔	**ٹیلی پیتھی سیکھئے** ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے۔ اس میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں۔ جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلاء کے پار دیکھنے لگتی ہے۔
کشکول بزرگوں، نوجوانوں، طلباء و طالبات اور ماورائی دنیا میں سفر کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے ایک دستاویز۔	**قلندر شعور** روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر، عرفانِ حق کے طالب، سائنسی علوم کے ماہر اور روحانی سائنس کے مبتدی طلباء و طالبات کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ہے۔

یہ کتابیں ہر بڑے بک اسٹال پر دستیاب ہیں۔
براہِ راست منگوانے کے لئے اس پتہ پر رابطہ کیجئے:

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ
D-1، 1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600
فون: 6621037 / 624785

نیند، خواب اور جدید سائنس

خواب ہم میں سے ہر شخص دیکھتا ہے چرند و پرند اور تمام ممالیہ خواب کے تجربہ سے گزرتے ہیں۔ خواب کے دوران جسم میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟ اور ہم کن کیمیائی تبدیلیوں سے دو چار ہوتے ہیں؟

ڈاکٹر منصور الرحمٰن

ہر رات جب آپ سو جاتے ہیں تو نیند کی آغوش میں جانے کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد، دماغ میں ایسی برقی لہریں خاص طور پر دماغ کے اس حصے سے پیدا ہوتی ہیں جو کہ ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اس کو Brain stem کہتے ہیں۔ ان بے قاعدہ، منتشر برقی لہروں کے نتیجے میں، کیمیاوی مادوں کا ایک سیلاب، دماغ کے سامنے والے حصے میں جمع ہو جاتا ہے اس حصے کو Frontal Lobe کہتے ہیں۔ جبکہ دماغ کا خاکستری حصہ یعنی Grey Matter، ان برقی جھٹکوں اور کیمیاوی مادوں کے اجتماع سے ترتیب تلاش کرتا ہے۔ اس دوران انسان بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے اور ایک بے بس تماشائی کی طرح، دماغ کے سامنے والے حصے میں ہونے والے واقعات کو دیکھ رہا ہوتا ہے یہ کیا ہے؟ سائنس اسے خواب دیکھنے کا عمل کہتی ہے۔

اس طرح صبح جاگنے تک، ہم تین چار مرتبہ مزید اس عمل سے گزرتے ہیں مگر جاگنے کے بعد، شعوری حافظہ ان خوابوں کی تفصیل بھول چکا ہوتا ہے۔ خواب کی یہ تصویریں، بقول ماہرین نفسیات اجتماعی لاشعور میں چلی جاتی ہیں۔

آج سائنس؛ خوابوں کے اسرار پر تحقیق کرکے دماغ کے راز سے آگاہ ہو رہی ہے سائنسدانوں کا ایک گروہ، ان خوابوں کے مطالعے سے ذہن کی مختلف کیفیات کے بارے میں علم حاصل کر رہا ہے جبکہ دوسرا گروہ، خواب پیدا کرنے والے کیمیکلز کا مطالعہ کرکے حافظہ کو قابو میں لانا چاہتا ہے۔ اس طرح خواب اور اس پر تحقیق ایک بہت اہم موضوع بن گیا ہے ورنہ 1953ء سے پہلے، سائنسدان ان خوابوں کو کوئی اہمیت دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔ اس وقت کے نظریے کے مطابق، خواب ایک عارضی قسم کی کیفیت ہے جس پر سائنس کے ٹھوس حقائق کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

1953ء میں پہلی بار، سائنس نے دماغ کی اس کیفیت کا پتہ چلایا جس میں خواب واقع ہوتے ہیں یعنی Theta/Delta Brain wave state.
سائنسدانوں کے مطابق، خواب دیکھنے کے عمل کے دوران 1- آنکھ کی پتلیاں تیزی سے حرکت کرتی ہیں 2- سانس اور دل کی دھڑکن میں بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے 3- ہاتھ پاؤں بلکہ سارا جسم شل ہو جاتا ہے۔ نیند کی اس کیفیت کو R.E.M (Rapid Eye Movement) کہتے ہیں۔ نیند پر تحقیق کرنے والوں نے اسی Rem حالت میں جب رضاکار لوگوں کو جگا کر پوچھا تو 90% نے تصدیق کی کہ وہ خواب ہی دیکھ رہے تھے۔ یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ 23 ہفتوں کا بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے وہ بھی Rem نیند کے عمل سے گزرتا ہے۔

حتیٰ کہ پرندے اور سارے Mammals جانور بھی Rem نیند کا تجربہ رکھتے ہیں شاید یہ محاورہ سچ ہو کہ بلی کو واقعی خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ سائنسی تحقیق کے مطابق، ساری دنیا کے انسان یکساں طور پر اڑتے، چلتے ہوئے یا گرتے ہوئے کے خواب دیکھتے ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ سارے انسانوں میں "خوف" اور

"اعلیٰ متاثر کن" خیالات یکساں ہوتے ہیں۔

جدید سائنس کے مطابق، خواب دماغ کے Brain stem سے پیدا ہوتے ہیں۔ دماغ کا یہ حصہ، سانس کی رفتار، دل کی دھڑکن، معدہ کی حرکت اور پیشاب بننے کے عمل کو کنٹرول کرتا ہے یعنی یہ وہ اعصابی نظام ہے جو خود بخود کام کرتا ہے۔ (Autonomic Nervous System) اس دماغی حصہ میں دو مختلف قسم کے اعصابی گچھے (Neurons) ہوتے ہیں جو نیند کو کنٹرول کرتے ہیں اور ہر ایک رابطہ کے لئے علیٰحدہ کیمیکل استعمال کرتا ہے

ایک قسم کے نیورانز، جو کیمیاوی مادہ پیدا کرتے ہیں اس کو اسٹائل کولین (Acetylecholine) کہتے ہیں۔ یہ نیورانز R.E.M نیند کے دوران "on" ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے نیورانز، Epinephrine نامی کیمیائی مادے اور پروٹین کے ذریعے عمل کرتے ہیں اور یہ R.E.M نیند کے دوران "off" ہوتے ہیں۔

چنانچہ R.E.M نیند کے دوران، جب اسٹائل کولین (Acetylecholine) والے نیورانز کام کر رہے ہوتے ہیں تو خواب شروع ہو جاتا ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسٹائل کولین، ہی وہ مواد ہے جس سے خواب بنتے ہیں۔ اس بات کی تصدیق کے لئے تجرباتی طور پر بلی کے Brain stem میں ایسے کیمیکلز جو کہ اسٹائل کولین سے ملتے جلتے تھے بذریعہ انجکشن داخل کئے گئے تو بلی میں R.E.M نیند شروع ہو گئی۔ اس کے علاوہ ایسے مریض جو اسٹائل کولین کو ڈیمانڈ بڑھانے والی ادویات استعمال کر رہے تھے اُن میں نیند اور خواب کا عمل رُک گیا۔

خواب کے عمل کے دوران، اسٹائل کولین والے نیورانز، دماغ کے سب سے بڑے حصے Cortex کو جلدی جلدی سگنلز بھیجتے ہیں۔ کورٹیکس، ان اطلاعات کو ایک بامعنی کہانی کی شکل دے دیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ پہلے سے موجود یادداشت سے مدد لیتا ہے مگر بامعنی خواب دیکھنے والے کی خواہشات، خوف اور ذہنی تعلق پر منحصر ہے۔

Cortex کا تعلق، غور و فکر اور تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اُس اعصابی نظام کے ساتھ بھی ہے جس کو ہم اپنی مرضی اور ارادے سے استعمال کرتے ہیں۔

خوابوں کے بارے میں بہت عرصے سے چند سوالات، جواب طلب تھے جواب جدید سائنسی تحقیقات کے نتیجے میں واضح ہو گئے ہیں۔ مثلاً خواب اشارات یا علامتوں کی شکل میں کیوں دکھائی دیتے ہیں۔ خواب میں تصویریں بڑی واضح ہوتی ہیں کیونکہ دماغ، تسلسل سے کام کرتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا تسلسل (Association) غیر لفظی اور علامتی ہوتا ہے جو بہت سارے مواد کو ایک مختصر تصویری شکل دے دیتا ہے۔ اسی علامتی طریقہ کار سے حافظہ کے کام کرنے کا سراغ بھی لگایا گیا ہے کہ ہم اپنے حافظہ کو جذباتی مواد یا واقعات کی شکل و صورت یا کسی اور خاص وجہ سے بھی محفوظ یا ترتیب دیتے ہیں۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ R.E.M نیند کے دوران، جو "نیورانز" خواب دیکھنے کے عمل میں حصہ نہیں لیتے اُن کا تعلق "توجہ" اور "احساس ذات" سے شاید اسی لئے خواب کے دوران یادداشت بہتر طریقے پر کام کرتی ہے اور ہم ماضی کے دور دراز واقعات کو بھی آسانی سے یاد کر لیتے ہیں کیونکہ "انا" اور "ارادہ" معطل ہوتا ہے۔ تاہم شعور بیدار ہونے پر 95% خواب بھول جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دیرپا یادداشت (Long Term Memory) کے کیمیکلز Epinepherine اور پروٹین، خواب کے دوران کام نہیں کرتے لہٰذا خواب زیادہ دیر تک نہیں رہتے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ خواب میں جسمانی حرکات، سننے، بولنے اور دیکھنے کی حسیں (Senses) تو کام کر رہی ہوتی ہیں لیکن ذائقہ اور بُو خواب میں زیادہ لوگوں نے رپورٹ نہیں کیا کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نیند کے دوران، ذائقہ اور بو والے "نیورانز" مکمل طور پر خاموش رہتے ہیں اور خواب کے دوران کسی قسم کا حصہ نہیں لیتے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ خواب میں دوڑنا، تیرنا، تعاقب کرنا اور اڑتے ہوئے دیکھنا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسمانی حرکات کو کنٹرول کرنے والے "نیورانز" نیند کے دوران اتنے ہی متحرک ہوتے ہیں جتنے کے بیداری میں۔

آخری بات یہ ہے کہ خواب عجیب و غریب کیوں ہوتے ہیں؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ R.E.M نیند کے دوران، Cortex باہر کی دنیا کے بجائے Brain stem سے سگنلز وصول کرتا ہے اس لئے منتشر اور بے قاعدہ قسم کی اطلاعات کو بامعنی شکل دینے کے لئے خواب ایک عجیب شکل اختیار کر لیتا ہے تاہم ان علامات یا اشارات کا تعلق، حقیقی زندگی سے اس لئے ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد وہ یادداشت ہے جو Cortex میں محفوظ پڑی ہے۔

سائنسدان اب اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ ہم یہ "خواب" کیوں دیکھتے ہیں؟ ایک نوزائیدہ بچہ کی R.E.M نیند، 5 سال کے بچے سے دوگنی ہوتی ہے۔ شاید R.E.M نیند، دماغ کی ترقی، نشوونما اور بہتری کے لئے ضروری ہے علاوہ ازیں کوئی نیا اور چیلنج والی صلاحیت سیکھنے سے R.E.M نیند میں اضافہ ہوتا ہے جو لوگ R.E.M نیند سے محروم ہوتے ہیں اُن کو چیزیں یاد کرنے میں مسئلہ پیدا ہوتا ہے R.E.M نیند کے دوران بعض "نیورانز" بالکل خاموش ہوتے ہیں اس لئے جاگنے پر وہ "نیورانز" بہتر طریقے پر کام کرتے ہیں اور اس طرح خواب ہمیں اگلے دن کے کام کے لئے مطلوب توانائی اور چستی عطا کرتے ہیں۔ خوابوں پر تحقیق کے دوران بہت دلچسپ باتیں سامنے آئی ہیں۔ تین چار سال کے بچے زیادہ تر ساکن تصاویر خواب میں دیکھا کرتے ہیں۔ ان تصاویر کا اکثر تعلق کہانی کے جانوروں مثلاً خرگوش مینڈک اور پرندوں سے ہوتا ہے۔ بچوں کے خوابوں میں "جذبات" کا عمل دخل بہت کم ہوتا ہے بچے کبھی اپنے آپ کو خواب میں نہیں دیکھتے۔ جب یہ بچے پانچ چھ سال کے ہوئے تو ان کے خوابوں میں تصاویر حرکت اور عمل کہانی کے مطابق کرنے لگیں۔ لیکن ان بچوں نے بھی اپنے آپ کو خواب میں نہیں دیکھا۔ 7,8 سال کی عمر میں ان بچوں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھنا شروع کیا خاص طور پر ان بچوں نے جو ذہین تھے۔ اس طرح ان بچوں کے خواب میں جسمانی اور ذہنی دونوں عوامل شامل ہو گئے۔ یاد رہے بچوں میں "انا" کی بیداری بھی تقریباً اسی عمر میں شروع ہونے لگتی ہے جب وہ اپنے والدین کی سوچ سے الگ ہو کر خود سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ 9 سال کے بچوں کے خواب بالکل بالغ انسانوں جیسے تھے۔

سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ بچوں کے ان خوابوں کے تجزیے کے حوالے سے ہم ذہنی نشوونما اور ارتقاء کا بلحاظ عمر ایک ٹائم ٹیبل بنانے کے قابل ہو جائیں گے جس سے بچوں کے ذہنی مسائل سمجھنے میں بے حد آسانی ہوگی۔ 3 سے 5 سال کے بچے ڈراؤنے خواب اس لئے دیکھتے ہیں کہ ان کے والدین، ان کی ہر چیخ اور رونے پر دوڑ پڑتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں یہ بچے بڑے ہو کر اپنے اور دوسرے لوگوں کے "جذبات" سے بے حد متاثر ہوتے رہتے ہیں چنانچہ یہ افراد زیادہ تر دہشت ناک خواب دیکھتے ہیں۔ تاہم یہ لوگ اچھے اساتذہ، نرس یا مشورہ دینے والے (Counselers) بن سکتے ہیں۔

خوابوں سے بیماریوں میں مبتلا لوگوں کی کیفیت کا اندازہ بھی ہوا ہے۔ دل کے جن مریضوں نے خواب میں موت، قبرستان قسم کے سین دیکھے تو ان میں ہارٹ اٹیک کی شدت دوسرے مریضوں کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ فالج زدہ لوگوں کے خواب زیادہ تر تشدد اور ماریپٹ کے مناظر پر مشتمل تھے جو کہ نہایت حیرت کی بات تھی کیونکہ عام طور پر یہ لوگ پرسکون اور خوش باش نظر آتے تھے۔ خواب صرف ذہنی تفریح اور بیماریوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ان سے مسائل کے حل اور تخلیقی کام کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

لمحاتِ مسرت

☆..... روحانی ڈائجسٹ کی قارئین خواتین میں مقبول کالم دسترخوان کی مرتبہ فرحت صدیقی گذشتہ دنوں امیر احمد خان کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ شادی کی تقریب میں سلسلہ عظیمیہ کے اراکین نے شرکت کی۔

☆..... نگراں مراقبہ ہال فیصل آباد حکیم ذوالفقار کھوکھر کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆..... مراقبہ ہال فیصل آباد کے انتظامی رکن حاجی عبدالرشید ملک کی صاحبزادی نگہت رشید، محمد زاہد سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ نیز سلسلہ عظیمیہ کے رکن مبشر بٹ بھی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں۔

☆..... فیصل آباد میں سلسلہ عظیمیہ کے رکن محمد معراج کو نمایاں کارکردگی پر نگران مراقبہ ہال نے خصوصی ایوارڈ سے نوازا ہے۔

☆..... مراقبہ چنیوٹ کے رکن ڈاکٹر تنویر علی، اکبر رشید اور عارف خان رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆..... قاضی عبدالقیوم روڈ حیدر آباد میں عظیمیہ روحانی لائبریری کی انتظامی رکن فرح کے بھائی محمود حسین کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

نماز جسمانی صحت، دل، جگر، گردے
گٹھیا اور بلڈ پریشر سے ہونے والے امراض
معدہ میں السر وغیرہ کا مؤثر علاج ہے۔

روحانی اسکالر
حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی
کی مشہورِ زمانہ کتاب
روحانی نماز کا عوامی ایڈیشن

﴿ہدیہ صرف =/27 روپے﴾

اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ, 1/7 D-1 ناظم آباد۔ کراچی

بقیہ : راہِ اعتدال

کی خصوصیت یہ ہے کہ انسان گذشتہ تحقیق سے فائدہ اٹھا کر چند قدم آگے بڑھ جاتا ہے تو ترقی ہونے لگتی ہے۔ موجودہ ترقی کا راز بھی یہی ہے۔ اسی بات کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لئے ایک مثال پر غور کیجئے۔ بتایا جاتا ہے ایٹم میں سب سے پہلا ذرہ الیکٹران دریافت ہوا جس کا سہرا جے جے تھامسن کے سر جاتا ہے۔ اگلے دور میں سائنسدانوں نے ایٹم پر مختلف تجربات کئے تو نیوٹران، پروٹان، بوزون، فوٹان، گلائیون اور گریوٹون وغیرہ بھی دریافت کئے گئے۔ جے جے تھامسن کی دریافت گوکہ ابتدائی طرز کی تھی اور اسے اگلی دریافت کا ادراک تک نہ تھا لیکن کیا اس کے کام کو معمولی سمجھا جا سکتا ہے یا اس کی اصلاحات کی اہمیت نئی تحقیق کے بعد ختم ہو گئی؟

نہیں ہرگز نہیں! کیونکہ اسی کی تحقیق کا اگلا قدم نئے انکشافات کی بنیاد بنا۔

دین میں اجتہاد ہونا دراصل تحقیق جاری رہنے کی ایک خوش کن صورت ہے۔ ہمیں بھی یہ کرنا چاہئے تھا کہ ائمہ کرام کی علمی کاوشوں کو دیکھ کر نئے علوم کو ترقی دیتے، دین کے ہر پہلو پر غور کرتے لیکن..... لیکن ہم نے اجتہاد کو ہی بالائے طاق رکھ دیا۔ ایک ہی شخصیت کی اندھی تقلید سے یہ ہوا کہ تاریخ اسلام کے دوسرے بزرگوں کو ہم نے نظر انداز کر دیا۔ یوں صرف اجتہاد نہ ہونے کی وجہ سے تفرقہ کا راستہ کھل گیا۔ ایک شخص اگر مالکی ہے تو امام جعفر صادق، ابو حنیفہ، شافعی اور احمد بن حنبل کی علمی کاوشوں کی طرف وہ نظر اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ یہی بات ہر مسلک کے متبعین کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ قرآن مجید، حضور ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال کی ایسا شخص صرف وہی تشریح سننا چاہتا ہے جو اس کے امام نے بیان کی ہو۔ اسی بات پر غیر مقلدین سب سے زیادہ تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مقلدین قرآن و سنت سے زیادہ اہمیت اپنے امام کو دیتے ہیں۔

جیم تھراپی

جواہرات اور انسان کا ساتھ شاید اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی تاریخ..... صحت پر جواہرات کے اثرات نے باقاعدہ ایک علم، ایک طریقہ علاج کی صورت اختیار کرلی ہے جس کے ذریعہ آپ کے اندر ذہنی تناؤ، خلفشار، مرگی، ذیابیطس، گردے کی پتھری، آنکھوں کی تکالیف، جادو ٹونہ، برص (پھلبہری)، جذام جیسے امراض سے مدافعت پیدا ہوسکتی ہے۔

ایم ایچ خان

کسی بادشاہ سے منسوب مشہور واقعہ ہے کہ ایک مطلق العنان بادشاہ بہت بڑے رقبہ پر حکمرانی کرتا تھا۔ دور دور تک اس کی جاہ و حشمت اور طرز حکمرانی کی شہرت تھی۔ ایک روز بادشاہ کے دماغ میں جانے کیا خیال آیا کہ وسیع و عریض دربار کے داخلی دروازے سے تخت سلطانی تک ہیرے، جواہرات، نادر و انمول سونے چاندی پھیلا دیئے اور سلطنت میں اعلان کروا دیا کہ جو شخص چاہے اپنی من پسند شئے لے جائے۔ لوگ اس اعلان پر جوق در جوق دربار کی طرف چل پڑے۔ جس کسی کو جو بھی ہیرے یا جواہرات پسند آتے اٹھا لیتا اور بادشاہ سلامت کو دعائیں دیتا ہوا واپس ہو لیتا۔ کہا جاتا ہے رعایا میں ایک خاتون دربار میں داخل ہوئی۔ اس نے ایک نگاہِ غلط ہیرے جواہرات پر ڈالی اور آگے بڑھتی گئی۔ ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی، نادر و نایاب جواہر اس کے قدموں پر لوٹتے رہے مگر وہ آگے بڑھتی گئی اور بادشاہ کے تخت کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ آدابِ شاہی بجالائی اور ادب سے پوچھا کہ کیا حضور نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی منہ پسند چیز پر ہاتھ رکھ دے وہ اسی کی ملکیت ہو جائے گی؟ حکمران وقت نے بھرپور احساس تفاخر کے ساتھ ہاں میں گردن ہلائی اور کہا "تم نے صحیح سنا ہے خاتون، ہم نے یہی اعلان کیا ہے"۔ خاتون یہ سن کر آگے بڑھی اور بادشاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی "تو پھر مجھے اس دربار میں سب سے قیمتی ہستی آپ کی نظر آتی ہے اور میں آپ کو پسند کرتی ہوں"۔ بادشاہ اس کی جرأت اور حاضر دماغی پر عش عش کئے بغیر نہ رہ سکا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس نے اپنا وعدہ وفا کیا اور خاتون کو اپنے حرم میں شامل کر لیا۔

ہیرے جواہرات اور سونے چاندی ہمیشہ سے بادشاہوں، سلاطین اور ارباب ثروت کے طرۂ امتیاز رہے ہیں۔ شاہوں نے ان کو اپنے سر کی زینت بنایا۔ ان کے بیش قیمت اور دیدہ زیب زیورات بنوا کر زیب تن کئے گئے۔ خواتین نے ان کے ذریعے اپنے حسن و دلکشی میں چار چاند لگائے۔ انہی قیمتی زر و جواہر نے نہ جانے کتنے خونریز معرکوں کو جنم دیا، نہ جانے کتنے گھروں کے چشم و چراغ جوانوں کی بھینٹ لی، کتنی بہنوں کے بھائی اور ماؤں کے لعل انہی خوشنما پتھروں کی بدولت جان سے گئے۔

جواہرات اور انسان کا ساتھ شاید اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی تاریخ..... ان قیمتی پتھروں نے نوع انسانی کو ہر دور میں اپنا گرویدہ بنائے رکھا۔ زمانہ قدیم سے ہی انسانی زندگی میں پتھروں کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور پرانی

یادداشتوں سے معلوم ہوا ہے کہ اسے طلسماتی حیثیت بھی حاصل رہی ہے۔ اسے تزئین و آرائش کے لئے زیب تن کیا گیا اور تعویذ گنڈوں کی طرح پہنا گیا۔ ان پتھروں کا تذکرہ کئی الہامی کتاب میں بھی ملتا ہے۔ انسانی تاریخ سے ان قیمتی پتھروں کا تذکرہ اور قدر و منزلت کبھی علیحدہ نہیں کیا جا سکتا اور انہوں نے انسانی زندگی اور معاشرے پر بہت گہرے اثرات ڈالے ..... جہاں یہ جواہرات ہماری تفننِ طبع کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں، خواتین اپنے زیورات میں ان کو آویزاں کر کے خوشی محسوس کرتی ہیں اور انگشتریوں میں پہن کر لوگ خود کو بہتر محسوس کرتے ہیں وہیں ان پتھروں کے بے شمار اثرات ہمارے رویّوں، احساسات، جذبات یہاں تک کہ صحت پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں اور یہی ہمارا موضوع ہے۔

صحت پر جواہرات کے اثرات نے باقاعدہ ایک علم، ایک طریقہ علاج کی صورت اختیار کر لی ہے جس سے دنیا کے بے شمار افراد نے استفادہ کیا ہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اس طریقہ علاج کو Gem Therapy کے نام سے جانا جاتا ہے۔

سائنسی توجیہہ

بعض اوقات یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ بھلا ایک بے جان چیز زندہ انسانوں پر کیونکر اثرات ڈال سکتی ہے۔ یہ سوال ایک لحاظ سے جائز ہے لیکن اس کی باقاعدہ وضاحت کی جا سکتی ہے۔ ہر موجود شئے ایٹموں سے مل کر بنی ہے یا ہر شئے ایٹم کی توانائی سے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ اسی بات کو ایک اور انداز سے بھی بیان کر سکتے ہیں کہ زندگی کی تمام اشکال میں ایک پوشیدہ قوت، توانائی یا احساس موجود ہے جو بظاہر ہمیں نظر نہ آئے مگر سائنسی دلائل کہتے ہیں کہ یہ احساس اور شعور ہر شئے میں پایا جاتا ہے چنانچہ بتایئے احساس رکھنے والی شئے کو بے جان کہنا کہاں تک قرینِ قیاس ہے؟

اس مخفی شئے کو ہم روشنی بھی کہتے ہیں۔ ہم عام زندگی میں روشنی سے بہت کم واقف ہیں۔ ہم صرف اس کو روشنی مانتے ہیں جو ہمیں نظر آئے۔ آیئے روشنی کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ روشنی مخصوص ارتعاشی رفتار یا طولِ موج رکھتی ہے۔ نظر آنے والی روشنی کو ہم طیف کی صورت میں شناخت کرتے ہیں جس کی رفتار 4800 تا 4200 طول موج اینگسٹروم یونٹ ہوتی ہے۔ بعض رنگوں کی طول موج ہمارے حیطہ نگاہ سے زیادہ ہوتی ہے جیسے انفراریڈ اور ریڈیائی لہریں جبکہ بعض کی طول موج ہماری نگاہ کے احاطہ سے بہت چھوٹی ہوتی ہیں مثلاً الٹراوائلٹ، ایکسرے اور کوسمک ریز۔ نظر آنے والی روشنی کا حیطہ بہت محدود ہوتا ہے جسے ہم اپنے حواس خمسہ سے شناخت کر سکتے ہیں۔

معدنی پتھروں میں بھی روشنی کا یہ سسٹم خوش اسلوبی سے سرگرم رہتا ہے۔ جب ہم کوئی پتھر پہنتے ہیں تو اس کی سودمند روشنیاں ہمارے برقی مقناطیسی میدان (برقی مقناطیسی لہریں بھی روشنی کی ایک قسم ہیں) میں دور کرنے لگتی ہیں نتیجتاً ہم صحت مند رہتے ہیں۔

روحانی توجیہہ

جیم تھراپی کی روحانی توجیہہ تقریباً وہی ہے جو کلر تھراپی کی ہے۔ کلر تھراپی پر اگست ۹۹ء کے روحانی ڈائجسٹ میں "قوس قزح کا راز" کے نام سے تفصیلی مضمون دیا جا چکا ہے۔ سائنس اس حقیقت کو تسلیم کر رہی ہے کہ ہر مادی شئے کے ایٹموں کی ارتعاشی رفتار روشنی ہے۔ روشنی کئی رنگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جب سورج کی روشنی منشور Prism سے گزرتی ہے تو سات رنگوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ہر مادی شئے رنگوں کے خلط ملط سے بنتی ہے۔ رنگ ہی سے ہر تخلیق کائنات کو ثبات ہے۔ جب ہمارے جسم میں کسی رنگ کی کمی بیشی ہوتی ہے تو ہماری معمول کی زندگی متاثر ہوتی ہے یعنی ہم بیمار پڑ جاتے ہیں۔ جب ہم موافق معدنی پتھر اپنے جسم سے (انگوٹھی وغیرہ کے ذریعے) مَس کرتے ہیں تو پتھر میں دور کرنے والی صحت بخش روشنیاں ہمارے جسم میں دور کرنے لگتی ہیں نتیجتاً ہم صحت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی صوفی بزرگ سے سوال کیا گیا کہ کیا معدنی پتھروں میں تاثیر ہوتی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ جب اس تاثیر کی وجوہات معلوم کی گئیں تو انہوں نے بتایا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ زمین و آسمان، ملائکہ، شجر و حجر، پہاڑ اور درخت اپنی تسبیح سے واقف ہیں اور مسلسل تسبیح میں مصروف ہیں۔ تسبیح سے مراد وہ معین مقداریں ہیں جو ہر نوع میں دور کر رہی ہیں۔ معدنی پتھروں، جواہرات اور پہاڑوں میں بھی یہی مقداریں کام کر رہی ہیں۔ ہر پتھر کی قسم کی نوعیت سے تاثیر میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کسی پتھر کے اثرات ہماری معین مقداروں سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارے لئے سودمند ثابت ہوتا ہے اور اگر ان میں اختلاف ہو تو ہمارے اوپر اس کے منفی اثرات پڑتے ہیں۔

احتیاطیں

پتھروں کے انتخاب میں زیادہ تر لوگ صرف سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں۔ مثلاً کسی صاحب کو کسی پتھر کے پہننے سے فائدہ ہوا دوسرے صاحب نے اسی پتھر کو پہننا شروع کر دیا۔ یہ قطعی درست طریقہ نہیں ہے۔ جس طرح ملتی جلتی بیماریوں میں ایک ہی دوا دینا مناسب نہیں ہے اور اس کے بعض اوقات تشویش ناک نتائج بھی سامنے آتے ہیں اسی طرح پتھروں کے انتخاب میں یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ بعض پتھر آپ کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نیلم نہایت خطرناک پتھر تسلیم کیا جاتا ہے اس کو پہننے والا قتل بھی ہو سکتا ہے اور بھکاری بھی۔ لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اسے پہننے والا نہایت معزز اور دولت مند ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ محض کہی سنی پر یقین کر کے پتھر کا انتخاب نہ کریں۔ ہر پتھر میں معین مقداریں کام کر رہی ہیں اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کون سا پتھر آپ کے موافق ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔ اس کا زیادہ معروف طریقہ یہ ہے کہ نام اور تاریخ پیدائش کے مطابق پتھر کا انتخاب کریں۔

پتھروں کی تاثیر معلوم کرنے کا روحانی طریقہ

یہ روحانی طریقہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے اپنی معروف کتاب "رنگ و روشنی سے علاج" میں درج کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"دیکھنے کے لئے کہ آپ کے پاس موجود پتھر آپ کو

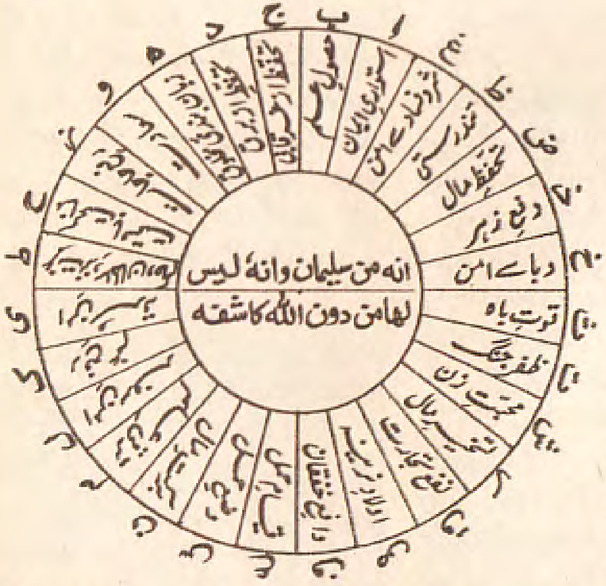

کیا فوائد دے سکتا ہے، آپ ایک علیحدہ کاغذ پر اسی قسم کا دائرہ اس طرح بنائیں کہ اندرونی دائرہ کا قطر 3/4 2 انچ اور

بیرونی دائرہ کا قطر 1/2 6 انچ ہو۔

اب باوضو دو رکعت نماز نفل استخارہ پڑھیں۔ پھر سورہ یٰسین ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے پاس موجود تمام پتھروں (جن کے فوائد جانچنے ہیں) پر دم کریں اور ان میں سے ایک پتھر دائرہ کے وسط میں رکھ دیں۔ اس کے اوپر انگشت شہادت کو آہستہ سے رکھیں۔ یعنی انگلی پتھر سے صرف مس کرے لیکن پتھر کی حرکت میں رکاوٹ پیدا نہ کرے۔ اب آپ آہستہ آہستہ

انہ من سلیمان وانہ لیس لھا من دون اللہ کاشفہ

بلا تعداد پڑھتے جائیں۔ چند منٹوں کے بعد ہی پتھر میں حرکت پیدا ہوگی اور دائرہ کے جس خانہ میں جاکر رک جائے، یہ پتھر آپ کے لئے اسی تاثیر کا حامل ہوگا اور یہی فائدہ پہنچائے گا۔ اگر پتھر حرکت کرتا ہوا متعدد خانوں میں سے گزرے تو جن جن خانوں سے پتھر گزرا یہ آپ کے لئے اتنی ہی تاثیر کا حامل ہوگا۔

اگر پتھر حرکت نہ کرے تو یہ پتھر آپ کے لئے فائدہ مند نہ ہوگا۔ ایک کے بعد دم شدہ پتھروں میں سے دوسرا پتھر دائرہ میں رکھ کر پھر مذکورہ عمل پڑھنا شروع کردیں۔ اسی طرح آپ ایک جلسہ، ایک نماز استخارہ اور ایک ہی بار سورہ یٰسین پڑھ کر بہت سے پتھروں اور نگینوں کے خواص اپنے لئے معلوم کر سکتے ہیں۔ نگ یا پتھر کا وزن تین رتی سے کم نہیں ہونا چاہئے"۔

نام کے مطابق پتھر اور نگینے

تاریخ پیدائش	نام کا پہلا حرف	موافق رنگ
21 مارچ تا 20 اپریل	ا۔ل۔ع۔ی	سرخ
21 اپریل تا 21 مئی	ب۔و	نیلا
22 مئی تا 21 جون	ق۔ک	سرخی مائل زرد
22 جون تا 23 جولائی	ح۔ہ	سفید۔دودھیا۔ہلکا نیلا
24 جولائی تا 23 اگست	م	نارنجی
24 اگست تا 23 ستمبر	پ۔غ	گہرا زرد۔نقرئی
24 ستمبر تا 23 اکتوبر	ر۔ت۔ط	ہلکا گلابی۔نیلا
24 اکتوبر تا 22 نومبر	ذ۔ض۔ز۔ن	گہرا سرخ۔قرمزی
23 نومبر تا 22 دسمبر	ف	ہلکا ارغوانی
23 دسمبر تا 20 جنوری	ج۔خ۔گ	بھورا۔نیوی بلیو۔سلیٹی
21 جنوری تا 19 فروری	س۔ش۔ص۔ث	سیاہ۔نیلا۔سبز
20 فروری تا 20 مارچ	د۔چ	بینگنی۔گرائبز۔بھورا

اپنی تاریخ پیدائش کے مطابق اور اگر تاریخ پیدائش یاد نہ ہو تو اپنے نام کے پہلے حرف سے رنگ کا انتخاب کریں اور اس رنگ کا پتھر یا نگینہ (امیٹیشن) انگوٹھی میں اس طرح پہنیں کہ انگلی سے مس ہوتا رہے۔

ذیل میں چند پتھر اور ان کے خواص درج کئے جارہے ہیں۔ یہ بتادینا ضروری ہے کہ پتھر کی افادیت کا تعلق اس کے رنگ سے ہے۔ قیمتی ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ اگر قیمتی پتھر خریدنا دشوار ہے تو کم قیمت نگینہ بھی لیا جاسکتا ہے۔

سنگ سلیمانی Onyx

سنگ سلیمانی عقیق کی ایک قسم ہے۔ یہ کئی رنگوں میں ملتا ہے۔ اس کے سفید، سبز، بھورا اور سیاہ رنگ زیادہ عام ہیں۔ انسانی ناخن کی طرح کا یعنی دودھیا مائل سب سے زیادہ ملتا ہے۔ سنگ سلیمانی دماغی لہروں کو اعتدال میں رکھتا ہے۔ ہمارے جذبات دماغ پر دور کرنے والی لہروں سے بنتے ہیں جو کائناتی توانائی کی شکل میں وارد ہوتی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے لہروں کا یہ نظام متاثر ہوجائے یا ہم آہنگی نہ رہے تو مرگی کا مرض لاحق ہوجاتا ہے۔ مرگی کے مریض کے لئے سنگ سلیمانی بیش بہا نعمتِ خداوندی ہے۔ اس کو پہننے والا اس تکلیف دہ اور اعصاب شکن مرض سے دور رہتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ اذیت ناک بیماری بہت سے لوگوں میں دیکھی گئی ہے۔ ایسا شخص اپنے اور دوسروں کے لئے تقریباً بوجھ بن کر رہ جاتا ہے ایسے مریضوں کو سنگ سلیمانی سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ماورائی علوم کے ماہرین کے مطابق سنگ سلیمانی لطیفہ نفسی Solar Plaxus پر بھی اثرانداز ہوتا ہے۔ اس سے امید کی جاتی ہے کہ لبلبہ Pan-creas کی کارکردگی پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ یوں ذیابیطس

اور نظام ہاضمہ کے امراض میں بھی یہ سستا پتھر فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے۔

عقیق Agate

عقیق بڑے ماورائی خواص کا حامل پتھر ہے جو لطیف قوت کا حامل ہوتا ہے۔ اس لئے اس پتھر کو زیادہ تر جوگی، فقیر، سادھو اور سنیاسی ذہنی یکسوئی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اکثر افراد اس کو برکت اور دعا کی قبولیت کے لئے پہنتے ہیں۔ چونکہ یہ پتھر لطافت کا حامل ہوتا ہے اس لئے پہننے سے ذہنی سکون میسر آتا ہے۔ مزاج میں چڑچڑا پن ختم ہوجاتا ہے۔ طبیعت میں محبت، سکون اور ٹھہراؤ پیدا کرتا ہے۔ معدہ، دل اور حلق پر اس کے مفید اثرات کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اس لئے اس سے متعلق امراض میں فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ عقیق براؤن، زرد، سفید، زردی مائل اور سفیدی مائل رنگوں میں زیادہ بہتر نتائج دیتا ہے۔ اس کا رنگ تیز اور چمکدار ہوتا ہے۔ عقیق عام طور پر سستے داموں میں مل جاتا ہے اس لئے اسے بآسانی خریدا جاسکتا ہے۔

دہان فرنگ Kidney Stone

اس پتھر کو فارسی میں زرنگار فرنگ کہتے ہیں۔ کئی رنگوں میں ملتا ہے، گردے اور پتے کی پتھری میں مبتلا لوگوں کے لئے عظیم نعمت ہے۔ اس پتھر کو سیدھے ہاتھ کی بڑی انگلی میں اس طرح پہنا جائے کہ پتھر انگلی سے مس ہوتا رہے۔ پتھری نکالنے کے لئے چاندی یا قلعی دار کٹورے میں پانی بھر کر اس پتھر کو چند بار پانی میں گھسا جائے اور صبح شام یہ پانی پیا جائے تو پتھری ریزہ ریزہ ہوکر نکل جاتی ہے۔

فیروزہ Turquoise

فیروزہ طاقتور، توانائی سے پُر اور نہایت سریع اثرات کا پتھر ہے۔ اس کے پہننے سے جسم میں توانائی کا بہاؤ متوازن رہتا ہے۔ اس لئے طبیعت میں ٹھہراؤ رہتا ہے۔ دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ امراضِ چشم میں فائدہ مند ہے، پیچش اور اسہال کے مرض میں مفید ہے۔ یادداشت میں بہتری آتی ہے۔ خواتین کے اندرونی نظام کی خرابیوں کو دور کرتا ہے۔ اسے پہننے والے کی طبیعت کا ٹھہراؤ دوسروں کو بھی متاثر کرتا ہے اس لئے کوئی غصہ ور آدمی جب ایسے شخص کے قریب آتا ہے تو فیروزہ کی لہریں اس کے اندر غصہ کے جذبات کو ٹھنڈا کردیتی ہیں۔ حاملہ خواتین کے لئے اس کا پہننا بہت مفید ہے۔ اس پتھر میں نقصان کا پہلو بہت کم ہے۔ ذیابیطس کے مریضوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ سانپ اور بچھو کے زہر کے اثرات دور کرنے کے لئے اسے گھس کر پلاتے ہیں۔ فیروزہ روغنی چمک کا ہوتا ہے۔ یہ عموماً فیروزی، نیلے، سبزی مائل، گہرے سفیدی مائل، آسمانی اور خاکی رنگوں میں ملتا ہے۔ اچھے فیروزہ کی پہچان یہ ہے کہ اس کی رنگت مستقل رہتی ہے۔

مروارید (سچے موتی) Pearl

موتیوں کا استعمال ایک عرصے سے تائیفانڈ سے بچاؤ کے لئے اطباء میں مستعمل رہا ہے۔ اس کو پہننے سے خیالات ایک نقطہ پر مرکوز رہنے کی عادت ڈالی جاسکتی ہے جو تعلیمی عمل یا روحانی مشاغل میں سودمند ثابت ہوتا ہے۔ یہ پاگل پن کو دور کرتا ہے، بصارت میں اضافہ کرتا ہے۔ آنکھوں میں روشنی بڑھاتا ہے۔ دل و دماغ کو تقویت ملتی ہے۔ یہ تیز چمکدار رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں انتہائی باریک سوراخ ہوتا ہے۔

لاجورد Lapiz Lazuli

لاجورد ماورائی علوم کے مبتدیوں کے لئے بہت اہم ثابت ہوسکتا ہے۔ اس کو پہن کر مراقبہ کرنے سے ان قوتوں کو جلا ملتی ہے جن کے ذریعے ماورائی دنیا تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ لطائفِ ستہ کے مراکز تک پہنچنے میں بھی قدرے آسانی ہوتی ہے۔ اس کی رنگت عام طور پر گہری نیلی ہوتی ہے جس پر سنہری اور سفید داغ ہوتے ہیں۔ اس کی چمک کرسٹل کی طرز کی ہوتی ہے۔ اسے خریدنا عوام کی دسترس میں ہے۔ اگر کسی کی پلکیں جھڑ جائیں تو لاجورد کو پیس کر چند بار لیپ لگانے سے پلکیں دوبارہ اگ آتی ہیں۔

اچھالا جوردہ ہوتا ہے جس پر زرد رنگ کے نقطے ہوتے ہیں۔ یہ پتھر پہننے والا جادو ٹونے سے محفوظ رہتا ہے۔ دمہ (ہلمبری) کے مرض میں فائدہ دیتا ہے۔ نیز دو فریجا کو رفع کرتا ہے۔ ایام کی تنگی میں مفید ہے۔ یرقان کو ختم کرتا ہے۔

ہیرا Diamond

ہیرا پہننے والے کے اندر لاشعوریت کا شعور بیدار ہو سکتا ہے۔ روح کے نہ ختم ہونے والے مشاہدات تک رسائی ممکن ہے۔ باطنی روشنیوں، رنگوں اور صلاحیتوں میں توازن پیدا ہوتا ہے۔ روحانی اعتبار سے ہیرا بہت اہمیت کا حامل ہے اور ماورائی علوم کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اس کی مدد سے لطیفہ اخفیٰ Crown Centre کو کھولا جا سکتا ہے۔

ہیرا کئی رنگوں میں ملتا ہے گلابی، سبزی مائل اور زردی مائل رنگ عام طور پر مل جاتے ہیں۔ طبی نقطہ نظر سے ہیرا جذام، درمں، مثانہ کی پتھری، دیوانگی، مالیخولیا اور نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہیرا بہت بیش قیمت پتھر ہے۔ اگر ہیرے کے رنگوں کے دوسرے معمولی پتھر یا نگینے حاصل کئے جائیں تو ان سے بھی یہی نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اصل حیثیت رنگوں کی ہے۔

پکھراج Topaz

پکھراج کو پنا کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ہلکے نیلے، ہلکے سبز، گلابی، نارنجی اور زرد رنگوں میں ملتا ہے۔ اس کا بنیادی رنگ سنہری مائل زرد ہے۔ اس کی قیمت بہت زیادہ نہیں ہوتی۔ اسے بھی ماورائی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پکھراج روشنی کی مخصوص خاصیت رکھتا ہے۔ اسے پہننے سے طبیعت میں شگفتگی اور محبت کے رنگ بکھر جاتے ہیں نیز اس کی روشنی دوسروں کو بھی متاثر کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے پہننے والے کے سامنے ہر شخص شگفتگی کا احساس پاتا ہے نتیجتاً ایسا شخص لوگوں میں ہر دلعزیز ہو جاتا ہے۔ طبی نقطہ نگاہ سے بھی پکھراج کے خواص نمایاں ہیں۔ اسے پہننے سے ذہنی تکان سے نجات ملتی ہے جو اس دور کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔ یہ ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ کرتا ہے اور بھولنے کی بیماری (نسیان) سے نجات ملتی ہے۔

یاقوت Ruby

یاقوت بھی قیمتی پتھروں میں شمار ہوتا ہے اسے لعل بھی کہا جاتا ہے۔ یاقوت کا ایمیٹیشن سرخی مائل سیاہ، سلیٹی رنگ، سبز، نیلے، سرمئی، بینگنی رنگ، کاہی، شمعی اور ترنجی رنگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یاقوت دوران خون کے مسائل کے حل میں بہت اہم کام انجام دیتا ہے۔ خون میں انفیکشن کو ختم کرتا ہے۔ جراثیمی بیماریوں میں یہ پتھر مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جن حضرات و خواتین کو خون جمنے کی تکلیف ہوتی ہو یہ پتھر فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ سینے پر دل کے مقام پر کچھ دیر رکھنے سے دل کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے۔ شریانی اور وریدی نظاموں کو بہتر انداز میں چلاتا ہے۔

زمرد Emerald

زمرد چقندر کے رنگ، لوہے کے زنگ کے رنگ، قلعی اور سبز رنگ میں ملتا ہے۔ زمرد یا زمرد کے رنگ کا نگینہ انگوٹھی میں پہننے سے مرگی کا دورہ نہیں پڑتا۔ دل کو قوت ملتا اور آنکھوں کی روشنی بڑھاتا ہے۔ دوران خون کو درست رکھتا ہے۔ اسے پہننے والے کو شعوری پختگی حاصل ہوتی ہے۔ ارادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ ڈراؤنے خواب نظر نہیں آتے۔ وضع حمل کی تکالیف اور بچہ کی ولادت میں آسانی ہوتی ہے۔

مرجان Coral

مرجان کو مونگا بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں کئی رنگ ہوتے ہیں جن میں نمایاں بالکل سرخ، نارنجی، سرخی مائل، گہرا گلابی، بھورا، ہلکا زرد اور سفید رنگ ہیں۔ مرجان کے تجویز کردہ رنگ کا نگینہ انگوٹھی میں پہننا پیٹ کے امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھیپھڑوں سے خون آنے کو موقوف کرتا ہے۔ تلی اور آنتوں کے امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ نظر تیز ہوتی ہے نیز گٹھیا کے مریضوں کو بھی آرام ہوتے

دیکھا گیا ہے۔

لہسنیا Cat's Eye

یہ پتھر بلی کی آنکھوں کی طرح دھاری دار ہوتا ہے۔ زرد، سبز، سیاہ اور بھورے رنگوں میں ملتا ہے۔ سبز اور زیتونی رنگ کا پتھر اچھا مانا جاتا ہے۔ یہ پتھر جادو ٹونے اور آسیب کے اثر کو زائل کرتا ہے۔ نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے اور ولادت کے عمل میں آسانی ہوتی ہے۔

قدیم دور میں بادشاہ اور سپہ سالار اسے پہن کر میدان جنگ میں جاتے تھے تاکہ دشمنوں سے محفوظ رہیں۔ یہ پتھر نظام ہضم کو بھی بہتر بناتا ہے۔ مردانہ و خواتین کے پوشیدہ امراض میں مفید ہے۔

حجر القمر Moon Stone

یہ ایک طرح کا آئینہ ہے۔ جو شخص منفی طرز فکر کا مالک ہو، کہا جاتا ہے اس پتھر کے استعمال سے اس کی منفی طرز فکر میں پختگی آجاتی ہے اور جس کسی کی فکر مثبت ہو اس کی فکر میں زیادہ پاکیزگی آجاتی ہے۔ اس لحاظ سے ماورائی علوم کی تحصیل میں منہمک مبتدیوں کے لئے یہ پتھر بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس سے باطنی صلاحیت بیدار ہو جاتی ہے۔ لطیفہ نفسی Solar Plexus کی منفی تحریکات کو روکنے کے لئے یہ بہت اچھا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ طبی لحاظ سے ڈر، خوف، دماغی امراض مثلاً خفقان اور پاگل پن کو دور کرتا ہے۔ دماغی صلاحیتوں کو زیادہ کرتا اور فہم و فراست میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کی شکل جمے ہوئے پانی جیسی ہوتی ہے اور چمک چاندی کی مانند ہوتی ہے۔ اس کا رنگ سفید یا نیلا ہوتا ہے۔

دودھیا Opal

یہ پتھر نہایت سریع الاثر ہوتا ہے اور اس کا مزاج تقریباً نیلم ہی کی طرح ہوتا ہے۔ اگر موافق آجائے تو انتہائی فائدہ دیتا ہے اور اگر موافق نہ آئے تو کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیتا ہے۔ اس لئے اس کے استعمال میں بہت احتیاط کیجئے یا اسی رنگ میں کسی دوسرے پتھر یا نگینہ کا انتخاب کریں۔ یہ کرسٹل، دودھیا، آتشی، خاکی اور زردی مائل سفید رنگوں میں ملتا ہے۔ مزاج کے مطابق پہننے سے آدمی میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ دماغی، قلبی اور جنسی قوت میں اضافہ ہوتا ہے، لیکوریا اور ایام کی خرابی میں مفید ہے۔ بواسیر اور معدے کے امراض میں مفید ہے۔

سیپ Shell

یہ کوئی نگینہ نہیں ہے بلکہ ایک سمندری کیڑے کا خول ہے۔ یہ پرانی خارش کے مریضوں کے لئے عظیم نعمت ہے۔ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی نے سیپ کا علاج بے شمار مریضوں کو تجویز کیا اور ان کی پرانی سے پرانی خارش ختم ہو گئی۔ (یہ علاج روحانی ڈائجسٹ کے پرانے شماروں میں کئی بار شائع ہو چکا ہے)

جیم تھراپی اور اس کا دائرہ عمل

پتھروں اور نگینوں سے علاج کے ضمن میں یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سو فیصد قابل عمل ہے۔ کسی بیماری میں اس کا عمل دخل پچاس فیصد یا اس سے کم ہوتا ہے اس لئے محض اسی طریقہ علاج پر تکیہ کر لینا کافی نہیں ہے۔ اس کو کسی دوسرے طریقہ علاج کے ساتھ معاون علاج کی حیثیت سے کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کو آسمانی رنگ سے فائدہ ہوتا ہے۔ ایسے مریض اگر آسمانی رنگ کا پتھر یا نگینہ پہنیں اور اس کا باقاعدہ طبی علاج بھی کریں تو زیادہ بہتر اور سریع اثرات حاصل ہوں گے۔ پتھروں اور نگینوں کا طریقہ علاج سو فیصد قابل عمل بھی ہو سکتا ہے مگر یہاں بھی وہی مسئلہ ہے جو مضمون "قوس قزح کا راز" کے ذیل میں کلر تھراپی کے تحت ہم زیر بحث لا چکے ہیں۔ دونوں طریقہ علاج کا تعلق رنگوں سے ہے اور رنگوں میں تحقیق کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ ابھی رنگوں کی اقسام بھی قابل قدر نتیجہ پر نہیں پہنچی ہے جبکہ ابھی اس بات کی ضرورت باقی ہے کہ رنگوں کے شیڈز پر بھی تحقیق کی جائے۔

انتخاب

کوثر معین رضوان

کتابِ فطرت

انسان کو دنیا میں کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا جواب صرف ایک ہے۔ اپنے خالق کی معرفت کے لئے۔ معرفتِ رب ہی اس دنیا میں کسی انسان کا سب سے بڑا حاصل ہے۔ جو آدمی مخلوقات میں خالق کی دریافت کر لے، وہی صاحبِ معرفت ہے اور جو صاحبِ معرفت ہے وہی خدا کا مطلوب انسان ہے۔ جس کے لئے آخرت کی ابدی دنیا میں جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

اس مقصد کے لئے خدا نے پوری کائنات کو ایک کھلی ہوئی کتاب بنا دیا۔ ہمارا سورج گویا عظیم خدائی ٹارچ ہے جو اندھیرے میں چھپی ہوئی چیزوں کو اُجالے میں لا کر ان کو قابلِ مشاہدہ بنا دیتا ہے۔ یہاں دریاؤں اور سمندروں کے مناظر ہیں جو خدا کی صفات رحمت کی کہانیاں بیان کر رہے ہیں۔ یہاں پہاڑ اور درخت ہیں جن کو دیکھ کر انسان روحانی غذا حاصل کرتا ہے۔ یہاں ہوا کے جھونکے ہیں جو ہر شخص کو لمسِ ربانی کا تجربہ کراتے ہیں۔ یہاں چڑیوں کے چہچہے ہیں جو صبح و شام آدمی کو خدائی نغمے سنا رہے ہیں۔

یہ کتابِ فطرت ہے۔ اس کتاب میں وہ سب کچھ مکمل طور پر درج ہے جو آدمی کو جاننا چاہئے۔ اس کتاب میں علم و آگہی کا وہ پورا ذخیرہ رکھ دیا ہے۔ جس کو دریافت کر کے انسان اپنی اعلیٰ روحانی تعمیر کر سکے۔ خدا کے نزدیک محروم وہ نہیں جو مال و دولت سے محروم ہو بلکہ محروم وہ ہے جو اس خزانہ فطرت سے اپنا حصہ نہ لے سکے۔ اندھا وہ نہیں جو آنکھ کا اندھا ہو بلکہ اندھا وہ ہے جو بصیرت کی صلاحیت سے خالی ہو۔ جاہل وہ نہیں جو مشرق و مغرب کی ڈگریاں نہ رکھتا ہو بلکہ جاہل وہ ہے جس کو رب المشرقین والمغربین کی درس گاہ سے علم حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکا اور وہ محرومی کی حالت میں دنیا سے چلا گیا۔

تاریک رات کا مسافر

رات اپنے اندر بے شمار عجائبات لئے ہماری دنیا پر چھا جاتی ہے۔ رات سے مراد تاریکی یا اندھیرے کے ہیں۔ درحقیقت اس تاریکی میں بھی بے شمار روشنیاں پوشیدہ ہیں، مخلوقات زندہ ہیں، اگر کبھی کسی کا ذہن یکسو ہوجائے تو رات کے عجائبات کا مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ ایک ایسے ہی خوفناک اور تحیرخیز سفر کی روداد پیش خدمت ہے جب بارہ سال کی عمر کے لڑکے کو رات کی تاریکی میں پوشیدہ مخلوقات کا سامنا ہوا۔

گلزار احمد ہنیال (مانچسٹر)

10 فروری 1972ء کی ایک یخ بستہ شام تھی۔ آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ جسم کے آر پار ہو جانے والی سرد اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ میں اپنے گاؤں چیچیاں، جو گجرات شہر سے دس میل مشرق میں واقع ہے، سے ایک ضروری کام سے گجرات شہر گیا۔ اس وقت میری عمر بارہ سال تھی اور میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا۔

دن کا وقت تھا دھوپ نکلی ہوئی تھی اسکول سے تین بجے چھٹی کر کے گھر آیا۔ ہلکا سا سویٹر پہنا اور کھانا کھائے بغیر چل دیا۔ اسکول میں ٹیچر نے کہا کہ کل جو چھ پاسپورٹ سائز تصویریں نہ لائے گا تو اس کا اسکول کا Student card نہ بن سکے گا۔ لہٰذا میں نے اپنی تصویریں اسی دن لانے کا ارادہ کر لیا۔ والدہ نے کافی کہا کہ اب دیر ہو گئی ہے مگر میں نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ جلدی واپس آجاؤں گا اور چل پڑا۔

گجرات شہر پہنچ کر فوٹو گرافر سے اپنی تصویریں لیں اور بس اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ اس وقت سورج کی طرف نظر پڑی تو وہ چند منٹ بعد غروب ہونے والا تھا۔ نظر کے سامنے راستے کے اندھیرے سفر کے مراحل کی پورا منظر گھوم گئی۔ تاہم یہ منظر فکر مندی کے آثار سے خالی تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے سورج نے خدا حافظ کہا اور غروب ہو گیا۔ میری زندگی کا یہ پہلا سفر تھا جو میں اکیلے اور وہ بھی رات کو کر رہا تھا۔ بس اسٹینڈ سے گاؤں تک پیدل کا سفر بھی اس میں شامل تھا۔

آسمان پر گھرے بادل چھا چکے تھے اور سرد ہوا تیز ہو چکی تھی۔ شدت سے بھوک کا احساس ہونے لگا مگر جلدی گھر پہنچنے کی فکر میں کچھ کھانے کو دل نہ چاہ رہا تھا۔ بار بار بس کے آنے والے راستے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ قریب ہی ایک ریڑھی والا آن کھڑا ہوا۔ اس نے ریڑھی پر مونگ پھلی کا ڈھیر لگایا ہوا تھا اور اس کے درمیان ایک مٹی کی ہنڈیا میں کوئلے ڈال کر آگ سلگا رکھی تھی اور جب کوئی گاہک مونگ پھلی لیتا اس کو آگ والے برتن کے نیچے سے گرم گرم بھنی ہوئی مونگ پھلی دے دیتا۔ میں نے چار آنے (25 پیسے) کی مونگ پھلی کا آرڈر دیا۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ ریڑھی پر لکھا تھا "گامو مونگ پھلی والا"۔

"مونگ پھلی والا"...... "باداں مسالیاں والی دال"...... "روسٹڈ مرغ توں کمال"۔

جیسی آوازیں لگا لگا کر گامو کے منہ کا اسٹائل ایک طرف سے ڈراپ ہو چکا تھا۔ گامو نے چار آنے بوری کے نیچے رکھے اور ترازو میں ایک طرف اینٹ کے پتھر کا ٹکڑا رکھا اور ایک پاؤ سے زیادہ مونگ پھلی بڑے سے خاکی پیپر کے لفافے میں ڈال کر دی۔

[illegible]

ابھی میں نے پہلا لقمہ ہی منہ میں ڈالا تھا کہ بس چل پڑی۔ جلدی سے بس میں [illegible] کے سفر کی [illegible] کھڑکیوں کے شیشے [illegible] سے جلدی [illegible] ابھی میرا کھانا دوبارہ نئے ڈلوانے کی ضرورت محسوس نہ کی بس میں جب دیکھا تو چاروں طرف سے ٹھنڈی ہوا نے میرے کان سن کر دیے تھے میں اس تجربے سے زندگی میں کبھی دوچار نہ ہوا تھا۔ دیگر مسافروں نے گرم چادریں لپیٹی ہوئی تھیں۔ مگر میرے پاس تو ہوا سے بچنے کے لیے موٹا سویٹر اور کوٹ تھا۔ بس چلی ہے کہ رات کی سرد ہوا کا کوئی سامان نہ تھا اب جی چاہتا تھا کہ [illegible]

مسافروں کو سوار کرنے کے بعد ڈرائیور اور کنڈیکٹر نیچے اتر [illegible] اتنی دیر میں اور [illegible] زیادہ [illegible] کرنے پر بظاہر [illegible] وہاں سے تھوڑا میل دور تھا۔ سردیوں کی رات کے نو بج چکے تھے [illegible] تھی وہ بس کی کھڑکیوں کے شیشے چیخ [illegible] پانچ میل دور جا کر بس کا ٹائر پنکچر ہو گیا۔ میں [illegible] کے ایک طرف کھڑی کر دی گئی اور ڈرائیور نے Jack کا [illegible] چھت پر چڑھا اس نے کنڈیکٹر کو وہاں سے آواز دی۔ "اوئے مجھے جیک کیوں دیتے ہو؟"

ہوا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ کرنے کی غرض سے جب اپنے چاروں طرف مسافروں کی طرف دیکھا تو سب کو تیز ہوا کے مقابلے میں اپنے گرد لپٹی ہوئی چادروں کو سنبھالنے کی جنگ میں مصروف پایا۔

یہ لوگ گرم گرم مونگ پھلی (جو اب تک ٹھنڈی ہو چکی تھی) کے مزے لوٹ رہے تھے [illegible] یہ چادر جا کر لی ہوئی چادر بتا رہی تھی۔

ڈرائیور نے مسافروں کو خوشخبری دی کہ جب مسافر اتار لیا گیا [illegible] دوسری آنے والی بس میں سوار ہو جائیں۔ ہم آگے نہیں جا سکیں گے۔ کیونکہ ٹائر اگر آ گیا تھا (حالانکہ [illegible]) مسافروں نے [illegible] ٹھنڈی ہوا [illegible] کی کوشش کی تاکہ ڈرائیور آگے جانے پر رضامند ہو جائے [illegible] مانا تھا [illegible] نیچے اتر کر دوسری بس کا انتظار کرنے لگے۔

[illegible] دوسری [illegible] اللہ اللہ کر کے [illegible] آئی۔ سب مسافر سوار ہو گئے۔ میں ابھی [illegible] تمام

"ابھی تک جیک تو گرم ہو گیا ہے۔" 3267 والے [illegible] کنڈیکٹر نے کہا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ تم بھی گجرات رہ جاتے [illegible]"

"جی میں آپ کے ساتھ کنڈیکٹری کر رہا ہوں۔"

کنڈیکٹر بے قدرے منہ بسور کر جواب دیا۔

"[illegible] اب یہاں پچھلے [illegible] پیچھے سے اب کوئی بس نہ آ سکے گی۔ چاہے پیدل [illegible] میل [illegible] جیک لے کر آؤ [illegible] واپس آیا تو ڈرائیور نے جھنجھلاتے Smart card [illegible] فوراً چلا [illegible] کی طرف جیک لینے روڈ پر [illegible] تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد ایک بس آ گئی۔ جیک [illegible] جلدی سے [illegible]

جگہ کے ساتھ ابھی تانڈو کی جانب رواں دواں تھی۔ [illegible] دیکھا [illegible] گاڑیوں کی [illegible] سب مسافر نیچے اتر رہے [illegible] قریب [illegible] معلوم ہوا کہ سڑک پر کوئی گاڑی [illegible] اس طرف [illegible] آئے گی کوئی گاڑی [illegible] نہیں کر سکتی۔ [illegible]

آج شام کے بعد نہیں کم کیوں آ رہی تھیں [illegible] کھڑی تھیں۔ تانڈو سے گجرات کی طرف [illegible] تھیں۔ میں نے سب لوگ نیچے اتر گئے۔ میں بھی اتر گیا۔ [illegible] لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ لاش کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں بھی [illegible] ہجوم [illegible] لاش [illegible] کے جوان [illegible] کی تھی [illegible] گیا تھا [illegible] تھیں [illegible] دیکھا تھا۔ میں [illegible] سے کانپنے لگا۔ میں نے [illegible] گاڑی ہوتی [illegible] اور ہجوم سے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر [illegible] کو بحال کیا اور اب اگلے سفر کے بارے میں [illegible] لوگ پیدل [illegible] کی طرف جا رہے تھے۔ [illegible] وہاں سے دو میل دور تھا۔ میں بھی پیدل چلنے لگا۔

رات کو [illegible] گیارہ بجے [illegible] کو پہنچ کر چند منٹ [illegible] اگلے سفر کی [illegible] کر [illegible] گاؤں تک پیدل جانے [illegible] سڑک [illegible] گاؤں [illegible] پار [illegible] پانچ میل تھا [illegible] پیدل [illegible] میرے اس طرح [illegible] تو [illegible] میں [illegible] جتنا جلدی ہو سکے اس [illegible] پہنچ جاؤں۔

[illegible] رات کو [illegible] گیارہ بجے [illegible] پہنچ کر چند منٹ [illegible] میں [illegible] چاند [illegible] انسان کی عمر میں یہ پہلا تجربہ تھا [illegible] چڑیلوں کی کہانیاں بھی سن رکھی تھیں [illegible] دونوں طرف [illegible]

[illegible] اور [illegible] کہیں ریت کا میدان [illegible] فصل کے [illegible] اور کہیں گاؤں کی تنگ گلیوں میں [illegible] سے گزرنا تھا [illegible] ایک ایک کر کے [illegible] آنے لگے۔

[illegible] رات کو سفر کرنے والے کئی لوگوں کو [illegible] کا بابا [illegible] اور [illegible] کہانیاں سنایا کرتا تھا [illegible] بابا [illegible] دونوں [illegible] دلچسپ باتیں [illegible] جاتا [illegible] کوئی [illegible] گاؤں میں [illegible] اس کے [illegible] پیغام پہنچانے [illegible] ان قاصدوں کی [illegible] جنگلوں، بیابانوں اور ویرانوں میں سے گزرتے ہوئے [illegible] مختلف قسم کے واقعات پیش آتے [illegible]

[illegible] ایک [illegible] واقعہ سنایا [illegible] گاؤں [illegible] کوئی چیز نظر آئی [illegible] تو وہ [illegible] کوشش [illegible] مشکل [illegible] طرح کے [illegible] آ چکے تھے۔

[illegible] کہانیاں [illegible] ذہن میں [illegible] آنے والے [illegible] سے نیچے [illegible] اللہ کا نام لے کر قدم [illegible] میں تھوڑی [illegible]

ہو چکی تھی۔ اندھیرے اور سردی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ رات کا سناٹا خوفناک ماحول پیدا کر رہا تھا۔ تاہم کبھی کسی درخت سے کسی پرندے کے اڑنے کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر دیتی۔ اب میں پیلووال گاؤں کے متوازی اس سے ایک فرلانگ دور شلجم کی فصل کے درمیان سے گزرنے والے راستے پر چل رہا تھا۔ ایک فرلانگ تک چلنے کے بعد میں نے اپنے حواس کا جائزہ لیا۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ جسم میں پسینہ آیا ہوا تھا اور نہ جانے کیوں مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے میرا سر کبھی بجو رہا ہے اور کبھی اُدھڑ رہا ہے۔ اس حالت کو کوشش کے باوجود بھی نہ سمجھ سکا۔

دو فرلانگ مزید چلنے کے بعد سامنے راستے میں ایک کنواں نظر آیا جس کے ارد گرد بڑے بڑے درخت تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے اس کنویں سے خوف محسوس ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کنویں کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کنویں کے بالکل سامنے میرے راستے کے درمیان ایک سفید دودھیا رنگ کی کُتیا کھڑی ہے اور میری طرف دیکھ رہی ہے۔ گھپ اندھیرے میں بھی وہ چمک رہی تھی اور اس کی دونوں آنکھیں ٹارچ کی طرح روشن نظر آ رہی تھیں۔ میں جہاں تھا وہیں رُک گیا۔ وہ کتیا تقریباً 30 فٹ کے فاصلے پر تھی۔ بوٹے بابا کے بتائے ہوئے تمام قصے میری آنکھوں کے سامنے آنے لگے۔ مجھے خیال آیا ابھی یہ کتیا بھیڑیا بن جائے گی، شیر بن جائے گی یا سانپ بن جائے گی۔ اس وقت میں نے Physicaly اپنے جسم میں کرنٹ لگنے کے جھٹکے محسوس کئے جن کی شدت کو آج 26 سال بعد بھی میں نہیں بھول سکا۔ پھر یوں محسوس ہوا کہ مسلسل میرے جسم سے کرنٹ گزر رہا ہے اور میرا سر پھٹ رہا ہے اور جڑ رہا ہے۔ میں مسلسل آیت الکرسی کا ورد کرتا جا رہا تھا۔ ناپختہ ذہن میں اس رات ان تمام کٹھن مراحل سے گزر کر اپنے گھر پہنچنے کے سوا اور کوئی خیال نہیں تھا اور اس رات کو شعوری طور پر جتنا اوراد و تناول لگا کر میں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے کی کوشش کی اس کی شدت آج بھی محسوس کرتا ہوں۔ رفتہ رفتہ میں ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا۔ کتیا اپنی جگہ پر کھڑی رہی اور میری طرف اپنی دو ٹارچ نما آنکھوں کے ساتھ دیکھتی رہی۔ میں بھی رفتہ رفتہ آگے بڑھتا گیا۔ جب دس فٹ کے قریب فاصلہ رہ گیا تو وہ کتیا راستے سے ہٹ کر ایک طرف ہو گئی۔ میں چلتا رہا۔ جب میں اس کی سیدھ سے آگے نکلا تو وہ پھر پہلے والی جگہ پر آ گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ پاؤں سے قدم قدم نہیں چلتی بلکہ اسکیٹنگ کی طرح پھسل کر چلتی ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ضرور کوئی جن بھوت ہے۔ وہ کتیا میرے پیچھے میری سپیڈ کے مطابق چلنے لگی۔ تقریباً سو گز چلنے کے بعد آگے ایک قبرستان تھا۔ راستہ قبرستان کے بیچ سے گزرتا تھا۔ اب اس خیال سے خوف دوگنا ہو گیا کہ ممکن ہے قبرستان میں جا کر اس کتیا کے ساتھ اور بھی مخلوق شامل ہو جائے۔ یا یہ کتیا اپنی شکل بدل کر کسی اور روپ میں ظاہر ہو۔ وہ کتیا بدستور میرے پیچھے دس فٹ کے فاصلے پر چلی آ رہی تھی۔ جب ہم دونوں قبرستان سے گزر گئے۔ نہ اس نے اپنی شکل بدلی اور نہ اس کی مدد کے لئے کوئی اور مخلوق آئی۔ تو اب میرے اندر خوف کی بجائے بہادری کے جذبات پیدا ہونے لگے اور اب میں اس کتیا کو مارنے کا پروگرام بنانے لگا۔ میں نے آک کے پیڑ سے دو چھڑیاں توڑیں۔ میں چلتا چلتا ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ اب کتیا آہستہ آہستہ راستے پر چلتی آ رہی تھی۔ جب وہ مجھ سے پانچ فٹ کے فاصلے پر آ گئی۔ جہاں سے وہ میری چھڑی کی رینج میں تھی۔ میں نے زور سے چھڑی اس کے اوپر ماری۔ اب وہ میری آنکھوں کے سامنے تھی وہ کسی صورت بھی میری چھڑی کی ضرب سے بچ نہ سکتی تھی۔ مگر کیا ہوا۔ میری چھڑی زمین پر لگی اور کتیا جیسے اڑ کر یا سلپ ہو کر 20 فٹ دور جا کھڑی ہوئی۔ یہ منظر نہایت خوفناک تھا مگر اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھے چھو نہیں سکتی صرف دور سے ڈرائے گی۔

اب میں نے سیدھا چلنا شروع کر دیا۔ آدھے میل پر گاؤں کے درمیان سے تنگ گلیوں سے گزرنا تھا اور گاؤں کے

پچیس تیس آوارہ کتوں سے مقابلہ بھی کرنا تھا۔ آہستہ آہستہ ہم دونوں رات کے مسافر چلے جا رہے تھے۔ ابھی میں گاؤں سے کافی دور تھا کہ گاؤں کے کتوں کو شاید ٹیلی پیتھی ہو گئی کہ کوئی آ رہا ہے۔ انہوں نے بھونک بھونک کر گاؤں کے تمام کتوں کو (معہ پالتو کتوں کے) اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ اس گاؤں کے ارد گرد گنے کی فصل ہوتی تھی۔ اس لئے گاؤں کے زیادہ لوگ پالتو کتے رکھتے تھے۔ تقریباً تیس کے قریب کتے گاؤں سے سو گز باہر میرے راستے پر ایک اونچائی پر کھڑے ہو کر اپنی ترنم انگیز، دھمک انگیز اور بڑھک انگیز آوازوں میں میرے استقبال کے نعرے لگانے لگے۔

جب میں کتوں سے سو گز کے قریب پہنچا۔ میں نے پیچھے دیکھا تو سفید کتیا غائب ہو گئی تھی۔ اس گاؤں سے گزر کر مجھے ریت کے میدان سے گزرنا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ کتیا شاید ریت کے میدان میں مجھے دوبارہ ملے گی۔ تاہم اب سامنے ایک نیا خطرہ تھا۔ اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ایک کمزور سی چھڑی تھی جو ایک بار مارنے پر ٹوٹ جاتی۔ ایک تو پہلے ہی زمین پر لگ کر ٹوٹ چکی تھی۔

میں آہستہ آہستہ اپنے راستے پر چلتا ہوا تیس کتوں کے قریب ہوتا گیا۔ جب میں ان سے بیس فٹ کے فاصلے پر پہنچا تو میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ اب تو وہ اس غضب سے بھونکنے لگے کہ گویا میرے ٹکڑے کر کے کھا جائیں گے۔ یوں لگتا تھا جیسے بھونچال آ گیا ہے۔ زمین ہلنے لگی۔ میں تقریباً آدھا گھنٹہ وہاں ایک ہی جگہ پر جم کر کھڑا رہا۔ آدھے گھنٹے بعد کتوں کے بھونکنے کا زور کچھ کم ہوا اور اب ان کی آواز میں قدرے ترنم یعنی لمبی سر شامل ہو گئی۔ اس کو میں نے خیر سگالی کا پیغام سمجھا اور قدم آگے بڑھا دیا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو آدھے کتے دائیں اور آدھے بائیں طرف ہو گئے۔ اب تمام کتوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا اور پہلے کی طرح غضب کے ساتھ بھونکنے لگے اور میرے اوپر حملہ آور ہونے لگے۔ موت و حیات کی اس کش مکش میں میرا تقریباً آدھا گھنٹہ مزید لگ گیا۔ وہ آدھا گھنٹہ پوری رات سے زیادہ لمبا تھا۔ اسی حملے کے دوران گاؤں کا کوئی آدمی میری مدد کو نہ آیا۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ یہاں ایک بارہ سالہ بچہ خالی ہاتھ ایک گھنٹے سے تیس کتوں سے جنگ کر رہا ہے۔ اب میں آہستہ آہستہ گاؤں کی گلی میں داخل ہونے لگا۔ تمام کتے جلوس کی شکل میں میرے پیچھے تھے۔ مگر اب پہلے والا زور نہ تھا۔ کئی ایک تھک ہار کر ایک طرف کھڑے ہو کر صرف لمبے سر سے بھونکنے پر اکتفا کر رہے تھے۔

جب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ اب وہ کتے میرے پیچھے نہ آئیں گے۔ تو اب میں نے اپنی ٹانگوں پر ہاتھ پھیر کر چیک کیا کہ کہیں کتوں کے دانت لگنے سے خون تو نہیں نکلا البتہ لباس کتوں نے کئی جگہ سے بھنبھوڑ دیا تھا۔ خون نہ پا کر اللہ کا شکر ادا کیا جس ذات نے بالکل صحیح سلامت اس مصیبت سے باہر نکال لیا تھا۔

اب ریت کے پانچ سو گز میدانی راستے کے بعد گنے کی فصل تھی جس کے راستے میں دو مکان (ڈیرے) تھے۔ ان ڈیرے والوں نے بہت بڑا بھیڑیا نما کتا رکھا ہوا تھا۔ جس کو رات کو کھلا چھوڑتے تھے۔ اب اگر سفید کتیا نہ آئی تو سامنے والے سیاہ بھیڑیے سے مقابلہ ہو گا اور اب تو بالکل ہی خالی ہاتھ تھا۔ پہلے نہ جانے چھڑی توڑنے کی طرف خیال کیوں نہ گیا۔

اب میں اس مکان سے تین سو گز دور ہی تھا کہ سیاہ بھیڑیے نما [illegible] ں آمد کی خبر ہو گئی اور وہ دوڑتا ہوا سیدھا میری طرف آیا اور سیدھا آ کر اپنے دونوں سامنے والے پاؤں میرے سینے پر رکھ کر میرے منہ کو کاٹنے والا تھا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کے مکے اس کے منہ پر مارے۔ ایک مکا اس کے گلے پر لگا اور دوسرا اس کے منہ پر۔ اس کے منہ پر لگنے والے مکے سے میری انگلی پر اس کا دانت لگا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ یہ منظر بھی میرے لئے بڑا دہشت ناک تھا۔ وہ بڑا خوفناک کتا تھا اور میں بہت کمزور و ناتواں لڑکا تھا مگر اس نے مجھ پر حملہ نہ کیا بلکہ دو تین فٹ

دوسرے ہو گئے ہو گئے لگا۔ اس طرح دو تین چند قدم کے بعد میں
نے آہستہ آہستہ Reverse چلنا شروع کر دیا اور وہ
میرے پیچھے ہوتا گیا اور اچھا رہا۔ اس کے مکان سے گزرنے
کے بعد کچھ دور تک اس نے میرا ساتھ دیا۔ اس کے بعد
ایک جگہ کھڑا ہو کر مجھے الوداعی پیغام دینے لگا۔

اب جانے آگے میل پر ایک اور چھوٹا سا گاؤں
لائیاں تھا۔ اس سے پہلے ڈنڈو کڑیانوالی روڈ جس پر بہت
پرانے گھنے سایہ دار شیشم کے درخت تھے۔ مجھے اس روڈ
کو کراس کرنا تھا۔ یہ بھی بہت خوفناک جگہ تھی۔ جنگل کا ماحول
بھرپور آسیبی سا تھا۔ جب میں نے اس روڈ کو کراس کیا تو
دونوں طرف دو درختوں کے درمیان سڑک کے بالکل بیچ
ایسے آواز آ رہی تھی جیسے کوئی بہت وزنی چیز اڑ کر آ رہی ہے
اور مجھ سے تقریباً چالیس فٹ دور آ کر اس طرح زمین پر اس
کے گرنے کی آواز آئی جیسے کسی بھاری وزنی چیز کو
اونچائی سے زمین پر دے مارا ہو۔ یہ آواز اور سین اتنا خوفناک
تھا کہ میں وہاں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ بے حس و ساکت ہو گیا۔ نہ ہل سکا
نہ ہی ہلکا اور نہ اپنی نظر کو ہٹا سکا۔ چند سیکنڈ کے بعد میرے
ذہن میں خیال آیا کہ میں زندہ ہوں یا خوف سے مر چکا
ہوں۔ اس خیال کی تصدیق کرنے کے لیے میں نے اپنے
دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے انگلیاں چلتی لگیں تو مجھے
یقین ہو گیا کہ میں زندہ ہوں۔ اس بار میری زبان بند ہو گئی
تھی۔ مجھ سے آیت الکرسی بھی نہ پڑھی گئی مگر جب مجھے اپنے
زندہ ہونے کا یقین ہو گیا تو میں نے قدم آگے بڑھایا۔ میں
سنتا تھا کہ آیت الکرسی پڑھنے سے کوئی بھی شے قریب
نہیں آتی۔ مگر اب تجربہ ہوا کہ اگر وہ چیز رو کر دیتا ہے تو اس
خوف سے آیت الکرسی بھی نہیں پڑھی جاتی۔ ایسی حالت
میں خوف کے باعث حواس کے پرخچے اڑ جاتے ہیں دل کی حرکت
بند ہو جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں فلاں آدمی کو جن، بھوت
یا چڑیل نے مار دیا۔ یہ مفروضہ غلط ہے۔ کوئی جن وغیرہ کسی
انسان کا گلا نہیں دبا سکتا۔ وہ بھی ایسی مخلوق ہیں جس
زاویہ نگاہ سے نظر آتی ہے ہم عام طور پر ان زاویہ نگاہ سے
دیکھنے کے عادی نہیں ہوتے اور رات کے اندھیرے میں
بیابان میں اکیلے ایسا دیکھنے سے خوف کی وجہ سے خود ہمارے
حواس میں خطرناک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے بعض
اوقات موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اگر ہم اس بھی زاویہ
نگاہ سے بھی دیکھنے کے عادی ہوں تو جنگل میں تنہائی کے
باوجود ہزاروں بھی مخلوقات کے اندر سے گزرتے ہوئے
ہمیں خوف نہ ہوگا۔ روحانی بزرگ بتاتے ہیں کہ جنات کی
اپنی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی جن کے گھر میں سانپ
گھس آئے تو کوئی جن اس سانپ کو باہر نکالنے کی طاقت
نہیں رکھتا۔ جب کوئی جن اپنے گھر سے سانپ کو باہر نہیں
نکال سکتا تو وہ کسی انسان کو کیسے قتل کر سکتا ہے۔ کسی بھی
جنگل بیابان سے رات کو گزرنے کے لیے انسان کو حوصلہ
مضبوط اور بھی زاویہ نگاہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔

اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ دوڑنے کی ذرا بھی
ہمت نہ رہی تھی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ وزنی شے ابھی میرے پیچھے
آکر گر پڑے گی۔ ایسا خیال ہے میرا کہ تنہی کے ساتھ
ساتھ کسی نامعلوم چیز کا ساتھ محسوس ہونے لگا۔ یہ آواز
اتنی خوفناک اور بلند تھی کہ میرے خیال میں آدھ میل تک
گاؤں والوں نے بھی سنی ہو گی۔ اس کے بعد گاؤں ختم ہو
گیا اب میرا گاؤں ایک میل کے فاصلے پر رہ گیا تھا
اب کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ البتہ دو درختوں کے
درمیان خوفناک شے کے گرنے کی آواز کے خوف اور
دہشت سے میرا جسم کانپ رہا تھا۔ تقریباً اذان کے وقت کے
ساڑھے تین بجے کے قریب میں نے اپنے گھر کا دروازہ
کھٹکھٹایا۔ امی جاگ رہی تھیں۔ میری فکر میں ساری رات
سو نہ سکی تھیں۔ فوراً انہوں نے دروازہ کھولا۔ مجھے دیکھ کر
رونے لگیں اور کہنے لگیں اتنی رات گئے سفر کی کیا مصیبت
تھی۔ تم صبح کل چلے جاتے۔ میں نے بہادر بنتے ہوئے اپنی سفر
کی مسلسل روداد کا ان سے ذکر نہ کیا۔ کھانا کھایا اور بستر پر
لیٹ گیا۔ آنکھوں کے سامنے سفر کی فلم چلنے لگی۔ تھوڑی
دیر بعد نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ دوسرے دن اپنے بڑے

بھائی کو سفر نامہ کی روداد سنائی۔ انہوں نے میری بہادری
کی خوب خوب داد دی۔ انہوں نے ابا کو بھی روداد سنائی۔ بہت
خوش ہوئے۔ مجھے تھپکی دے کر کہنے لگے "بیٹا تو تو شیر نکلا"۔
اس واقعہ کے تین سال بعد تک یعنی چودہ سال کی عمر کے
بعد میرے ذہن میں تدبر غالب آگیا اور میں نے اپنے اس
اقدام پر تنقید کرنا شروع کر دی۔ جتلایا کہ تین سال گاؤں میں
کسی آدمی کا دروازہ کھٹکھٹا کر کہتا کہ ایک بارہ سالہ بچہ ہوں
رات اپنے ہاں ٹھہرا لو۔ اگر یہ بھی نہیں تو کسی سے چھڑی کا
مانگ لیتا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد جب میں نویں کلاس میں
پڑھتا تھا۔ میرے گاؤں کا ایک آدمی رات کو اسی راستے سے
بھاگ کر اپنے گاؤں آیا تھا کہ اس کو بھی ایسے ہی واقعات
سے واسطہ پڑا۔ جن سے مجھے واسطہ پڑ چکا تھا۔ وہ اسی دہشت
سے خوف زدہ ہو کر گھر پہنچا اور اسی رات کو فوت ہو گیا۔
میں نے اس پر غور و فکر کرنا شروع کر دیا کہ وہ آدمی کیوں
فوت ہوا اور میں کیوں زندہ بچا حالانکہ چند سیکنڈ کے لیے
میرے دل کی دھڑکن بھی بند ہو چکی تھی میں مردہ حالت
سے کیسے باہر نکلا۔ میں تو بارہ سال کا بچہ تھا۔ مگر وہ آدمی 35
سال کا جوان تھا۔ وہ کیسے فوت ہو گیا۔ اس کے دل کی
دھڑکن اگر بند ہو گئی تو وہ دوبارہ کیوں چالو نہ ہوئی۔ وہ
دہشت کو برداشت نہ کر سکا۔ کیوں؟ میرا تو ذہن ان سوالات
باتوں کو سوچتا جاتا تھا۔

اس سوال کا جواب حاصل کرنے میں بہت دلچسپی رکھنے
لگا۔ یہ سوال صرف ایک سوال نہیں بلکہ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی
میرے ذہن میں اس سوال کی گہرائی اور شدت پیدا ہوتی
چلی گئی۔ ان تیس سال کے عرصے میں میں نے قرآن
سے متعلق تفاسیر، تصوف، تاریخ، علم نجوم، ہپناٹزم،
ٹیلی پیتھی، ہومیوپیتھی، علم الاعداد، چہرہ شناسی، فلسفہ،
نفسیات، پامسٹری، علم الاعداد، علم جفر، علم [illegible]
ماورائی علوم پر مشتمل ایک سو سے زیادہ کتابوں کا مطالعہ کیا۔
ایک ہی سوال میری جستجو کا ذریعہ بن گیا اور اب جستجو

میں میری محویت کا یہ عالم تھا کہ میں کہیں سفر میں بھی ہوتا
تو میرے ہاتھ میں کوئی کتاب ضرور ہوتی۔ قدرت اللہ
شہاب کے ساتھ بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کا انہوں
نے شہاب نامہ میں تذکرہ کیا ہے۔ اس واقعے کے بعد ہی
انہوں نے پچیس سال مطالعے میں صرف کیے اور پھر
روحانیت کا راستہ اختیار کیا۔

تیس سال کی تلاش، محنت اور جستجو کے باوجود بھی
میرے سوال کا جواب نہ ملا یا میری سمجھ میں جواب نہ آیا۔
جون 1991ء میں ایک دن میرے والد صاحب لاہور سے
گاؤں آئے تو اپنے ساتھ روحانی ڈائجسٹ لائے جو کہ انہوں
نے اپنے کسی دوست سے لیا تھا۔ ڈائجسٹ کی ہر سطر پڑھ ڈالا تھا
جس میں جنات کی کہانی تھی۔

مجھے ایسا لگا جیسے اس ڈائجسٹ سے میرے سوال کا
جواب مل جائے گا۔ ڈائجسٹ کو میں نے ایک رشتے
میں پڑھ ڈالا۔ اس کے بعد عظیمی صاحب کی تحریر کردہ سولہ
کتابیں پڑھ ڈالیں اور پھر بار بار تمام کتابوں کو بہت غور و فکر سے
پڑھا۔ مجھے ان کتابوں سے نہ صرف میرے سوال کا جواب
مل گیا بلکہ ایسے ہی سینکڑوں اور سوالوں کے جواب بھی
حاصل ہو گئے۔

عظیمی صاحب کی کتابوں سے یہ حاصل ہوا
کہ ہماری آنکھ کے مطابق ہماری آنکھ سے دیکھے جانے والے
منظر کو ہماری آنکھ کے Shutters جو ہر سیکنڈ کے
بعد کھلتے بند ہوتے ہیں، دماغ کی اسکرین پر محفوظ ہو جاتا
ہے۔ اگر ہم کسی سین کو دماغ کی اسکرین پر Permanent
مستقل طور پر محفوظ کرنا چاہیں تو ہمیں
Focus کرنے کی پریکٹس کرنی پڑے گی۔ آنکھ کے
Shutters کی ضرب سے سین دماغ کی اسکرین پر
منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر Shutters کو کھول کر باندھ دیا جائے
تو آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود اچھا
بھلا منظر بھی دکھائی نہیں دے گا۔
آنکھوں کے پپوٹوں کی حرکت سے دماغ میں

خیالات کی فلم چلتی ہے۔ اگر پریکٹس کر کے ڈھیلوں کی حرکت روک دی جائے تو خیال بھی ایک نقطے پر رک جاتا ہے۔ یہ تھا مادی آنکھ کا فنکشن۔ روحانی آنکھ کا فنکشن یہ ہے کہ روحانی یا غیب میں دیکھنے والی آنکھ کا دیکھا ہوا سین بشرطیکہ وہ بیداری کی حالت میں دیکھا ہو وہ دماغ کی اسکرین پر اس طرح Print ہو جاتا ہے کہ اس کی شدت کے مطابق اگر اس کو یاد کیا جائے تو وہ سین دوبارہ فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے چلنا شروع ہو جاتا ہے۔

اس تمام واقعہ اور اس جیسے دوسرے تمام واقعات میں ایک چیز سب سے اہم ہے اور وہ ہے رات..... آسیبی یا خوفناک مشاہدات اکثر لوگوں کو رات میں ہی کیوں ہوتے ہیں؟ شاید کسی شخص نے آج تک یہ کبھی نہیں کہا کہ ہمیں بھوت یا پریت دن میں نظر آئے تھے۔ اس کی بڑی اہم وجہ ہے۔ روحانی علوم کے ماہرین کے مطابق انسان کے اندر بیک وقت شعور یا دن کے حواس اور لاشعور یا رات کے حواس ردوبدل ہوتے رہتے ہیں۔ رات کے وقت وہ حواس بیدار ہو جاتے ہیں جن کے ذریعے ماورائی مخلوق کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ماورائی مخلوق چاہے اس کا تعلق شر سے ہو یا خیر سے، رات و دن میں یکساں موجود ہوتی ہے مگر چونکہ رات میں حواس کی رفتار بڑھ جاتی ہے یا لاشعوری حواس بیدار ہو جاتے ہیں اس لئے یہ تمام چیزیں اکثر رات ہی کو نظر آتی ہیں۔ اگر ہم رات کے حواس کا استعمال جان لیں تو ماورائی مخلوق کا دن و رات میں یکساں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ نہ صرف مشاہدہ بلکہ ان میں تصرف بھی ممکن ہے۔ رات کے حواس تک رسائی کا پیغمبرانہ طریقہ کار مراقبہ ہے۔

غیبی مخلوق ہمیں جس زاویہ نگاہ سے نظر آتی ہے۔ وہ روحانی آنکھ کا زاویہ نگاہ ہے۔ رات کو پرندے کے اڑنے کی آواز کے بعد بڑے پتھر کے گرنے کی آواز کے خوف نے میرے دل کی حرکت کو بند کر دیا۔ میں جب گھر پہنچا اور بستر پر لیٹا تو ساری رات کے سین فلم کی طرح میری آنکھوں کے سامنے چلنے لگے۔ اسی طرح 35 سالہ آدمی کے دل کی حرکت بھی چند سیکنڈ بند رہنے کے بعد دوبارہ بحال ہو گئی۔ مگر جب وہ گھر آکر بستر پر لیٹا تو اس کی آنکھوں کے سامنے وہی فلم دوبارہ چلنے لگی۔ اب اس نے سمجھا کہ وہ سب غیبی مخلوق میرے گھر میں آگئی ہے اور خوف کے مارے اس کے حواس نے پریشر ڈال کر اس کے دل کی حرکت بند کر دی۔ دوبارہ حرکت اس لئے بحال نہ ہوئی کہ اس کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ مخلوق مستقل طور پر میرے گھر آگئی ہے اور اب اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن ہے۔

میں نے ایسا کیوں نہ سوچا تھا۔ بستر پر لیٹے ہوئے میری آنکھوں کے سامنے بھی وہی فلم چلنے لگی تھی۔ میں کیوں نہ مرا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معصوم بچے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ قدرتی تحفظ کے زیر اثر رہتے ہیں اور اس تحفظ کا احساس پندرہ سال کی عمر تک قائم رہتا ہے۔ اس کے بعد یہ احساس کمزور پڑتا جاتا ہے اور انسان خوف اور ڈر کے زیر اثر آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ کئی مرتبہ اپنے ہی سائے سے ڈرنے لگتا ہے۔ قدرت کی طرف سے عطا کردہ تحفظ کا احساس جو بارہ سالہ بچے میں پایا جاتا تھا اس احساس نے بستر پر لیٹے ہوئے خوفناک فلم دیکھتے ہوئے ڈر خوف کا شکار نہ ہونے دیا اور نیند کی آغوش میں پہنچا کر پوری طرح قدرتی تحفظ کے سائے کے نیچے کر لیا۔ جبکہ 35 سالہ آدمی کے اندر اس کا اپنا انفرادی تحفظ غالب تھا۔ خوفناک فلم نظر آنے کے دوران اس کو یہ نہ بتا سکا کہ یہ صرف تصویر ہے جو خاکوں کی فلم ہے اور کچھ نہیں۔

اگر ہم اپنے بچوں کو روحانی طرز فکر سے آگاہ کریں اور ان کے اندر موجود قدرتی تحفظ کو مضبوط کریں۔ یہاں تک کہ یہ قدرتی تحفظ پندرہ سال کی عمر کے بعد بھی بچے کے ساتھ چلے تو پھر 35 سال کی عمر میں خوفناک فلم دیکھنے پر وہ موت کا شکار نہ ہو گا بلکہ اپنے آپ کو خود اپنے ارادے کی پختگی سے ڈر خوف سے نکال کر قدرت کے محفوظ حصار میں دے دے گا۔ اس میں شعوری سکت اور یقین بدرجہ اتم موجود ہو گا۔

آخری حصہ

ابدیت کے متلاشی

ہمارے پچھلے مضامین میں مصر اور اس کی قدیم تہذیب کا تذکرہ رہا اور دو فرعونوں کے نام آپ کی نظر سے گزرے کچھ پڑھنے والوں کی آراء اور خود کچھ میری بھی خواہش ہوئی کہ ان قدیم تہذیب میں خدائی کے دعویدار لوگوں کے بارے میں کچھ وضاحت کرتا چلوں کہ شاید اس موضوع میں دلچسپی رکھنے والے قارئین کی تسکین ہو سکے۔ فراعین کے اور ان کی تہذیب کے بارے میں لوگوں کو خاصی دلچسپی ہے وہ غالباً اس لئے کہ قرآن مجید میں بھی اکثر ان کا ذکر آیا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ جدید دنیا کے سامنے ان کے محیر العقول کارناموں کی علامتیں اہرام مصر وشاہوں کی وادی Valley of the kings اور ان کی مہیائی ہوئی Mummies لاشوں کی صورت میں سامنے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فراعین اور ان کے عہد کے بارے میں ہماری معلومات بس اتنی ہی ہیں کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتے تھے۔ لوگوں سے خود کو سجدہ کراتے، بڑے بڑے شاندار محلات میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ رہتے اور جب مرتے تو دوبارہ زندہ ہونے کی آس میں اپنی لاشوں کو حنوط کرا کر بڑے عالیشان بنائے ہوئے مقبروں میں اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ رکھتے بلکہ دو چار نوکر غلام بھی اپنے ہی ساتھ رکھوا لیتے کہ دوبارہ زندہ ہو کر کسی بھی قسم کی دشواری پیش نہ آئے اور حقیقتاً ایسا کچھ ہے بھی پھر قسمت کی خوبی یا خرابی کیا کہئے کہ ان کی زبان اور اس کی لکھائی بھی پکڑی گئی یعنی پڑھ لی گئی وہ تو بھلا ہو گوروں کا کہ وہ ہمارے موئنجودڑو کے دور کی زبان پڑھنے میں ناکام رہے ورنہ خوشامد اور چمچہ گیری کے کتنے ہی پرانے طریقے آواگون کو زحمت دیئے بنا دوبارہ زندہ ہو کر کار آمد ہو جاتے۔ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ان ادوار کے کتبے چاہے وہ مصری ہوں یا کہیں اور کے سب میں ایک چیز جو مشترک ہے وہ یہ کہ حضور بادشاہ سلامت اگر نہ ہوتے تو سورج تاریک ہو جاتا اور چاند چاندنی بکھیر نا بند کر دیتا ہوائیں چلنا نہ چلتیں اور دھرتی گندم اگانا بند کر دیتی اس کے بعد اگر حضور بادشاہ سلامت کی خفگی کا ڈر نہ ہوا تو کچھ اپنی لیاقت اور مہارت کا ذکر باقی اللہ اللہ خیر صلا تو در حقیقت ان کتبوں پر لکھی گئی تحریروں سے اس وقت کے حالات کے بارے میں کوئی سچی تصویر نہیں بنتی اب یہ آپ پر ہے کہ آپ چاہیں تو ان کو پڑھ کر مملکت میں دودھ اور شہد کی نہریں بہا دیں چاہے ظلم و جبر کی داستان عام کر دیں اور سارے لکھے کو خوشامدی ٹولہ کی بکواس قرار دے دیں مگر ہاں فراعین کی تاریخ میں ایک استثنا ہے اور ایک فرعون ایسا ضرور گزرا ہے کہ سارا خوشامدی ٹولہ لگتا ہے کہ اس کی حزب اختلاف میں شامل ہو گیا تھا اور یہ ایک ایسی تاریخی حیرت انگیزی ہے کہ اس کی مثال موجودہ دور تک ڈھونڈنا مشکل کام ہے۔

یہ صاحب آخن عاتن Akhanatun تھے نام تو

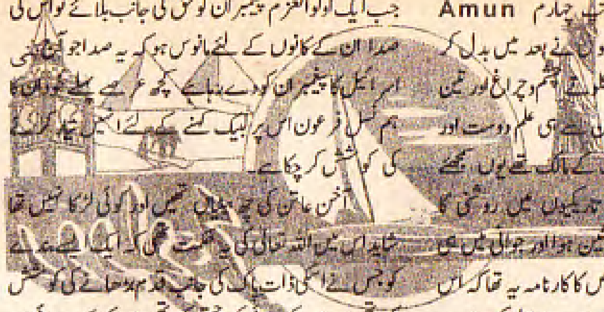

ان کا کچھ اور تھا پہلے آموں ہوتپ چہارم Amun hotep IV کا لقب ملا جسے انہوں نے بعد میں بدل کر آخن عاتن کرلیا یہ باپ کے اکلوتے تھے، ماں باپ کے لاڈلے بھی تھے، بچپن سے ہی علم دوست اور غور و فکر میں چلا جانے والی طبیعت کے مالک تھے یوں سمجھے کہ بے عقلوں میں عقل اور تاریکیوں میں روشنی کا متلاشی... کم عمری میں تخت نشین ہوا اور جوانی ہی میں جہان فانی سے کوچ کر گیا اس شخص کا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے تمام مندروں معبد Temples پر تالا ڈال کر سارے پروہتوں اور Priests کاہنوں کو جو اس زمانے کے پڑھے لکھے لوگ ہوا کرتے تھے جو پانی پی پی کر کوسا کرتے تھے، بھی بے روزگار کردیا۔ دیوی اور دیوتا محض ان کے خیالات تھے، ان کو لوگوں کو کہتے کہ ان کی عبادت کرو۔ انہوں نے دنیا میں ایک ذات واحد اللہ کو خدا کا اختیار بتایا یہاں تک کہ مصری دیوتا کو جو سورج دیوتا کہلاتے، اور وہ خود اپنے آپ کو یعنی آخن عاتن اور دیگر فرعون اپنی شاہی قوت کے ساتھ دیوتا ہی کہلاتے۔ ان دونوں طرح کی عبادت کرنا سے یکسر روک دیا اور ذات واحد کا ظہور بنایا اور اس نے سورج کا جو گول نشان Emblem بنایا، اس میں بھی سورج تھا اور اس سے نکلنے والی شعاعیں ہاتھوں کی صورت میں دکھائی گئیں کہ وہ ایک ذات ہے جو طاقت والی ہے۔ اس کے اس انقلاب کے بعد فرعون کے اہل مذہب کا تختہ الٹ گیا، کاہنوں اور پروہتوں نے مخالفت کا علم اٹھایا تو کوئی مقابلہ نہ کیا، غضب تو یہ تھا کہ ان کی حالت ایسی تھی کہ انہوں نے کیا اور تو اور جانے والے بھی اب اپنے ہی دیوتا کو کیا کہتے اور وہ ان کے پیچھے چلنے لگے پروہتوں اور کاہنوں کے مقابل کو اس پر رولائی اور طرف مخالفت کی تحقیق کی کہ خاموش ہو گئے۔ (حرمت یہ ہے کہ شاید جان بوجھ کر بھی جانتے تھے کہ دنیا میں یہ بات بار بار یاد کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ بھی اپنے مخالف کے ہاتھوں ایسی خاموشی سے ختم ہو گئی)۔

آخن عاتن حضرت موسیٰؑ کی بعثت سے تقریباً سو سال قبل گزرا ہے۔ غالباً حضرت یوسفؑ کی اولاد میں سے کسی نے ان کو توحید کا درس دیا تھا کہ کل کو

جب ایک اولوالعزم پیغمبر ان کو حق کی جانب بلائے تو اس کی صدا ان کے کانوں کے لئے مانوس ہو کہ یہ صدا جو آج بنی اسرائیل کا پیغمبر ان کو دے رہا ہے کچھ عرصہ پہلے خود ان کی ہم نسل فرعون اس پر لبیک کہنے کے لئے انہیں تیار کرنے کی کوشش کرچکا ہے۔

آخن عاتن کی چھ بیٹیاں تھیں اور کوئی لڑکا نہیں تھا شاید اسی میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ایک ایسے کو جس نے اسکی ذات پاک کی جانب قدم بڑھانے کی کوشش کی تھی اور اس کی بڑائی کی جستجو کی تھی اس کو ایک برائی اور لعنت سے بچایا۔ فرعونوں میں اپنی نسل کے تحفظ کے لئے بہن اور بھائی کی شادی کا رواج تھا۔ غرض اس کی موت کے بعد اس کا داماد تخت نشین ہوا مگر پروہتوں کی نظر میں وہ بھی کچھ جچا نہیں اور اتنا ہی معقول تھا جتنا کہ خود اس کا سسر یا اس سے بھی زیادہ بہتر اس نے بھی کچھ دیکھا پھر اس کا داماد طوطن آمون سریر آرائے تخت ہوا لیکن چند دنوں بعد اس کی بھی وفات کی خبر پروہتوں اور کاہنوں نے اس کا دوبارہ نام کیا اور کہا جب تک ان کی وہ نامعقول لڑکی زندہ ہے ایک ایسا وارث پیدا ہوسکتا ہے اور جس کے بعد ایک نسب میں کیا ایک شخص تھا جو فرعون بنا۔ آیا تھا جس کے بعد آئے ہی مندروں کے تالے توڑ ڈالے، کھول دیے اور پروہتوں کی مانگ پوری کر دی کرنی پڑی، سب کچھ اور وہی کہا اور طرف سے رونق اور شادمانی کا چلن ہوا اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ مگر یہ صرف کو ان کے کارناموں کی بدولت اوسیرس Osiris صاحب بنے جو حیات بعد الممات کے متعلق تھے خوش ہو کر اپنے پلا جانے میں جلدی کی اور پیچھے بہت دولت اور پا بڑے پتھر بنے اور رہ گئے پھر اپنے دل کو تسلی اور عوام الناس کو یقین دلا رہے ہیں کہ طوطن آمون اچانک جب دوبارہ زندہ ہوگا تو سارے عالم میں دیوی اور دیوتاؤں کا راج قائم کرے گا۔ اب شاید اس وقت کے حالات آج کل کی زبان میں دیوی دیوتاؤں نے کل عالم پر

ان کے لئے بیکار نہیں ہوں گے۔ اب ان پروہتوں اور کاہنوں کا تو پتہ نہیں کیا ہوا البتہ ان کے اور ان کے دیوی دیوتاؤں کے چہیتے جناب طوطن آمون دنیا سے تو ان کے سامنے ہی ہٹا دیے گئے مگر موجودہ صدی میں اپنے مقبرے سے بھی بے دخل ہو کر قاہرہ کے میوزیم میں "فاعتبروا یا اولی الابصار" کی ایک عملی تفسیر ہیں (واللہ اعلم بالصواب) مگر یہ ماننا پڑے گا کہ ان کے چاہنے والوں نے ان کے مقبرے کی حفاظت کی تدبیر بڑی اچھی کی تھی کیونکہ یہ اب تک وہ واحد فرعون ہے جس کا مقبرہ چوروں اور ڈکیتوں سے محفوظ رہا یہاں تک کہ اس کے دروازوں کی سیلیں Seals تک محفوظ تھیں۔ جدید تاریخ میں ہمیں فرعونوں کے طرز رہائش مال و اسباب اور ان کے کپڑے بنانے کے طور طریقوں کے بارے میں حقیقی معلومات (عملی شکل) اس کے مقبرہ کی چوروں سے محفوظ رہنے کی وجہ ہی حاصل ہو سکیں ہیں ورنہ دیگر مقبروں میں تو یار لوگوں نے نہ صرف کفن نوچ لئے بلکہ وہ تابوت بھی اٹھالے گئے جن کے ڈھکنے Covers بڑی خوبصورت اور قیمتی شکل کے بنائے جاتے تھے آپ بے شک اعتراض کریں کہ ان حسین مورتوں کے نیچے آنت اور پھیپھڑے اور دل و جگر کیوں رکھے جاتے تھے۔ یہ مرتبان ایلا باسٹر Ala-baster ایک طرح کے چونے کے آمیزے سے بنائے جاتے تھے اور ان کے جسم کے اندرونی اعضاء کیمیائی عمل کرکے رکھے جاتے تاکہ بوقت ضرورت فٹ Fit کر لئے جائیں۔ فرعونوں کو کیا کہئے ممیز Mumies بنانے کا رواج تو اب جدید دور میں بھی چل نکلا ہے۔ لینن Lenin وغیرہ کے تنگ اور کم ال سنگ Kim Il sing اس کی مثالیں ہیں۔ دوسرے فرعون جن کا ہم نے ذکر کیا ان کا خطاب رعمسیس دوم Ramises II تھا یہ صاحب ان کے وقت کے لکھنے والوں کے مطابق بڑے جوشیلے Dash-ing personality تھے۔ حضرت موسیٰؑ ان کے دور میں ہی پیدا ہوئے اور آپ کے حوالے سے ہی ان کا ذکر

قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ کیونکہ کاہنوں نے انہیں یہ اطلاع دی تھی کہ اس وقت کے دوران بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو فرعون کے اقتدار کا باجا بجادے گا لہٰذا احتیاطی تدابیر کے طور پر ان صاحب نے اس سال بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو قتل کرادیا مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھئے کہ اللہ کا نبی خود اس کے گھر میں پرورش پاتا رہا اور ایسے ویسے بھی نہیں انتہائی ناز و نعم کے ساتھ بلکہ یہودیوں کی روایت کے مطابق فرعون خود بھی آپ سے بہت محبت و انسیت رکھتا تھا اگرچہ ان کی یہ محبت اور التفات ہمارے کاہنوں اور پروہتوں کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اور وہ بیچارے طرح طرح سے وسوسے ڈالا کرتے کہ بچے کو قتل کرنے کی تنبیہات Warnings دیتے رہتے کہ حضور والا یہی وہ لڑکا ہے کہ جو بڑے ہو کر آپ کی گردن ناپے گا یہاں تک کہ ایک ٹیسٹ کیس Test case میں حضرت موسیٰؑ نے انگارے سے اپنی زبان کو جلا کر ان کی ساری امیدوں اور کاوشوں پر پانی پھیر دیا۔ اس فرعون کو اللہ تعالیٰ نے حکومت اور اقتدار کے علاوہ اپنی دوسری نعمتوں سے نوازا۔ ایک تو حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی پرورش اس کی نگرانی اور محل میں ہوئی دوسرے حضرت آسیہ جو بارگاہ الٰہی میں پسندیدہ عورتوں میں سے ایک ہیں اس کی زوجہ اور ملکہ تھیں۔ مگر بیچارے کاہنوں اور پروہتوں کی کوششیں رائیگاں گئیں اور اللہ کا حکم پورا ہوا حضرت موسیٰؑ ایک قبطی کی ہلاکت کے بعد مصر سے نکل کر حضرت شعیبؑ کے پاس جا پہنچے اور جب واپس مصر آئے تو فرعون میرن پتاح Meir en ptah کا دور تھا اور رعمسیس دوم چونسٹھ سالہ حکومت کرنے کے بعد اور اپنے پیچھے درجنوں اولادوں اور پروہتوں کو روتا چھوڑ کر اپنے مقبرے میں آرام فرما ہو چکے تھے یہ وہی فرعون تھے جن کی ممی Mummy کا ہم نے قاہرہ کے میوزیم میں درشن کیا۔ رعمسیس کا مقبرہ انیسویں صدی عیسوی غالباً 1824ء میں برٹن Burton نامی ایک برطانوی ماہر آثار قدیمہ نے

دریافت کیا اگرچہ چور حضرات نہ صرف یہ کہ اس دوڑ میں پہلے ہی کامیاب ہو چکے تھے بلکہ انہوں نے وہاں صفائی کا اعلیٰ معیار بر قرار رکھتے ہوئے کوئی ایسی چیز باقی نہ چھوڑی تھی جو کسی طرح بھی اپنی جگہ سے ہلائی جاسکتی ہو البتہ بچاری ممی کو انہوں نے وہیں رہنے دیا تھا مگر اچھی طرح سے اسکریننگ کے بعد ۔ باقی کام برٹن اور ان کے ساتھیوں نے کر دیا یعنی رعمسیس کی ممی کو وہاں سے نکال کر قاہرہ کے میوزیم میں پہنچادیا اور مقبرہ کو سیل کر دیا۔ 1989ء میں لوگوں کو ایک بار پھر قریباً ڈیڑھ سو سال کے بعد ان کے مقبرے کی یاد ستائی اب کے وجہ یہ تھی کہ شاہوں کی وادی Valley of the kings فرعونوں کے قبرستان میں ایک سڑک کی تعمیر کا مسئلہ در پیش تھا اور اس بات کی احتیاط کرنی تھی کہ کہیں کوئی مقبرہ اس کی زد میں نہ آجائے یہ بات ذرا بتاتے چلیں کہ یہ تمام مقبرے زیر زمین ہیں۔ ان کے اس زیر زمین مقبرے کی از سر نو دریافت ایک امریکی ماہر آثار قدیمہ کے حصہ میں آئی اور ایک بار پھر خاصی جستجو کے بعد یہ مقبرہ دریافت کیا گیا اس ڈیڑھ سو سال کے دوران دریائے نیل کی طغیانی کی وجہ سے اس کے داخلی راستے اور مقبرے کو بھی نقصان پہنچا تھا مگر اس مرتبہ کی کوشش بھی پچھلی کوشش کی طرح کامیاب رہی وہ اس طرح کہ اس مقبرہ میں پہلی دریافت کے وقت فرعون کی ممی ملنے کے بعد شاید مزید جستجو نہیں کی گئی تھی اب کے اس مقبرہ کی ذرا زیادہ باریک بینی سے اور غالباً نئے آلات کی وجہ سے مزید کامیابی حاصل ہوئی اور ایک خفیہ دروازہ دریافت ہوا جس کے اندر ایک طویل راہداری اور اس کے دونوں اطراف میں کئی کمرے ہیں جن میں مزید ممیاں رکھی ہوئی ہیں غالباً یہ ان شہزادوں کی ممیاں ہیں جو رعمسیس صاحب کے طویل راج میں ان کے سامنے ہی گزر گئے تھے اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ واقعی ان کی اولادوں کی ہی ممیاں ہیں۔ اب ڈی۔ این۔ اے D.N.A سمیت اور نجانے کون کون سے ٹیسٹ کرائے جارہے ہیں۔ ہاں مطمئن رہیں زمانہ قبل کے محققین یعنی چور حضرات ان چیمبرز Chambers (کمروں) میں اپنی تحقیقات پہلے ہی مکمل کر چکے تھے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک تو وہاں کوئی سامان نہیں مل پایا اور دوسرے کئی ممیاں اپنی جگہ کے بجائے ادھر ادھر پڑی ہوئی ملیں اور اس حال میں کہ ان کی مکمل اسکریننگ کی جاچکی تھی خیال یہ ہے کہ ممی بنانے کے عمل Process کے بعد پٹیاں لپیٹنے سے پہلے ان کو زیورات سے آراستہ کیا جاتا تھا جس کی تلاش میں بچاروں کے کفن کی پٹیاں نوچ لی جاتی تھیں۔ غرض اس دفعہ کی تحقیق سے یہ بات اب مسلمہ ہے کہ رعمسیس دوم کا مقبرہ اب تک دریافت ہونے والے مقبروں میں سب سے بڑا ہے کیونکہ جتنے بھی مقبرے اب تک دریافت ہوئے ہیں ان میں اتنی تعداد میں چیمبرز Chambers نہیں ملے اور ہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ راہداری جس کے ایک سرے پر اوسیر لیس Osiris صاحب کی تصویر (شبیہ) بنی ہوئی ہے ابھی تک پوری طرح سے چھانی نہیں گئی ہے اور ابھی اس ضمن میں بہت سا کام باقی ہے۔ کیونکہ بہت سے مراحل کے لئے متعلقہ تنظیموں کی اجازت فنڈز اور حکومتی اجازت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور کیونکہ رعمسیس کے مقبرے میں یہ مزید دریافت بالکل اتفاقی تھی لہٰذا مزید پیش قدمی کے لئے لیبارٹری ٹیسٹ کی رپورٹس وسائل کی فراہمی تنظیمی اور حکومتی کارروائیوں میں وقت کا صرف اور پھر درحقیقت اصل وجہ تحقیقات سے حاصل شدہ نتائج کی تدوین و اشاعت ہمارے اور آپ کے ذوق کے تجسس کے درمیان حائل ہے۔

> منور عرفان صاحب اپنے بحری سفر کی جو روداد "روداد بحر" کے نام سے آپ کے سامنے اپنے دلچسپ انداز تحریر کے ساتھ پیش کر رہے تھے اس کا یہاں اختتام ہوا لیکن منور صاحب کا سفر ابھی جاری ہے، اور جلد ہی کسی دوسرے عنوان کے تحت آپ کی ان سے ملاقات ہوگی...... انشاءاللہ۔

کُن کی صوت سرمدی نے خوابیدہ روحوں کو ازل کی نیند سے جگادیا۔ روح کے تاروں پر عشق کے نغمات ابھرنے لگے۔ محبوب کے لبوں کا ہر نغمہ روح کی بانسری میں سماگیا۔ نغمے کا ہر حرف روح کی زندگی بن گیا۔ عشق کے نشے میں سرشار روح ازل سے ابد تک زندگی کے سفر پر محبوب کی کھوج میں دیوانہ وار چل پڑی۔ روح کی بانسری سے نغمات عالمین میں بکھرتے رہے۔ سر دلبراں میں بھیگا ہوا احمریں جمال لوح محفوظ کی پیشانی کا چندن بن کر جگمگانے لگا۔ نگاہ خالقیت اپنے جلوؤں کی خودنمائی پر جھوم جھوم گئی۔ کُن کی ایک آواز، صوتِ سرمدی کا ایک نغمہ، روح کی ایک زندگی، ازل سے ابد تک طالبِ حق کا ایک سفر، لوح محفوظ کی ایک رنگین کہانی ہے۔ جس میں خالقیت کا جمال روح کی رعنائیوں کو گلے سے لگاکر صوت سرمدی کی تال پر رقصاں ہے۔ کاتب تقدیر کے ہر کُن پر لوح محفوظ کی ایک کہانی جنم لیتی ہے۔ یہ کہانی جو آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہے یہ بھی لوح محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک انمٹ کہانی ہے جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جانے والی ہے..............!

پہلی قسط

بڑی سی آبنوسی مسہری پر سفید چادر اوڑھے وہ اپنی زندگی کی سانسیں گن رہا تھا۔ اکھڑی اکھڑی سانسوں کے ساتھ اس نے بند آنکھوں کو کھولا۔ اپنے ارد گرد کھڑے ہوئے لوگوں پر مسکراتی نگاہ ڈالی اور پھر ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے گزری ہوئی زندگی فلم کی ایک ریل ہے اور یہ ریل نہایت تیزی سے روائنڈ ہو رہی ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے روائنڈ ہونے والی فلم کے فلیش آتے جارہے ہیں۔ دوسرے ہی لمحے ایک فلیش لائٹ اس کے سامنے ٹھہر گئی۔ اس کی نظر اس لائٹ میں دیکھنے لگی۔ اس نے اپنی پیدائش کے وقت کا مشاہدہ کیا۔ تین نرسیں ولادت کے اس مرحلے میں ماں کے ساتھ ہیں مگر اس کے ساتھ ہی داہنی جانب کمرے کے کونے میں ایک شخص سفید لمبے کوٹ میں ملبوس

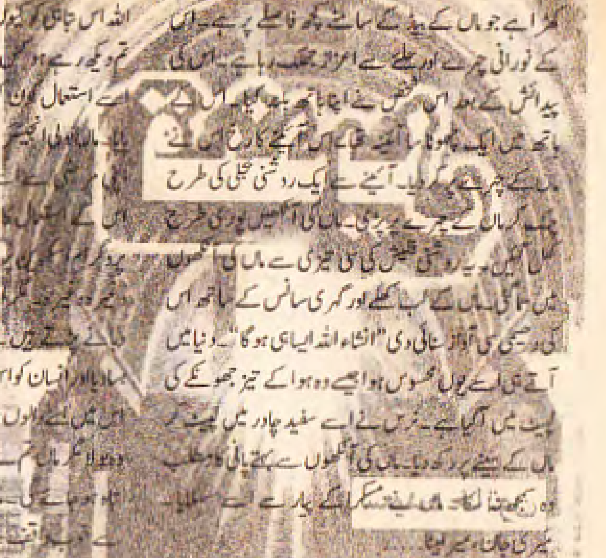

ہوا ہے جو ماں کے پیٹ کے سامنے کچھ فاصلے پر ہے۔ اس کے نورانی چہرے اور لبوں سے ایک نور جھلک رہا ہے۔ اس کی پیدائش کے بعد اس شخص نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا آئینہ تھا۔ اس نے بچے کا رخ اس کی طرف کیا۔ آئینے سے ایک روشنی بجلی کی طرح چمک کر ماں کے چہرے پر پڑی۔ ماں کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ یہ روشنی قلیض کی سی تیزی سے ماں کی آنکھوں میں سما گئی۔ ماں کے لب ہلے اور گہری سانس کے ساتھ اس کی دھیمی سی آواز سنائی دی "انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا"۔ دنیا میں آتے ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہوا کے تیز جھونکے کی لپیٹ میں آگیا ہے۔ نرس نے اسے سفید چادر میں لپیٹ کر ماں کے پہلو میں رکھ دیا۔ ماں کی آنکھوں سے بہتے پانی کا مطلب وہ سمجھ نہ سکا۔ ماں نے مسکرا کر اسے پیار سے سہلایا۔ میری جان، میرا بیٹا۔

ماں نے اسے عاقب کے نام سے پکارا۔ وہ اپنی ماں کی چھاتی سے لگا ہوا تھا مگر ماں باپ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکراتی رہتی۔ وہ اکثر باتیں کرتے رہتے۔ زمانہ بڑا خراب ہے، قیامت آنے والی ہے۔ آگے آگے نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ اللہ ہمارے بچے کی حفاظت کرے۔ وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھا۔ وہ دونوں اس کی اس طرح حفاظت کرتے جیسے ان کا سارا اثاثہ یہی ہو۔ ... کنگال ہو جائیں گے۔ ایک دن جب اس کی عمر تقریباً چھ سال کی تھی وہ اپنی ماں کے ساتھ ٹیلی ویژن دیکھ رہا تھا۔ اس وقت جنگ کی خبریں دکھائی جا رہی تھیں۔ پڑوسی ملک میں جنگ ہو رہی تھی۔ دشمن بموں اور راکٹوں سے مخالف کی تباہی کے درپے تھا۔ بچے بوڑھے سب اذیتوں اور تکلیفوں سے گزر رہے تھے۔ عاقب بولا اماں یہ کیوں لوگوں کو مار رہے ہیں اور ان کے گھر تباہ کر رہے ہیں؟ اماں ٹھنڈی سانس بھر کے بولی بیٹے! انسان جب انسانیت کی جگہ درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ تعمیر کی جگہ تخریب میں لگ جاتا ہے۔ وہ بولا اماں مگر تم تو کہتی ہو کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ سب سے زیادہ قوت والا ہے پھر اللہ اس جانی کو کیوں نہیں روکتا؟ ماں بولی بیٹے یہ ٹی وی جو تم دیکھ رہے ہو کس نے بنایا ہے؟ ... انجینئر نے۔ ماں بولی اسے استعمال کون کر رہا ہے؟ عاقب نے کہا میں اور تم اور بابا۔ ماں بولی انجینئر نے ٹی وی بنا کر ہمیں دے دیا۔ اب ہم اسے جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ انجینئر نے ہمیں اس کے استعمال کا طریقہ بھی بتا دیا ہے کہ فلاں بٹن دباؤ تو ... فلاں بٹن دباؤ گے تو آواز کم ہو گی ... [illegible] ... اللہ نے بھی دنیا بنا کر انسان کو اس میں بسایا اور انسان کو اس میں رہنے کے اصول سمجھا دیے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ وہ اسے آباد رکھیں یا تباہ کر دیں۔ وہ بولا اماں تم نے تو کہا تھا کہ قیامت آنے والی ہے اور دنیا تباہ ہو جائے گی۔ ماں بولی بیٹے اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں سے خوب واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک دور ایسا بھی آئے گا جب لوگوں کی طرز فکر تخریبی بن جائے گی اور وہ اللہ کی ... کو تباہ کرنے پر تل جائیں گے۔ اللہ نے اسی تباہی کو قیامت کہا ہے۔ آج کل کا زمانہ تباہی و بربادی کا زمانہ ہے ... [illegible] ... عاقب کی آنکھوں کی گہرائی میں دیکھتے ہوئے بولی ... [illegible] ... دیکھو بیٹے آج میں تمہیں راز کی ایک بات بتاتی ہوں۔ اسے اپنے دماغ کے کمپیوٹر میں محفوظ کر لینا۔ جب تم پیدا ہوئے اس وقت ایک نور میں نے دیکھا تھا۔ اس نور سے آواز آئی یہ بچہ ہماری امانت ہے۔ ہم اس بچے سے کام لینا چاہتے ہیں۔ اسے سنبھال کر رکھنا۔ میں جان گئی کہ یہ ندائے غیبی ہے۔ میں نے اسی وقت اقرار کیا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ بیٹے یہ تو آنے والا زمانہ ہی بتائے گا کہ قدرت تم سے کیا کام لینا چاہتی ہے مگر یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ اللہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کا کام پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس کے ارادے میں دنیا کی کوئی شے

رکاوٹ نہیں بنتی۔ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے تمہیں اپنے کام کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ تمہارے راستے میں بھی انشاء اللہ کوئی شے رکاوٹ نہیں بنے گی۔ میں تمہیں یہ راز اس لئے بتا رہی ہوں تاکہ تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی ادائیگی کے لئے تیار کر لو۔ عاقب کو یوں لگا جیسے وہ بہت خالی گھر میں تنہا ہے۔ وہاں کی آواز گھر میں گونج رہی ہے اور گونج آواز کی لہریں اس کے اندر جذب ہوتی جا رہی ہیں۔ اس کی تمام تر توجہ اسی آواز پر تھی۔ ماں ذرا رکی تو وہ بولا اماں میں تمہاری اس بات کو سمجھ گیا ہوں۔ فکر نہ کرو میں تین دن سے ... خواب دیکھ رہا ہوں کہ دنیا میں جنگیں ہو رہی ہیں۔ ایک ملک دوسرے ملک پر راکٹ اور بم پھینک رہے ہیں۔ پھر میں درمیان میں آ جاتا ہوں۔ میں پورا جوان ہوں میرا قد کافی لمبا ہے۔ میں درمیان میں کھڑا ہوں اور تمام بم اور راکٹ میرے سینے سے ٹکرا کے واپس پلٹے جا رہے ہیں۔ ماں بولی بیٹے! اللہ نے تمہارے ارادے کو راکٹ سے بھی زیادہ مضبوط بنا دیا ہے۔ تم جو ارادہ کرو گے انشاء اللہ اس میں ضرور کامیابی ہوگی مگر یاد رکھو! انسان بہت کمزور ہے۔ ہر قدم پر تمہارے راستے میں دیواریں کھڑی کی جائیں گی۔ تم اپنا کام نہ روکنا اور اللہ پر بھروسہ کرنا۔ جب تک کہ اسے اچھی طرح سمجھ نہ لو۔ عاقب ماں کے پہلو سے لپٹ گیا اور آہستہ سے بولا اماں مجھے یقین ہے اللہ ہر قدم پر میری مدد فرمائے گا۔ ماں نے اسے پیار سے چوما اور بالوں کو چومنے لگی۔

وہ بڑا ہو ... عمر کے ساتھ ساتھ ... علمی شعور کا دور تھا۔ نسل انسانی ہر طرح کے علوم میں آگے ... ترقی کر رہی تھی۔ علم نجوم، علم جفر، علم ... سائنسی علوم ... بچوں کو جوان ہونے سے پہلے ... معلومات ان کے ننھے سے دماغ میں ڈالتے ... شعور کا قطرہ ... جسموں کو ... چھوٹے بڑے ... بڑی بڑی باتیں ... کہا گیا

ہے کہ قیامت کے قریب کا زمانہ ایسا سخت ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یہ سب باتیں سوچ کر اور دنیا کی حالت دیکھ کر عاقب کے والدین پریشان ہوتے رہتے۔ آئے دن اخباروں اور ٹی وی پر دکھایا جاتا کہ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہونے کی وجہ سے بے سکون ہیں۔ اسی بے سکونی نے کچھ لوگوں کے اندر ایک روحانی رہنما کا تقاضا پیدا کر دیا۔ ایک دن اسکول سے آنے کے بعد عاقب نے ماں سے پوچھا اماں آج ٹیچر کہہ رہا تھا کہ اس کے والد ہر روز یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ میاں کسی مہدی کو بھیج دیجئے۔ اماں مہدی کون ہے؟ ماں بولی بیٹے مہدی کسی کا ذاتی نام نہیں ہے بلکہ روحانی رہنما کو مہدی کہا گیا ہے۔ مہدی کا مطلب ہے ہدایت دینے والا۔ جو لوگوں کو نیک ہدایت دے جیسے پیغمبروں نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ پیغمبروں کا مشن مخلوق میں خالق کا تعارف کرانا ہے تاکہ مخلوق خالق کو پہچان کر اس کے احکامات کی تعمیل میں دل و جان سے مصروف ہو جائے۔ بیٹے مہدی وہ گروہ ہے جو پیغمبروں کے مشن میں پیغمبرانہ طرز فکر پر کام کرتا ہے۔ عاقب بولا اماں پیغمبرانہ طرز فکر کیا ہے؟ ماں بولی اپنے ذاتی ارادے کی جگہ ہر کام کو اللہ کا حکم سمجھ کر کرنا پیغمبرانہ طرز فکر ہے۔ مخلوق کا ذاتی ارادہ اللہ کے ارادے کے تابع ہو جاتا ہے۔ اللہ بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ ان کی زندگی کا دارومدار اللہ کے نور پر ہے۔ اللہ کو جاننے کے بعد ہر وقت اس کا دھیان رکھیں تاکہ فیڈ بیک ہوتی رہے۔ اتنی چھوٹی عمر میں بھی عاقب ماں کی ہر بات کو سمجھتا تھا۔ اگر کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی تب بھی ماں کی آواز کی لہریں اس کی سماعت کی گہرائی میں بیٹھ جاتیں۔ اسے یقین ہو جاتا کہ ایک نہ ایک دن وہ ان باتوں کو آج سے بہتر طور پر سمجھ لے گا۔

عاقب کا باپ تاجر تھا۔ ایک دن معمول سے پہلے گھر آگیا۔ اس نے عاقب کی ماں زرینہ کو آواز دی۔ اس کے چہرے سے سخت پریشانی جھلک رہی تھی۔ اس نے پوچھا عاقب کہاں ہے؟ زرینہ بولی وہ تو اسکول گیا ہے۔ کیا بات

ہے تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو اور آج جلدی کیسے آگئے ؟ زرینہ نے ایک ہی سانس میں اتنے سارے سوال کر ڈالے۔ قاسم بولا زرینہ تمہیں یاد ہے جب عاقب پیدا ہونے والا تھا تو کسی نے پیشین گوئی کی تھی کہ عنقریب ہی ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو دنیا سے برائیوں کو ختم کر دے گا اور نسل انسانی کو تباہی سے بچائے گا۔ زرینہ بولی ہاں مجھے یاد ہے۔ قاسم بولا آج علم نجوم اور علم جفر کے ماہرین کے بورڈ نے اعلان کیا ہے کہ وہ بچہ فلاں فلاں ساعت اور فلاں تاریخ کو پیدا ہو چکا ہے اور تم جانتی ہو کہ یہ کونسی ساعت ہے، یہ وہی ساعت ہے جب ہمارا عاقب اس دنیا میں آیا تھا۔ ماں کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ خوشی سے بولی قاسم یہ تو بڑے فخر کی بات ہے۔ میں نے تو اسی وقت دیکھ لیا تھا مگر خشیتِ الٰہی نے اس بات پر پردہ ڈال دیا۔ میں نے سوچا اگر میں نے اتنی بڑی بات منہ سے نکالی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے نفس کا تکبر اس میں شامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں میری پکڑ ہو جائے۔ اسی لئے میں نے تم سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ سچ پوچھو تو قاسم جتنی مجھے اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ اللہ پاک نے ہماری اولاد کو اس اہم ذمہ داری کے لئے منتخب کر لیا ہے اتنا ہی زیادہ اس بات سے خوف بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اتنی عظیم اور قدرت والی ہے۔ اس کی عظمت فکر اور منشائے الٰہی کے مطابق اگر خدانخواستہ کام نہ ہو سکا تو کیا ہوگا۔ قاسم نے خشیتِ الٰہی سے لرزتی ہوئی بیوی کو گلے سے لگا لیا اور امید و یقین بھری آواز میں بولے زرینہ ! اللہ بہت بڑا ہے۔ اتنا بڑا کہ ہمارے ذہن ہماری فکر اس کی عظمتوں کو چھو بھی نہیں سکتے۔ اس کی عظمت، اس کی بڑائی، اس کی سبحانیت ہی اس کی رحمت ہے۔ وہ اپنے بندوں پر حد درجے مہربان ہے۔ اس کی عظمت، اس کی سبحانیت اور اس کی قدرت کا تصور ہی ہمارے دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ پیدا کرتا ہے اور یہی خشیتِ الٰہی ہے جو ہمارے دلوں کو اپنے رب کے آگے جھکا دیتی ہے۔ تم تو جانتی ہو کہ جب اللہ کسی کو کسی کام کے لئے چن لیتا ہے تو اس کام کے لئے اس کے اندر صلاحیت بھی پیدا کر دیتا ہے۔ سارا کام اسی کا ہے ہمارا کام اس کے ارادے کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ اس کے لئے توفیق بھی اللہ ہی کی عطا کردہ ہے۔ اللہ ہمیں اپنی رضا میں راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ زرینہ بولی میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔ وہ جلد ہی قاسم کے پاس آگئی کہنے لگی تم بتاؤ کیا تم یہی اطلاع دینے یہاں آج جلدی آگئے تھے۔ قاسم بولا اصل بات تو یہ ہے زرینہ کہ وہاں دفتر میں، میں نے سب ہی لوگوں کو اس خبر پر گفتگو کرتے سنا۔ کچھ لوگ تو کہتے تھے کہ اچھا ہے دنیا میں امن ہو جائے گا مگر کافی سارے لوگ ہنس ہنس کر یہ کہہ رہے تھے ارے دنیا میں امن چین ہو گیا تو دنیا تو بور ہو جائے گی۔ ایسی بور جگہ میں ہم تو رہنا نہیں چاہیں گے۔ ہم تو اپنی دنیا کی حالت بدلنے نہیں دیں گے۔ یہی تو اس کا Charm ہے۔ زرینہ ! لوگوں کی باتیں سن کر میری تو جان کرب سے تلملا گئی۔ مجھ سے وہاں ٹھہرا ہی نہ گیا۔ نہ جانے لوگوں کے ذہن کیسے ہو گئے ہیں کہ انہیں اچھے برے کی تمیز ہی نہیں رہی ہے۔ اپنے جسموں پر صابن کی جگہ کیچڑ ملتے جا رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی پروا نہیں ہے کہ کیچڑ ان کے جسموں کو صاف کرنے کی بجائے گندگی میں اور زیادہ لتھیڑ رہا ہے۔ جانے کیا زمانہ آتا جا رہا ہے۔

سائنسی ٹیکنالوجی کے اس دور میں ہر خبر ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی گلوب کے اس کونے سے اس کونے میں آن کی آن میں پہنچ جاتی۔ ان دنوں دنیا کی سب سے زیادہ گرما گرم خبر ہادیٔ زماں کی پیدائش کی تھی۔ علم نجوم اور علم جفر کے ماہرین سر جوڑ کر ریسرچ میں لگ گئے۔ بلکہ وہ اس بات سے تعجب میں تھے کہ انہیں پہلے ہی کیوں نہ اس بات کا علم ہو گیا۔ جیسے جیسے وہ کوئی نئی چیز دریافت کرتے جاتے میڈیا کے ذریعے ساری دنیا میں پھیلاتے جاتے۔ یہ بات دریافت ہو چکی تھی کہ مخصوص ساعت میں پیدا ہونے والا بچہ بہت سی خوبیوں کا مالک ہوتا ہے۔ سائنسدان انسانی بچپن میں

کام کرنے والی روشنیوں سے واقف ہو چکے تھے۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ روشنیوں کی ان مخصوص مقداروں کو مرد کے اندر پلانٹ کر دیں گے اور عورت کی بجائے بچے مرد کے بطن سے پیدا ہوں گے۔ سات سالہ عاقب نے جب یہ بات سنی تو ماں سے بولا ماں یہ تو کوئی ایسی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی تو آدم سے حوا کو نکالا تھا۔ ماں بولی بیٹا! اللہ کا علم انسان کے تمام علوم کا احاطہ کرتا ہے۔ اللہ کا علم کمپیوٹر کی پروگرامنگ ہے۔ انسان کا علم پروگرام شدہ علوم کو اسکرین پر دیکھنا ہے۔ اسکرین پر کوئی فلم اس وقت تک دیکھی ہی نہیں جا سکتی جب کہ پہلے سے پروگرام نہ کی گئی ہو۔ بیٹا اللہ کا کمپیوٹر لوح محفوظ ہے۔ اس کی پروگرامنگ کی مکمل دستاویز قرآن ہے۔ ساتوں آسمان، تمام زمینیں اور جنت دوزخ یہ سب اسکرین ہیں۔ ہر اسکرین پر لوح محفوظ کی کوئی نہ کوئی فلم چل رہی ہے۔ تمام مخلوقات اس فلم کے کردار ہیں۔ جس میں سے ایک کردار آدم ہے جس کو اللہ نے کمپیوٹر چلانے کی صلاحیت عطا کر دی ہے جیسے تم کمپیوٹر چلاتے ہو مگر تمہاری بلی کمپیوٹر نہیں چلا سکتی۔ بیٹے تم جانتے ہو کہ کمپیوٹر میں کسی ریکارڈ کو دیکھنے کے لئے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ پروگرام کس جگہ ریکارڈ کیا گیا ہے تاکہ اس ونڈو کو کھول کر پروگرام اسکرین پر لایا جا سکے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کے کمپیوٹر کی تمام ونڈوز کی نشاندہی کرتا ہے اور ان ونڈوز میں ریکارڈ کئے گئے علوم کی تفصیل بھی بتاتا ہے۔

ماں عاقب کی آنکھوں کی گہرائی میں دیکھتے ہوئے بولی بیٹے انسان کا دماغ ایک ایسا کمپیوٹر ہے جس کا تعلق براہ راست اللہ کے کمپیوٹر لوح محفوظ کے ساتھ ہے۔ لوح محفوظ کی پروگرامنگ انسان کے دماغ میں منتقل ہوتی رہتی ہے اور انسان ان علوم کو شعوری طور پر دیکھ لیتا ہے۔ بیٹے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ تمہارے ذہن میں آنے والا ہر خیال اللہ تعالیٰ کے ریکارڈ شدہ علوم کی ایک کاپی ہے۔ جب تم اس بات پر یقین کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے ریکارڈ کئے گئے پروگرام میں اپنی طرف سے کچھ بھی شامل نہیں کرو گے۔ کیونکہ انسانی عقل اللہ کی عقل کے مقابلے میں صفر کے برابر ہے۔ تم بڑے ہو کر یہ بات زیادہ اچھی طرح سمجھ لو گے۔ عاقب بولا ماں تمہاری ہر بات بڑی آسانی سے میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ اگر ہم ریکارڈ شدہ پروگرام میں تبدیلی کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس میں نقص دکھائی دیا جب ہی تو ہم نے اس نقص کو دور کر کے اپنی جانب سے اس میں پروگرام شامل کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے تو کسی کام میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اس لئے ہماری کی گئی تبدیلی تو پھر غلط ہو جائے گی۔ ماں مسکرائی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کا رنگ جھلکنے لگا۔ وہ بولی عاقب میرے بچے! اللہ پاک نے تمہیں نیک عقل عطا فرمائی ہے۔ اللہ کا کرم و فضل ہے۔ بیٹے اس کے کرم و فضل کے شکریے میں اس کی عطا کردہ عقل سلیم کو ہمیشہ اسی طرح استعمال کرتے رہنا۔

ماں باپ کی محبتوں اور دعاؤں کے سائے میں عاقب پروان چڑھتا رہا۔ وقت کا دھارا اپنی پوری رفتار سے بہتا چلا جا رہا تھا۔ دو ہزارویں صدی کا ہر دن ہنگامہ خیزیوں سے لبریز تھا۔ اقتدار کی ہوس ملک گیر صورت اختیار کر چکی تھی۔ بڑی طاقتوں نے چھوٹی طاقتوں کو اس طرح اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا کہ ان کی آزادی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ بڑی طاقتوں کے قبضے میں چھوٹے حکمران کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ طاغوتی حکومتیں عوام کو آلۂ کار بنا کر جھوٹے اقتدار کی کرسی میں ذلت و رسوائی کی میخیں گاڑتی چلی جا رہی تھیں۔ ایسا نہیں کہ لوگوں کو علم نہ تھا یا لوگ حالات سے بے خبر تھے۔ ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ گذشتہ صدی کی نسبت اس صدی میں بسنے والا ہر بچہ دنیا کے گلوب پر وارد ہونے والی ہر حرکت کا علم رکھتا تھا۔ سائنسی ٹیکنالوجی نے دنیا کو بے نقاب کرنے کی تو گویا قسم اٹھا رکھی تھی۔ رات کے اندھیرے میں ہونے والی ہر حرکت دن کے اجالے میں ہونے لگی۔ پردے میں ہونے والی حرکات کی روح اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جو اندھیرا ان کرشمے کی حرکات کو اپنی حکمت کے پردے میں چھپا کر پروان چڑھاتی ہے۔ سائنسی ٹیکنالوجی نے

حکمت خداوندی کی علمبردار روح کو ہوسِ نفس کی تلوار سے گھائل کر کے اس کے پیرہن کو تار تار کر دیا اور روح کے گھاؤ سے رسنے والے لہو کی رنگینی سے لطف اندوز ہونے لگے۔ نوع انسانی نے جسے زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا گیا تھا ساری زمین کو اپنی جاگیر سمجھتے ہوئے مادر گیتی کے نکھرے سے حسین فطرت کی کھال ادھیڑ کر اسے لہولہان کر ڈالا اور اس لہولہان چہرے پر اپنے ظلم و ستم کی پٹیاں چپکانے لگے جو زخموں کو بھرنے کی بجائے ناسور میں تبدیل کرتی رہی۔ عاقب کا سارا بچپن زمانے کی چیرہ دستیوں کی داستانیں سنتے گزر گیا۔ ہر داستان زمین کے چہرے پر گڑنے والی پھانس بن کر اس کے ننھے سے دل میں جا چبھتی اور اس کی کسک اس کی روح کی گہرائیوں میں پہنچ جاتی۔ اسے یوں محسوس ہوتا جیسے دھرتی ماں کے کرب کی لہریں اس کے دل سے گزر رہی ہیں۔ نو دس سال کی عمر میں وہ اس کرب و اضطراب کو محسوس تو کرتا تھا مگر اس کو روکنا فی الحال اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ آخر زمین پر بسنے والے لوگ زمین کی دگرگوں حالت سے کس طرح اپنی آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔ ان دنوں اسکول میں بھی اسکا دل نہ لگتا۔ ہر بچہ اپنے آپ کو فلمی ہیرو ثابت کرنے کی کوشش میں لگا رہتا۔ بے حیائیاں، بدزبانیاں اور کمزور اور چھوٹوں پر اپنا رعب آزمانا تو اس قدر عام ہو چکا تھا کہ اب استادوں کی توجہ بھی اس کو روکنے کی طرف سے ہٹ چکی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوتا جیسے سارے اسکول میں وہ تنہا ہے اس کا کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ اسکول سے آتے ہی اپنی ماں کے پاس بیٹھ جاتا اور اس وقت تک باتیں کرتا رہتا جب تک کہ ماحول کا پریشر اس کے ذہن سے نہ ہٹ جاتا۔ ماں ہی اس کی اکلوتی دوست تھی جو اس کے سنگ مرمر کے جسم پر پڑنے والی دھول کو روز کے روز صاف کر دیا کرتی تھی۔ ان دنوں وہ اکثر خواب اور تصور میں دیکھتا کہ وہ ایک سفید صاف شفاف لباس پہنے ہوئے ہے۔ اتنے میں بہت سے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پچکاریاں لئے اس کی طرف نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ ان پچکاریوں میں گندے گندے رنگ اور تیزاب بھرا ہوا ہے۔ جوں ہی وہ پچکاریاں عاقب کی طرف مارتے ہیں اس کی ماں اسے نہایت ہی تیزی سے ان کی زد سے الگ کھینچ لیتی ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ قدرت اس کی حفاظت کر رہی ہے۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا زمین اپنے بسنے والوں کے لئے تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ اسلحہ کا استعمال عام تھا جس کے خوف سے ہر کوئی دوسرے کی زیادتی کو برداشت کرنے پر مجبور تھا۔ انہی دنوں دجال کی پیشین گوئیاں بھی سننے میں آئیں۔ جلد ہی یہ موضوع بھی عام لوگوں کی گفتگو کا مرکز بن گیا۔ عاقب ان دنوں اسکول کے آخری سال میں تھا۔ ڈنر ٹائم میں لڑکوں نے دجال کا ذکر چھیڑ دیا بات سے بات چل نکلی۔ کوئی کہتا وہ زبردست جادوگر ہو گا سب لوگوں کو اپنے سحر کے زور پر قابو میں رکھے گا۔ ایک کہنے لگا سنا ہے کہ عورتیں اس کی پوجا کی حد تک گرویدہ ہوں گی۔ یہ سن کر دوسرا لڑکا بڑے رازدارانہ انداز میں کہنے لگا جب ہی تو وہ مردوں کو چن چن کر مارے گا۔ ایک کہنے لگا سنا ہے وہ ایک آنکھ سے کانا ہو گا۔ ایک لڑکے نے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے زور سے کہا اس کی طرح، اس لڑکے کی ایک آنکھ کچھ سوجی ہوئی تھی۔ شاید کچھ چوٹ لگ گئی تھی۔ سوجن کی وجہ سے آنکھ بند سی لگتی تھی۔ پھر کیا تھا سب نے اسے ہدف بنا لیا۔ ارے کہیں یہی تو کانا دجال نہیں ہے۔ سارے لڑکوں نے اس کا ناک میں دم کر دیا۔ عاقب نے پاس بیٹھے ہوؤں کو روکنے کی کوشش بھی کی مگر مذاق میں بات فتنہ بن گئی۔ سارا کمرہ میدان کارزار بن گیا۔ ایک طوفان بدتمیزی تھا، ہوا میں کھانے کی پلیٹیں چل رہی تھیں جس کو لگتی وہ بھی آگے کسی کو کھینچ مارتا۔ قبل اس کے کہ معاملہ زیادہ سنگین ہو جائے عاقب کمرے سے نکل بھاگا۔ باہر نکلتے ہی اسے اندر گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ گھر آ کے اس نے ماں کو سارا قصہ سنایا۔ کہنے لگا ماں ایسا لگتا ہے جیسے لوگ کانا دجال کے انتظار میں ہیں۔ ماں کیا کہیں کوئی ایسا

واضح اشارہ نہیں ہے جس سے دجال کا صحیح نشان معلوم ہو جائے کہ وہ کب اور کہاں پیدا ہو گا۔ خوامخواہ لوگ شک و شبے میں ایک دوسرے کے دشمن بنتے جا رہے ہیں۔ ماں بولی بیٹے کسی کی بات جو فتنے کی صورت اختیار کرے اسے ہی دجال کہا گیا ہے۔ گویا دجال فتنہ باز کردار کا نام ہے جو ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔ عاقب بولا ماں آج اسکول میں ایک لڑکے نے دجال کی بات شروع کی جو آخر میں فتنے کی صورت بن گئی اس کا مطلب اس لڑکے کا کردار دجال کا ہے ماں بولی اگر اس کے فتنے میں اس لڑکے کا ہاتھ ہے تو وہ یقینا دجال کردار ہے۔ کبھی بات شروع کرنے والا ایک بات شروع کرتا ہے۔ اس بات پر بہت سے لوگ اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ کوئی موافقت میں ہوتا ہے کوئی مخالفت میں اور پھر ایک دوسرے کی مخالفت لڑائی جھگڑے کا باعث بن جاتی ہے۔ اس لڑائی جھگڑے میں جو بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور اس بات کو فتنہ بنانے میں پوری پوری مدد کرتا ہے ایسے تمام کرداروں کو دجال کا نام دیا گیا ہے۔ بیٹے دجال وہ چنگاری ہے جو پورے جنگل میں آگ لگا دیتی ہے۔ جنگل کی آگ کا الزام چنگاری پر ہی تو آئے گا۔ عاقب بولا مگر ماں لوگوں میں تو یہ بات مشہور ہے کہ دجال کانا ہو گا۔ اس کی ایک آنکھ خراب ہو گی۔ ماں بولی بیٹے اس قول میں بھی حکمت چھپی ہوئی ہے تم ہی بتاؤ دو آنکھوں سے دیکھنے والا زیادہ اچھا دیکھ سکتا ہے یا ایک آنکھ سے دیکھنے والا۔ عاقب بولا دو آنکھوں سے دیکھنے والا ایک آنکھ والے کی نسبت زیادہ صحیح دیکھ سکتا ہے۔ ماں بولی بیٹے کوئی بات فتنہ اسی وقت بنتی ہے جب لوگ اس کی گہرائی میں کام کرنے والی حکمت سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بات کی حکمت کو پہچاننے کے لئے بھرپور توجہ اور گہری نگاہ کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک نے انسان کو دو آنکھیں دی ہیں۔ ایک آنکھ کا خراب ہونا معذوری اور جسمانی نقص ہے۔ وہ شخص جو عقل کا کمتر ہو اور روحانی فکر سے آشنا نہ ہو ایسے شخص کو معذور اور کانا ہی کہا جا سکتا ہے۔ ایسے معذور اللہ تعالیٰ کی حکمت کو کیسے جان سکتے ہیں۔ دنیاوی نقص کمزور ہے۔ تمام معذوری اسی نقص کا خاصہ ہے۔ دنیاوی تمام حواس ناقص اور کمزور ہیں۔ دجال وہ کردار ہے جو عقلِ سلیم سے معذور ہو اور ناقص اور کمتر عقل کا مالک ہو۔ عاقب بولا مگر ماں جب دجال فتنہ باز کردار کا نام ہے اور ایسے کردار ہر زمانے میں دنیا میں موجود رہتے ہیں تو پھر دجال کو قیامت کی نشانی کیوں کہا جاتا ہے۔ ماں بولی بیٹے جب فتنہ اجتماعی صورت اختیار کر لے اور دنیا والوں کی اکثریت فتنے باز کے ساتھ ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے اندر عقلِ سلیم کا فقدان ہے اور سب کی طرز فکر دجال ہی کی طرز فکر ہے۔ بیٹا اب تم ہی خود دیکھو، خود غور کرو۔ ایک تخریبی ذہن اور فتنہ باز شخص ایک گھر تباہ کر دیتا ہے اور کبھی تو سارے خاندان میں پھوٹ اور فساد ڈلوا دیتا ہے۔ تو جب دنیا میں بسنے والوں کی اکثریت فسادی ہو گی تب دنیا کا حال کیا ہو گا۔ قیامت وہ ساعت ہے جو سینکڑوں اور ہزاروں سال کی تعمیر کو فنا کے ایک لمحے میں سمیٹ لیتی ہے۔ بیٹے یاد رکھو اگر انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ کی ہر صفت تخلیقی اور تعمیری ہے۔ دنیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ اللہ کا خلیفہ انسان جب تک اللہ تعالیٰ کے تخلیقی ذہن سے کام لیتا رہتا ہے دنیا اپنے بسنے والوں کے لئے امن و چین کا گہوارہ بن جاتی ہے اور ہر شئے سے اللہ تعالیٰ کی صفات کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ مگر جب انسان اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن شیطان سے دوستی کر لیتا ہے تو اس کا ہر کام شیطانی طرز فکر پر ہوتا ہے۔ شیطانی طرز فکر تباہی، بربادی اور غارتگری ہے۔ جب سارے ہی انسان تخریبی ذہن استعمال کریں گے تو ساری دنیا تباہی کے گڑھے میں جا پڑے گی۔ عاقب بڑے وثوق و عزم کے ساتھ بولا ماں میں دنیا کو تباہی کے گڑھے میں نہیں جانے دوں گا انشاءاللہ تعالیٰ۔ ماں کے چہرے سے طمانیت جھلکنے لگی۔ اس کے لبوں پر بیٹے کے لئے دعائیہ کلمات جاری ہو گئے۔

زمانہ بد سے بدتر ہوتا چلا گیا۔ زمین پر بسنے والوں کی زندگی مشکل سے مشکل ترین بنتی چلی گئی۔ ہر قسم کے

علوم اپنے زوروں پر تھے۔ علم نجوم کا تو یہ حال تھا کہ بچے اسکول جانے سے پہلے اور بڑے دفتر جانے سے پہلے ٹی۔وی پر اپنا ہوروسکوپ دیکھ کر جاتے کہ آج کا دن ان کے لئے کیسا ہوگا۔ آئے دن لوگوں میں یہ ذکر رہتا کہ فلاں کو پتہ چلا کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہونے والا ہے تو وہ گھر بیٹھ گیا اور حادثہ ٹل گیا۔ فلاں مہینے میں پیدا ہونے والے ایسی طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اس لئے فلاں مہینے میں پیدا ہونے والوں کے لئے ان سے دوستی کرنا درست نہیں ہے۔ اب گروپ بندیاں ہو گئیں اور پھر دشمنیاں ہونے لگیں لیکن ستاروں پر اس قدر یقین تھا کہ ان اطلاعات کو جھٹلانے کا خیال بھی دل میں لانا پسند نہ کرتے۔ ہر ادارے میں علم نجوم کے عقیدت مند موجود تھے۔ کالج میں عاقب کے ساتھ بھی گروپ بندی کا معاملہ ہونے لگا۔ وہ بزار سمجھاتا کہ یار ہم سب ایک کلاس میں ہیں ایسی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ انسان کا ارادہ چاند ستاروں کے ارادے سے افضل ہے۔ انسان اپنے ارادے سے چاند ستاروں کے مضر اثرات کو روکنے پر قدرت رکھتا ہے۔

کوئی قوم جب اپنے اندر کی آواز سننے سے اپنے کان بند کر لیتی ہے تو باہر کی آواز بھی اس کے کانوں سے ٹکرا کر لوٹ جاتی ہے اور الفاظ و معنی کا دفتر خالی رہتا ہے۔ اس وقت زمین اسی صورتحال کا سامنا کر رہی تھی۔ حکیمانہ اقوال کی لہریں بند ذہنوں سے سر پھوڑ کر واپس لوٹ جاتیں۔ ایسے میں ماں باپ پر اولاد کی صحیح تربیت کی ذمہ داری اور بھی بھاری ہو جاتی ہے مگر اولاد کی محبت اور ذمہ داری کا احساس ہر دشواری کو آسان بنا دیتا ہے۔ عاقب کے ماں باپ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ اس نفسا نفسی و لہو لعب کے دور میں عاقب کو مضبوطی کردار اور بالیدگی روح کا سامان کہیں سے بھی میسر نہیں آسکتا بجز اس کے اپنے ماں باپ۔ پس وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھتے کہ اللہ کے حکم سے جس پودے کو وہ پروان چڑھا رہے ہیں اس کی نشوونما میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی شامل رہے مگر اب بیٹا جوان ہوتا جارہا تھا اور ان کے قویٰ کمزور ہوتے جارہے تھے۔ فکر کا بوجھ ناتواں کندھوں پر بھاری ہوتا جاتا تھا۔ جتنی دیر عاقب گھر سے باہر رہتا زرینہ کا دل سایہ بن کر اس کے تعاقب میں رہتا۔ اس کے دل سے مسلسل یہی دعا نکلتی یااللہ! میرا بچہ تیری امانت ہے اس کی حفاظت تو ہی کر سکتا ہے۔

موسم خزاں کی ایک ویران سی رات تھی۔ ہوائیں ہلکی سی خنکی تھی۔ تینوں کھانا کھا کر صحن میں بیٹھ گئے۔ قاسم کی نظر آسمان پر پڑی۔ ارے یہ کیا..... اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ نے زرینہ اور عاقب کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ تینوں کی نظریں آسمان پر تک گئیں۔ ہر طرف شہاب ثاقب مصروف عمل تھے۔ قاسم پریشانی کے عالم میں کہنے لگا زرینہ آج پہلی بار اتنے زیادہ شہاب ثاقب دکھائی دیئے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ آسمان کی سرحد پر جنگ ہو رہی ہے"۔

(جاری ہے)

قارئینِ کرام سے گزارش

ادارہ روحانی ڈائجسٹ کی خط لکھنے والے کرم فرما قارئین سے گزارش ہے کہ وہ دبستانِ خیال، محفل مراقبہ میں دعا، مشعلِ معرفت، روحانی ینگ رائٹر کلب، حاصلِ مطالعہ، قندِ سخن، میرا پیغام ہے، جہاں نما، معلوماتِ عالم، اِس ماہ کے بہترین مضامین، روحانی سوال جواب، اُفق، روحانی ڈاک، شعبہ مضامین یا سرکولیشن میں سے کسی شعبے کو خط لکھنا چاہیں تو متعلقہ شعبے کا نام لفافے پر ضرور تحریر کر دیں۔

انوکھی روح

ساتویں قسط

گذشتہ قسط کا خلاصہ :- جبار نے گاؤں کے حالات اور غریبوں کے مسائل مکرجی کے سامنے رکھ کر اس سے تین لاکھ ٹکا طلب کئے۔ مکرجی نے جادو کے زور سے یہ رقم کچھ ہی دیر میں اس کے سامنے ڈھیر کر دی اس رقم کے ساتھ کئی طرح کے زیورات بھی تھے۔ جبار نے یہ ساری رقم گاؤں والوں میں تقسیم کر دی۔ اس نے مکرجی سے اس کی کالی قوت کا راز دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ کالا جادو مجھے کالی ماتا نے سکھایا ہے۔ وہ مشرقی بنگال کی عمر رسیدہ جادوگرنی ہے۔ جبار کے امتحانات میں بھی مکرجی نے پوری پوری مدد کی۔ اس کے بعد فٹ بال ٹورنامنٹ میں مکرجی نے اس کی بہت مدد کی اور ان کی ٹیم جیت گئی۔ ایک ہفتہ بعد روس کی ٹیم آئی جس نے ہندوستان کی تمام ٹیموں کو شکست دی مگر جبار کی ٹیم سے اس کا مقابلہ ہوا تو مکرجی کی جادوئی قوت کی بدولت روسی ٹیم ہار گئی۔ جبار کو اس واقعہ سے اخبار و رسائل اور میڈیا نے بہت کوریج دی اور اسے بڑی شہرت مل گئی۔ ہاؤس جاب کے دوران جبار اور چمپا ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے لیکن دونوں کے درمیان مذہب کی دیوار کھڑی تھی............ **اب آپ آگے پڑھئے۔**

ملک کے نامور قلمکار [illegible] کے قلم سے لکھی گئی پر تجسس اور پر تاثیر تحریر

میں اپنا مذہب کسی قیمت پر کسی کے لئے بھی چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کے لئے جان بھی دے سکتا تھا اس کی خاطر ہر مشکل کو برداشت کر سکتا تھا۔ میں ہر نماز میں یہ دعا مانگتا تھا کہ ربُّ العزت مجھے اپنے مذہب پر ثابت قدم رکھے۔ مرتے وقت مجھے کلمہ نصیب ہو۔ میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا اور نہ سوچ سکتا تھا کہ چمپا کی خاطر اپنا مذہب تبدیل کرلوں یا اس صورت میں میری اس سے شادی ہو جائے گی۔ نہ میں نے یہ سوچا کہ چمپا سے اظہارِ محبت کر کے اسے اپنا مذہب چھوڑنے اور شادی کرنے پر مجبور کروں۔ اس کا مسلمان ہونا جب ہی بہتر تھا کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے کرے۔

ایک دو مرتبہ نسرین نے مجھے چمپا کی غیر موجودگی میں بتایا کہ کبھی اس نے یا اس کے گھر والوں نے چمپا کے سامنے اسلام کی تبلیغ نہیں کی۔ کبھی اللہ رسول وغیرہ کے موضوع پر بات نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ اس کا غلط مطلب نہ لے لیکن اس کے گھر کے اسلامی ماحول نے اسے متاثر کیا ہے۔ اس کے گھر پنج وقتہ نماز پڑھتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کو ایک عجیب سی شانتی محسوس ہوتی ہے۔ پھر اس نے ایک روز خود ہی قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا جو بنگلہ زبان میں ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ نے اسے بڑا متاثر کیا پھر اس نے اسلامی کتب کا مطالعہ خود سے شروع کر دیا۔ اب وہ اسلام کے بارے میں مختلف موضوعات پر اکثر و بیشتر گفتگو

کرنے لگی ہے۔ ہمارے مذہب کی طرف اس کا رجحان تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ ہمارے مذہب اور اس کے عقائد سے بہت متاثر ہو گئی ہے اور کچھ کچھ پسند بھی کرنے لگی ہے۔

میں ایک روز اسپتال کے ایک کام سے نسرین کے ہاں پہنچا۔ نسرین نے مجھے نشست گاہ میں بٹھایا اور چائے بنانے چلی گئی۔ چمپا کے ہاتھ میں ایک اسلامی کتاب تھی۔ اس نے اسے میز پر رکھ دیا تو میں نے اس سے دریافت کیا "ان کتابوں کے مطالعے سے آپ کس نتیجے پر پہنچی ہیں؟"

"آپ کا دین بہت سیدھا سادا ہے۔ اس میں بڑی آزادی ہے۔ اس میں عورتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں وہ مجھے کسی اور مذہب میں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ ملازمین، ضرورت مندوں اور غریبوں کے لئے جو قوانین ہیں وہ تو بہت ہی شاندار ہیں"۔

چمپا کے ان خیالات کو سن کر میں بہت خوش ہوا۔ میں جب تک وہاں بیٹھا رہا وہ مذہب کے موضوع ہی پر تبادلہ خیال کرتی رہی۔ اس روز رات کے وقت میں سونے کے لئے بستر پر دراز ہوا تو نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں سہانے سپنوں میں کھو گیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ جلد ہی اسلام قبول کرلے گی۔ اس طرح ہم دونوں کی شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ میری والدہ بھی اسے اسلام قبول کرنے پر بہو بنانے پر راضی تھیں۔

تیسرے دن اسپتال میں وہ مجھے ملی تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی۔ وہ میرے سامنے آئی اور کترا کے نکل گئی۔ یہ دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ اتنی بے رخی اور بے التفاتی تو اس کے اخلاق کا حصہ نہ تھی۔ پھر آخر ایسا کیوں؟ میرا دل بہت زور سے دھڑکا۔

مجھے چمپا کی اس بے رخی پر بڑی حیرت ہوئی۔ میں خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ مجھ سے اس طرح پیش آئے گی۔ میں نے پہلے تو سوچا کہ لپک کر اسے جالوں اور اس سے اس کی وجہ پوچھوں مگر یہ اس وقت مناسب نہیں لگا۔ کیونکہ گیلری میں نرسوں، ڈاکٹروں اور مریضوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ میں اس سے شاکی انداز اور لہجے میں بات کرتا تو کوئی سن سکتا تھا لہٰذا میں نے خاموشی میں بہتری سمجھی۔

کوئی گیارہ بجے میں نے اپنا راؤنڈ مکمل کرنے کے بعد کینٹین کا رخ کیا۔ اس وقت نسرین، میں، چمپا اور ایک جونیئر ڈاکٹر ایک میز پر بیٹھ کر چائے پیتے تھے جب میں کینٹین میں داخل ہوا تو اتفاق سے چمپا اس وقت ایک میز پر اکیلی بیٹھی ایک فلمی رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری اداسی چھائی ہوئی تھی۔ اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں سے حزن و ملال جھلک رہا تھا۔ مجھے اس کی اداسی کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ کل تک میں نے اسے بہت خوش دیکھا تھا اچانک یہ تغیر مجھ سے بالاتر تھا۔ نسرین نے بھی مجھے نہیں بتایا تھا۔ وہ مجھے پہلے راؤنڈ پر ملی تھی اور وہ میرے ساتھ بڑی خندہ پیشانی سے بھی پیش آئی تھی۔

جب میں میز پر پہنچ کر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھا تو چمپا نے رسالے پر سے نگاہیں ہٹا کر مجھے دیکھا۔ رسالے کی ورق گردانی بند کر کے اس پر اپنا پرس رکھا اور جانے کے لئے اٹھنے لگی۔ وہ ساڑھی کا پلو شانے پر درست کرنے لگی تو میں نے اس کے پرس پر ہاتھ رکھ دیا۔

"چمپا!" میں نے اس کے چہرے پر نظریں مرکوز کر کے پوچھا "کیا بات ہے؟ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ ناراض ہیں تو اس کا سبب بھی بتا سکتی ہیں؟"

"میں آپ سے بھلا ناراض کیوں ہونے لگی" اس نے انتہائی خشک لہجے میں جواب دیا "آپ کو وہم ہو گیا ہے"۔

"یہ ناراضگی نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ آپ مجھے دیکھتے ہی اس طرح اٹھ کر جا رہی ہیں جیسے میں کوئی بھوت ہوں" میں نے کہا "کل تک یہ بات نہیں تھی۔ آج یہ یکایک کیا ہو گیا ہے؟ بیٹھ جائیں۔ پلیز! جو بات بھی ہے وہ بلا جھجک بتائیں ورنہ میں یہ توہین برداشت نہ کر سکوں گا"۔

"اگر ایسی بات ہے تو سنئے" وہ تیز لہجے میں بولی "مجھے

آپ سے ہرگز ایسی امید نہیں تھی۔ میں تو آپ کو ایک شریف اور نیک انسان سمجھتی تھی اور پھر آپ میرے محسن ہیں۔ اس لئے میں خاموش ہوں۔ میں نے آپ کی اس گھٹیا اور مذموم حرکت کا ذکر دانستہ نسرین سے نہیں کیا ورنہ آپ کی عزت اس کی نظروں میں بھی گر جاتی...... مجھے آپ کی اس حرکت سے بڑا دکھ پہنچا۔ میرے دل کو جو تکلیف ہوئی اس کے اظہار کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں"۔

"میں نے آپ کے ساتھ کیا گھٹیا حرکت کی ہے؟" میں نے ششدر ہو کر کہا "پہیلیاں مت بجھوائیں صاف صاف بتائیں کہ کیا بات ہے؟"

"آپ نے جو خط مجھے لکھا ہے وہ کس لئے اور کیوں؟" وہ بولی "میں اس قدر لچر اور بے ہودہ خط کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی"۔

"کون سا خط...... ؟ کیسا خط...... ؟" میری حیرت دوچند ہو گئی "آپ یقین کریں میں نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا؟ مجھے کیا ضرورت پڑی کہ میں آپ کو خط لکھوں"۔

"یہ خط...... ؟" چمپا نے اپنے پرس سے ایک خط نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ ایک خوشبو میں بسا خوبصورت اور رنگین لفافہ تھا۔ میں نے لفافہ اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اس کے اوپر کچھ نہیں لکھا ہوا تھا "یہ خط آپ کو کہاں سے اور کیسے ملا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ میرے پرس میں سے نکلا ہے" اس نے جواب دیا "جب میں گھر پہنچی اور پرس میں سے نوٹ نکالنے لگی تب اس میں سے یہ لفافہ نکلا۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ یہ خط نسرین کو دکھاؤں پھر میں ضبط کر گئی۔ اس وقت میرے جذبات کیا تھے میں بتا نہیں سکتی ہوں۔ میں نے کس طرح خود پر قابو پایا یہ میرا دل جانتا ہے۔ نسرین نے میرا چہرہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا بھی تھا کہ کیا بات ہے مگر میں نے ٹال دیا اور بہانہ کر دیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ رات ایک لقمہ بھی میرے حلق سے اتر نہ سکا۔

میں نے رات سوچا کہ یہ خط پھاڑ کر پھینک دوں پھر اس خیال سے رکھ لیا کہ آپ کو دکھاؤں اور باز پرس کروں کہ آپ نے مجھے ایسا بے ہودہ خط کیوں لکھا؟ آخر آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟ کیا میں اس قدر گری ہوئی لڑکی ہوں کہ اس قسم کا خط لکھا جائے؟"

میں نے چمپا کی بات کا جواب نہیں دیا اور لفافے میں سے تہہ کیا ہوا خط نکالا۔ خط پڑھا تو میری پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ میرے دل کو سکون و اطمینان تھا کہ اس خط کی تحریر میری نہیں ہے لیکن یہ تحریر میری تحریر سے ملتی جلتی تھی۔ کسی نے مجھے چمپا کی نظروں میں گرانے، اس کے دل میں میرے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لئے میرے نام سے یہ خط لکھا تھا۔

اس اسپتال میں کوئی ڈاکٹر یا اسٹاف میں سے ایسا شخص تھا جو چمپا کے بے مثال حسن و جمال پر ریشہ خطمی ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے چمپا سے بدظن کر کے اس کے دل میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ یہ شخص کون ہے اس خط اور اس کی تحریر سے پتا چلانا بہت مشکل تھا۔ جو بھی تھا وہ اچھا شخص نہیں تھا۔

"یہ خط نہ تو میں نے آپ کو لکھا ہے اور نہ ہی یہ میری تحریر ہے" میں نے اسے خط واپس کرتے ہوئے کہا۔ "آپ میری تحریر کا اس خط کی تحریر سے موازنہ کر سکتی ہیں" میں نے جیب سے قلم نکالا اپنی نوٹ بک کے ایک ورق پر دو ایک جملے لکھ کر اس کے سامنے رکھ دیئے اب ملاحظہ کیجئے۔

میری تحریر کو اس نے بہت غور سے دیکھا۔ چند لمحوں کے بعد ہی اس کے حسین چہرے پر ندامت کی سرخی پھیل گئی۔ اس نے جھکی جھکی نظروں سے کہا "پلیز! آپ مجھے معاف کر دیں"۔

"میں آپ سے ناراض کب ہوں" میں نے اس کے چہرے کو اپنی نگاہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے کہا "ویسے آپ کی ناراضگی اور بدگمانی بجا ہے۔ آپ کی جگہ میں ہوتا تو میں اپنا غصہ اور نفرت برداشت نہیں کرتا۔ آپ نے بڑے

ضبط اور تحمل سے کام لیا۔ آپ کوئی جذباتی قدم اٹھاتیں تو میرے دل کو صدمہ ہوتا۔ تاہم آئندہ بھی اگر کسی کی طرف سے میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلائی جائے تو مجھ سے ضرور پوچھ لیں"۔

اس وقت نوشین اور نسرین کینٹین میں داخل ہو رہی تھیں۔ میں نے وہ خط اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور اسے تاکید کی کہ وہ کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے۔ حتیٰ کہ نسرین سے بھی نہیں۔ میں غیر محسوس انداز سے اس شخص کا پتا چلانے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔

میں نے رات گیارہ بجے تین مرتبہ مکرجی کا نام لے کر پکارا تو وہ بجلی کے کوندے کی مانند حاضر ہو گیا۔ اس نے پوچھا "اس وقت میری ضرورت کیسے پڑ گئی؟"

میں نے اس کی طرف خط بڑھاتے ہوئے اسے سارا قصہ سنایا۔ اس نے خط پر ایک نظر ڈالی۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگی اور خط سمیت غائب ہو گیا۔ دوسرے دن رات کے وقت اس نے حاضر ہو کر نہ صرف وہ خط حاضر کر دیا بلکہ ایک اور خط دیا جو اس شخص نے میرے نام سے چمپا کے نام لکھا تھا۔ اسے وہ کل چمپا کے پرس میں رکھنے والا تھا۔ دوسرا خط پہلے خط کے مقابلے میں کہیں لچر اور فحش قسم کا تھا۔

میں نے دوسرا خط پڑھنے کے بعد اس سے پوچھا "مکرجی! تم نے مجھے اس شخص کے بارے میں نہیں بتایا کہ یہ کس کی حرکت ہے اور اس کا نام کیا ہے؟"

"یہ حرکت ڈاکٹر راشد کی ہے" مکرجی نے جواب دیا "وہ چمپا پر ریشہ خطمی ہو گیا ہے۔ اس نے محسوس کر لیا ہے کہ تم چمپا سے محبت کرتے ہو وہ تم دونوں کی محبت کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے"۔

ڈاکٹر راشد...... ؟ میں اس کا نام سن کر بڑے زور سے چونکا۔ مجھے یقین نہیں آیا کیونکہ اس کا تعلق ایک دولت مند گھرانے سے تھا۔ ڈاکٹر راشد اس قدر گھٹیا شخص نظر نہیں آتا تھا۔ وہ مسکین صورت بنائے پھرتا اور نسرین اور نوشین سے زیادہ باتیں کرتا تھا۔ وہ اس قدر ریاکار اور منافقت رکھنے والا شخص ہے اس کا انکشاف آج ابھی اور اسی وقت ہوا تھا۔ اس کا یہ جرم ناقابل معافی تھا۔

"تمہارا کیا حکم ہے...... ؟" مکرجی نے مجھ سے پوچھا "اسے کیا سزا دی جائے؟ کہو تو اسے ابھی اور اسی وقت حاضر کر دوں؟"

"میں اسے ایسا سبق دینا چاہتا ہوں کہ وہ ساری زندگی یاد رکھے" میں نے جواب دیا۔ "اسے جسمانی سزا دینے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ چمپا بدنام ہو جائے گی"۔

"ایسے ذلیل شخص کی ہڈی پسلی ایک کر دینا زیادہ مناسب ہو گا۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ہیں" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"میرے ذہن میں ایک تدبیر آ رہی ہے۔ کل میں اسے راہ راست پر لے آؤں گا"۔

میں نے دوسرے دن چمپا سے کہا کہ آج اس شخص کا لکھا ہوا دوسرا خط میرے نام سے آپ کے پرس میں رکھ دیا جائے گا جو پہلے خط کے مقابلے میں کہیں لچر قسم کا ہے۔ اسے آپ پڑھنا نہیں یہ خط میرے حوالے کر دینا اور پھر میں آپ کو اس شخص کا نام بتا دوں گا پھر اس کی خبر لی جائے گی۔

کینٹین میں چائے کے وقفے میں چمپا میرا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ وہ بڑی ششدر تھی کیونکہ اس کے پرس میں دوسرا خط موجود تھا۔ کس نے اور کب رکھا اس کے فرشتوں کو خبر نہ ہو سکی تھی۔ وہ جب ڈیوٹی پر آئی تھی تو اپنا پرس اپنی میز کی دراز میں رکھ کر راؤنڈ پر چلی جاتی تھی۔ ڈاکٹر راشد کے پاس ایک ایسی چابی تھی جس سے وہ چمپا کی میز کی دراز کھول لیتا تھا۔ آج اس نے سب سے پہلے یہی کارنامہ انجام دیا تھا۔

میں نے دوسرا خط لے کر جیب میں رکھ لیا۔ میں نے پھر اسے ایک خط دے کر کہا کہ وہ اسے اپنے نام سے اپنی تحریر میں لکھ کر پوسٹ کر دے۔ میں نے جو خط لکھا اس کی عبارت یہ تھی "ڈاکٹر راشد! آپ کے دونوں خط مجھے

پراسرار طور پر ملے جو آپ نے ڈاکٹر عبدالجبار کے فرضی نام سے میرے نام لکھے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اس قدر نیچ اور گھٹیا قسم کے شخص ہیں۔ حیرت، دکھ اور غم و غصے کی بات ہے کہ آپ نے ایک مقدس پیشے، اپنے خاندان اور تعلیم پر بٹہ لگایا ہے۔ مجھے آپ سے ہرگز ایسی توقع نہیں تھی کہ اس قدر لچر، بے ہودہ اور اخلاق و تہذیب سے گرا ہوا خط لکھ کر ڈاکٹر عبدالجبار کو مجھ سے بدظن کرنے کی کوشش کریں گے جو میرے دوست اور ہم پیشہ نہیں بلکہ میرے محسن بھی ہیں۔ میرے دل کو کس قدر تکلیف ہوئی اور مجھے ذہنی طور پر جو صدمہ ہوا اور جھٹکا لگا اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتے ہیں۔ نہ اسے لکھنے کے لئے میرے پاس الفاظ ہیں۔ آپ یقیناً اس بات سے سخت حیران اور پریشان ہوں گے کہ مجھے اس راز کا علم کیسے کیونکر اور کس طرح سے ہوا؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے یہ خط پڑھ کر ہی اندازہ ہوا کہ ڈاکٹر عبدالجبار ایسا لچر خط نہیں لکھ سکتے ہیں۔ میں انہیں برسوں سے جانتی ہوں وہ میرے ہم جماعت بھی رہے ہیں۔ اتفاق سے آپ کی ایک تحریر مجھے اس دن مل گئی جس دن آپ کا خط ملا تھا۔ اگر میں یہ دونوں خط پولیس اور اسپتال کی انتظامیہ کو پیش کر دوں تو آپ نہ صرف ہاؤس جاب سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ آپ کا سارا کیریئر تباہ ہو جائے گا۔ آپ یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہیں اسپتال کے ڈائریکٹر ڈاکٹر احسان رشید کس قدر سخت آدمی ہیں۔ اس کے علاوہ میری ایف آئی آر پر آپ کو جیل بھی ہو سکتی ہے۔ آپ کی اور خاندان کی عزت بھی خاک میں مل سکتی ہے۔ مجھے دنیا کی کوئی طاقت ڈاکٹر عبدالجبار جیسے نیک شخص سے بدگمان نہیں کر سکتی ہے۔ میں آپ کو ایک ہم پیشہ ہونے کے ناتے صدق دل سے معاف کر رہی ہوں۔ آپ کو یہ یقین دلاتی ہوں کہ اس کے بارے میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی بلکہ نسرین کو بھی اپنے اعتماد میں نہیں لوں گی۔ آئندہ آپ نے ایسی معیوب حرکت کی تو پھر میں آپ کے خلاف ہر قسم کا قدم اٹھانے سے گریز نہیں کروں گی۔ میں نے آپ کے دونوں خط سنبھال کر بڑی حفاظت سے رکھے ہوئے ہیں۔

فقط
ڈاکٹر چمپا مکرجی

چمپا اس بات کے حق میں بالکل بھی نہیں تھی کہ اس قدر گھٹیا شخص کو معاف کر دیا جائے۔ تاہم میرے سمجھانے بجھانے پر اس کا غصہ سرد ہوا۔ سچی بات تو یہ تھی کہ وہ ہرگز قابل معافی نہیں تھا۔

در اصل میں اس بات کے حق میں تھا کہ یہ بات بڑھائی نہ جائے اور اس شخص کی اصلاح ہو جائے۔ اسے ایک موقع دیا جائے۔ اس بات کا امکان تھا کہ وہ سدھر جائے گا۔ دوسری طرف اس بات کا بھی امکان تھا کہ کوئی اسکینڈل نہ کھڑا ہو جائے۔ چمپا کیلئے مشکلات پیدا نہ ہو جائیں۔ اس لئے میں نے یہ تدبیر اختیار کی تھی۔

چمپا نے دوسرے دن خط لکھ کر اس کے پتے پر پوسٹ کر دیا۔ اسے وہ خط دوسرے دن ڈاک سے موصول ہوا۔ جب وہ اسپتال سے گھر گیا تو یہ خط اس کی نظر سے گزرا۔ ان دو دن تک چمپا ڈاکٹر راشد سے ایک دوست کی طرح ملتی، بات کرتی اور ساتھ میں چائے بھی پیتی رہتی۔ اس نے اپنی شدید نفرت کو اپنے چہرے اور حرکات و سکنات سے بالکل بھی ظاہر ہونے نہیں دیا تھا۔

تیسرے دن ڈاکٹر راشد اسپتال نہیں آیا۔ چوتھے دن اس کا استعفیٰ آ گیا۔ پانچویں دن اس کے دوست اور پڑوسی ڈاکٹر قیوم سے پتا چلا کہ وہ ملازمت کے حصول کے لئے اچانک ڈھاکہ شہر چلا گیا ہے۔ وہ ڈاکٹر قیوم سے بھی نہیں ملا تھا۔ نہ ہی اس نے استعفیٰ دینے کی کوئی وجہ بتائی اور نہ ڈھاکہ جانے کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے گھر والے بھی حیران و پریشان تھے۔ اس کی یہ حرکت گھر والوں کے لئے بھی ایک معمہ بن گئی تھی۔

چمپا کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی تھی۔ وہ خود بھی یہ چاہتی تھی کہ ڈاکٹر راشد ملازمت چھوڑ دے۔ شاید اس

شخص میں غیرت تھی اس لئے اس نے یہ شہر ہی چھوڑ دیا تھا۔ یہ وقت کا تقاضا بھی تھا۔ میرے خیال میں اس نے یہ قدم اٹھا کر اپنے حق میں ہی اچھا کیا تھا۔

چمپا نے جیسے سکون کا سانس لیا تھا۔ چھ سات دنوں میں وہ نارمل ہو گئی تھی۔ پوری دلجمعی سے وہ اسپتال آنے اور مریضوں کو دیکھنے لگی۔ وہ خط میں نے مصروفیات کی وجہ سے تلف نہیں کئے تھے۔ وہ خط ایسے تھے بھی نہیں کہ انہیں رکھا جائے۔ ان کی اب ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ میں روز سوچتا تھا کہ گھر جا کر انہیں نذر آتش کر دوں گا۔ گھر پہنچتے ہی بھول جاتا تھا یا پھر کاہلی اور تھکن کی وجہ سے اپنا ارادہ ملتوی کر دیتا تھا۔

ایک روز میں اسپتال سے گھر پہنچا تو یاد آیا کہ چمپا نے مجھ سے قرآن پاک کی بنگلہ زبان میں تفسیر مانگی تھی۔ نسرین کے ہاں پہنچا تو اس نے اصرار کر کے مجھے رات کے کھانے پر روک لیا۔ میں کوئی تین گھنٹے رہا۔ اس دوران چمپا کا موضوع مذہب اسلام ہی رہا۔ دوسرے دن جب میں اسپتال کے گیٹ پر رکشا سے اتر رہا تھا تب ایک رکشا اور آکر رکا۔ اس میں صرف نسرین اکیلی تھی چمپا نہیں تھی۔ نسرین کو اکیلا دیکھ کر تعجب ہوا۔ کیونکہ دونوں ایک ساتھ اسپتال آتی تھیں اور واپس بھی ساتھ ہی جاتی تھیں۔

چمپا کی طبیعت خراب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ رات وہ بالکل ٹھیک تھی۔ میں نسرین کا چہرہ دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ بے حد متفکر اور پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے وحشت سی جھانک رہی تھی۔ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا سا گیا۔ دل میں کہا اللہ خیر کرے۔

نسرین کی نظر جیسے ہی مجھ پر پڑی وہ میری طرف تیزی سے لپکتی ہوئی آئی اور مجھے ایک طرف لے جا کر سراسیمگی سے بولی "جبار بھائی! غضب ہو گیا"۔

میں اور بدحواس ہو گیا "خیریت تو ہے..... ؟ چمپا کہاں ہے ؟ کیا اس کے بارے میں کوئی بری خبر ہے ؟"

میری زبان لڑکھڑا گئی۔

"خیریت ہی تو نہیں ہے" وہ متفکر لہجے میں بولی "چمپا گھر میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں رات کے کس پہر سے وہ غائب ہے ؟"

"آپ کو کب اور کس وقت اور کیسے پتا چلا کہ چمپا غائب ہے ؟" میں نے ششدر ہو کر پوچھا۔ میری حالت اندر ہی اندر غیر ہونے لگی۔

"میں فجر کی اذان سے ایک گھنٹہ پہلے تہجد پڑھنے کے لئے بیدار ہو جاتی ہوں"۔

نسرین نے جواب دیا تو اس کی آواز مرتعش ہو رہی تھی "میں نے اسے ایک الگ کمرہ دے رکھا ہے۔ وضو کرنے غسل خانے میں جاتے وقت میں نے دیکھا کہ اس کے کمرے میں روشنی ہو رہی ہے۔ میں روشنی گل کرنے کے خیال سے اس کے کمرے میں گئی تو وہ موجود نہ تھی۔ میں سمجھی کہ شاید غسل خانے میں ہو، میں نے غسل خانے میں جھانکا تو وہ وہاں نہ تھی۔ اس کے کمرے کا وہ دروازہ جو صحن کی طرف کھلتا تھا کھلا ہوا تھا۔ پھر میں صحن میں آئی تو دیکھا کہ عقبی دروازہ کھلا ہوا ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں نے اس کے کمرے میں اس کے سلیپر دیکھے تھے۔ کمرے میں آکر دیکھا تو میرا خیال درست ثابت ہوا۔

پھر میں نے اپنے گھر والوں کو بیدار کیا۔ میری والدہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ..... ہم جو اسے اپنے دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہے تھے شاید اس وجہ سے وہ بغیر بتائے گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ میرے والد نے امی کو بری طرح ڈانٹا "تم یہ کیسی غلط بات زبان سے نکال رہی ہو۔ ہم میں سے کسی نے کبھی دین کے موضوع پر اس سے نہ براہ راست بات کی اور نہ ہی اس کو متوجہ کیا۔ اسلام جبر و زیادتی کا قائل نہیں ہے۔ جو شخص خوف یا لالچ یا کسی مجبوری کی وجہ سے مذہب قبول کرتا ہے وہ کبھی ایک اچھا مسلمان نہیں بنتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو بہ رضا و رغبت اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

وہ تو گھر کے ماحول کی وجہ سے مائل ہونے لگی تھی اور اس نے دلی خواہش سے دینی کتب کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ ہم نے اس لئے بھی اسے الگ کمرہ دے دیا کہ وہ آزادی سے پوجا پاٹ کر سکے۔ اشلوک پڑھ سکے۔ میرے خیال میں اسے کسی نے اغواء کیا ہے کیونکہ وہ بہت حسین لڑکی ہے۔ ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں کہ..... اسے شاید اس کی قوم و مذہب کے کسی شخص نے اس لئے اغواء کیا ہے کہ وہ ایک مسلمان کے گھر میں رہ رہی ہے۔ کسی دن وہ اپنا مذہب نہ چھوڑ دے۔ انہیں اس بات کی کسی طرح خبر ہوئی ہو گی کہ وہ دین اسلام سے متاثر ہو رہی ہے"۔

"ہاں..... اس بات کا امکان ہو سکتا ہے"۔ میں نے تائیدی لہجے میں کہا "مجھے آپ کے والد کے خیالات سے اتفاق ہے۔ انہوں نے ٹھیک کہا ہے"۔

"مگر میرا خیال ہے کہ میرے محلے کے کسی بد معاش کی یہ ذلیل حرکت ہے"۔ نسرین نے کہا "اس کی قوم کے کسی آدمی کی یہ حرکت نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ لوگ اسے مندر جاتا ہوا دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم انتہا پسندوں میں سے نہیں ہیں۔ اگر ہمیں اسے مسلمان بنانا ہوتا تو کب کے بنا چکے ہوتے۔ یہ کس بد معاش نے حرکت کی یہ کہنا مشکل ہے کیونکہ ان میں ہندو مسلمان بھی شامل ہیں"۔

"کیا اس واقعے کی رپورٹ پولیس اسٹیشن میں دے دی گئی ہے ؟" میں نے پوچھا "آپ کے والد کو کسی بد معاش پر شک وشبہ ہے ؟"

"میرے والد جلد بازی میں ایسا کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتے ہیں جس سے چمپا پر کوئی حرف آئے ؟ وہ بڑے محتاط قسم کے آدمی ہیں۔ بلا وجہ کسی کو مورد الزام ٹھہرانا نہیں چاہتے۔ انہوں نے کہا ہے میں اپنے طور پر یہ معلوم کر لوں کہ کس کی حرکت ہے پھر ہم پولیس سے رجوع کریں"۔

"یہ بڑی تشویش ناک خبر ہے" میں نے وحشت زدہ لہجے میں کہا "چمپا کی عزت و آبرو اور جان خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اللہ اس کی حفاظت کرے"۔

"کہیں یہ حرکت اس کے خاندانی دشمن ستیش مکرجی کی تو نہیں ہے ؟" نسرین چونک کر بولی اسے اچانک مکرجی کا خیال آگیا تھا۔

"نہیں..... اس کی یہ حرکت نہیں ہو سکتی" میں نے مکرجی کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔ "اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ چمپا کو اغواء کر کے لے جائے"۔

"کیوں نہیں ہو سکتی ہے" نسرین نے مجھ سے تکرار کی۔ "کیا اس روز اس نے نہیں کہا تھا کہ وہ چمپا کے خاندان سے ہر قیمت پر انتقام لے کر رہے گا"۔

"اگر اسے انتقام لینا ہوتا تو وہ کب کا لے چکا ہوتا۔ چمپا کو انتقام کا نشانہ بنانا ہوتا تو وہ کسی بھی رات اس کا گلا گھونٹ کر چلا جاتا" میں نے کہا۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں تو آرہی ہے" نسرین نے مجھے ملتجیانہ نظروں سے دیکھا۔

نسرین کی بات سن کر میں آپریشن تھیٹر میں چلا گیا۔ اس وقت آپریشن تھیٹر خالی ہوتا تھا۔ گیارہ بجے دن سے آپریشن کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ اس وقت صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ میں نے تین مرتبہ مکرجی کا نام لے کر پکارا۔ وہ الہ دین کے جادوئی چراغ کے دیو کی طرح حاضر ہو گیا "کیا حکم ہے جبار صاحب ؟"

"چمپا رات کے کسی پہر سے غائب ہے" میں نے کہا۔ "خیال ہے کہ اسے کسی بد معاش نے اغواء کیا ہے۔ تم جلدی سے اس کا پتا چلاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی عزت اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میری زندگی درگور ہو جائے گی"۔

"کیا کہا..... چمپا غائب ہے..... ؟ اسے کس نے اغواء کر لیا ہے ؟" مکرجی حیرت سے اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ خشونت آمیز لہجے میں بولا "یہ ذلیل حرکت کس بد معاش نے کی ہے مجھے اس کا نام بتاؤ تا کہ میں ابھی جا کر اس کی گردن مرغی کی

گردن کی طرح مروڑ کر رکھ دوں"۔
"مجھے یہ تو نہیں معلوم ہے کہ یہ کس بد معاش کی حرکت ہے۔ میرا، نسرین اور ان کے والد کا ایک خیال یہ ہے کہ ان کے محلے کے کسی بد معاش کی حرکت ہے۔ کسی کو کچھ پتا نہیں چل سکا ہے۔ اس لئے میں نے تمہیں بلایا ہے۔ اس بد معاش کا پتا چلانا تمہارا کام ہے" میں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو اور پریشان نہ ہو" عمر جی نے مجھے دلاسا دیا "میں اس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ چمپا کو اور اس بد معاش کی لاش کو لے کر تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس کی لاش مردہ خانے میں رکھ دوں گا۔ چمپا کو اسپتال کے اندر پہنچا دوں گا۔ میں چمپا پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا"۔

"عمر جی! میری ایک بات سنو" میں نے اس سے کہا "تم اشتعال میں آکر اس بد معاش کو قتل مت کرنا صرف اس بد معاش کے بارے میں مجھے بتا دینا"۔

"میں اس کمینے اور ذلیل شخص کو کس لئے زندہ رہنے دوں؟" اس نے میری طرف حیرت سے دیکھا "کیا تم اسے نئی پارٹی دو گے؟"

"اس لئے کہ میں اس بد معاش کی اپنے ہاتھوں سے ایسی درگت بنانا چاہتا ہوں کہ ساری زندگی یاد رکھے اور کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے"۔

"تم یہ کہتے ہو تو میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔ اگر تم نے اس شخص کے ساتھ رعایت کی تو پھر میں اسے زندہ دفن کر دوں گا" عمر جی نے کہا۔

عمر جی تھوڑی دیر کے بعد میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر میں نے نسرین کو الگ بلا کر اسے بتایا کہ انشاء اللہ جلد ہی چمپا کا پتہ مل جائے گا۔ تم زیادہ فکر مند مت ہونا۔ نسرین اس بات سے کسی قدر مطمئن اور خوش ہو گئی۔ اس کے دل کو ایک ڈھارس سی بندھ گئی تھی۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد جب میں ایک مریض کو انجکشن لگا رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ عمر جی میرے قریب کھڑا ہوا ہے۔ اس نے میرے کان میں سرگوشی کی کہ میں اس سے کینٹین میں آکر ملوں۔ مجھے دو مریض اور نمٹانے تھے اس لئے میں نے انہیں نمٹایا اور کینٹین کی طرف چل پڑا۔

اس وقت صبح کے ساڑھے نو بج رہے تھے اس لئے کینٹین کی تقریباً تمام میزیں خالی پڑی تھیں۔ ایک میز پر ایک ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ کونے کی ایک میز پر عمر جی میرے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کے پاس جا بیٹھا "چمپا کہاں ہے؟ اس کا پتا چلا؟"

"چمپا کو جہاں ہونا ہے وہ وہیں ہے" اس نے جواب دیا۔ "میں نے اس کا پتا چلا لیا ہے۔ تم بے فکر رہو"۔

"تم چمپا کو لے کر کیوں نہیں آئے.....؟" میں نے حیرت اور غصے سے کہا "اسے وہاں کیوں چھوڑ دیا؟ میں کس لئے اس سے بے فکر ہو جاؤں؟"

"اس لئے کہ تم کو چمپا کی نظروں میں ہیرو بنا دوں گا۔ اس کے دل میں تمہارے لئے اور جگہ بن جائے۔ وہ تم سے شدید محبت کرنے لگے" عمر جی نے کہا۔

"تم پہیلیوں میں باتیں مت کرو۔ جلدی سے بتاؤ کہ وہ کہاں پر اور کس بد معاش کی قید میں ہے۔ مجھے وہاں لے چلو" میں نے دہائی سے کہا۔

"بڑے دکھ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اسے کسی بد معاش نے نہیں بلکہ ایک مہذب شخص نے بد معاشوں کی مدد سے اغواء کر کے اپنے ہاں یرغمال بنا کر رکھا ہوا ہے۔ وہ دن کے ایک بجے اسے زبردستی مسلمان کر کے شادی کرنے والا ہے۔ چمپا کا رو رو کر برا حال ہو رہا ہے"۔

"کس مہذب شخص نے اغواء کیا ہے؟" میں ششدر رہ گیا۔ "لیکن عمر جی! یہ مہذب شخص کیسے ہو سکتا ہے جو ایک عورت کا زبردستی مذہب بدلنے پر تلا ہوا ہے۔ ہمارے مذہب نے اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔ وہ شخص نہ تو مہذب ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان..... اس شیطان مردود کا کیا نام ہے؟"

"وہ شیطان مردود تمہارا اہم پیشہ اور دوست بھی ہے"

(جاری ہے)

گذشتہ قسط کا خلاصہ :-
من موہن لال نے مارتھا، ڈیوڈ اور شارق کی زندگی کے بعض خفیہ گوشے کھول دیئے جس پر یہ سب حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ من موہن نے اسے اپنی مافوق الفطرت شکتی ثابت کیا۔ یہ سب حیران اور تجل واپس آگئے۔ ڈیوڈ کو من موہن کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ یہ تمام معلومات غیب بینی کا نتیجہ نہیں بلکہ اس نے ان سب کی جاسوسی کی ہے۔ ڈیوڈ اور شارق نے من موہن کی اصلیت جاننے کا فیصلہ کیا۔ وہ دونوں خفیہ طور پر ممنوعہ مندر کے اندر چلے گئے وہاں شارق کی ملاقات جھرنا سے ہوئی۔ جھرنا نے انہیں وہاں سے واپس آنے میں مدد کی۔ اس واقعہ پر شن لی نے دونوں کو بہت ڈانٹا اور فون پر پروفیسر گاور سے ان دونوں کی شکایت کی۔ مارتھا نے ان دونوں کی حمایت کرتے ہوئے پروفیسر سے اجازت لی کہ پہلے ہمیں من موہن کی تحقیق کر لینی چاہئے کہ کہیں وہ بہروپیا تو نہیں۔ من موہن نے ان سب کو بلا بھیجا اور سخت سرزنش کی کہ تم لوگ میرے منع کرنے کے باوجود مندر میں کیوں گئے۔ ان لوگوں کے درمیان گفتگو جاری تھی کہ من موہن کا پیتا آکاش آ گیا۔ اس کی باتوں سے من موہن پریشان نظر آنے لگا اور ان سب کو واپس جانے کا کہا .... **اب آگے پڑھئیے!**

کمرے میں پہنچتے ہی ڈیوڈ نے سب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور جلدی جلدی چیزیں الٹ پلٹ کر کے کچھ تلاش کرنے لگا۔ اس نے بیڈ کا فوم پورا الٹ دیا۔ کرسیوں، میز اور دیگر چیزوں کو درہم برہم کر دیا۔ مارتھا نے اس سے کہا "یہ تم کیا کر رہے ہو!" اس نے چہرے سے سختی کا اظہار کرتے ہوئے خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ چند منٹوں تک کی اس سرگرمی میں وہ پسینے سے شرابور ہو گیا اور آخر تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ "کیا ہوا بھائی خیریت تو ہے۔ اس طرح کی حرکتیں آدمی اسی وقت کرتا ہے جب اس کی عقل جواب دے جائے اور ایسے آدمی کو نفسیات کی زبان میں پاگل کہا جاتا ہے"۔ میں نے ازراہ مذاق اس سے کہا "دراصل مجھے یہ شک تھا کہ اس کمرے میں من موہن نے کوئی ٹرانسمیٹر نصب کر رکھا ہے جس سے وہ ہماری گفتگو ریکارڈ کر لیتا ہے یا کوئی ویڈیو کیمرہ! مگر یہاں تو ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی"۔

"تمہیں اب بھی من موہن پر شک ہے؟" شن لی نے پوچھا

"نہ جانے کیوں مجھے لگتا ہے دال میں کچھ کالا ہے"۔ ڈیوڈ نے لمبی لمبی سانسیں بھرتے ہوئے کہا۔

"تم لوگوں کا جو جی چاہے سو کرو۔ میں اپنے کمرے میں جا کر کچھ دیر آرام کروں گا" شن لی یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئے۔ مارتھا میری طرف متوجہ ہوئی "من موہن اور اس شخص کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ تمہاری سمجھ میں آئی؟" میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور من موہن کی آکاش کے ساتھ ہونے والی پوری گفتگو سنا دی۔ "بڑی عجیب بات ہے ایک طرف لوگوں میں اسے مذہبی تقدس حاصل ہے اور اس کی اولاد اور بیوی اس کے کردار کی وجہ سے سخت نالاں ہیں"

مارتھا نے کہا "ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" وہ سوچنے کے انداز میں بولی۔

"مجھے یقین ہے وہ صرف ایک فراڈیا ہے" ڈیوڈ نے کہا "مگر اس کا ثبوت کیسے حاصل کیا جائے؟"

"اس کا ثبوت جھرنا سے مل سکتا ہے" میں نے کہا "وہ مظلوم لڑکی یقیناً بہت سی باتیں جانتی ہو گی۔ ایسی جگہ جہاں اپنے مذہبی پیشوا کے لئے لوگ جانیں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے وہاں کسی لڑکی کا اتنی شدت سے اس سسٹم سے دور بھاگ جانے کا تقاضا؟ اس کے پیچھے یقیناً کوئی بات ہے"۔

میں نے جب اپنی بات ختم کر لی تو مارتھا نے کہا "من موہن کے پاس کوئی نہ کوئی مخفی طاقت ضرور ہے ورنہ وہ ہماری زندگی کے مخفی پہلوؤں کو کیسے بیان کر سکتا تھا۔ تم دونوں کے مندر جانے اور ہندو داسی سے ملاقات کی پوری تفصیل پر بھی غور کرو۔ من موہن کے بارے میں تحقیق کرنا اپنی جگہ مگر یہ ذہن میں رکھنا کہ اسے ہمارے کاموں کی خبر ہو جاتی ہے"۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان خاموشی رہی پھر مارتھا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "میرا تو خیال یہ ہے کہ شن لی کی بات درست ہے۔ ہمیں من موہن کی جاسوسی کو چھوڑ کر اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ یعنی جن پر اسرار طاقتوں کی تلاش ہمارا مقصد ہے وہ اس کے پاس موجود ہے۔ تم دونوں سنجیدگی سے غور کرو تو بات تمہاری سمجھ میں بھی آجائے گی"۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چل دی اور میں بالکونی میں آکر کھڑا ہو گیا۔

رات کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ سب اپنے اپنے کمروں میں دبکے ہوئے تھے مگر میں بالکونی میں ٹہل رہا تھا۔ باہر ہر طرف خاموشی اور تاریکی کا ڈیرہ تھا۔ دیہی علاقوں میں لوگ جلد ہی سو جاتے ہیں۔ میں کافی دیر تک وہاں کھڑا رہا پھر جیسے ہی واپسی کے لئے مڑا کئی کتوں کے ایک ساتھ بھونکنے کی آواز آئی۔ میں ایک لمحہ کے لئے اس تبدیلی پر چونکا مگر پھر اپنے کمرے کی طرف ہو لیا۔ ابھی میں نے کمرہ کے دروازہ کو چھوا ہی تھا کہ ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ میں نے فوراً بالکونی سے نیچے جھانکا۔ دور اندھیرے میں سفید متحرک سایہ نظر آیا۔ کہیں یہ جھرنا تو نہیں؟ اچانک خیال کوندا اور میں تیز تیز قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

قریب جا کر معلوم ہوا کہ وہ واقعی جھرنا ہی تھی مگر اس کا چہرہ اور بال لہولہان تھے۔ اس کی حالت بہت ناگفتہ بہ لگ رہی تھی۔ نقاہت سے وہ بری طرح لرز رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر بڑے کربناک انداز میں پکارا "بابو!" اور دیکھتے ہی دیکھتے غش کھا کر گر پڑی۔ آس پاس خاموشی تھی اسے اس حالت میں دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ آس پاس کوئی نہیں تھا۔ خوف اور اندیشوں کے درمیان میں نے اسے اٹھایا اور اوپر لے آیا۔ دفتر کے تمام ارکان اسے اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گئے۔ مارتھا نے اس کے چہرے پر پانی ڈال کر ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ کچھ دیر کی کوششوں سے وہ ہوش میں آگئی۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے جو کہانی سنائی وہ یہ تھی کہ من موہن کے آدمیوں کو نہ جانے کسی طرح خبر ہو گئی کہ دو آدمی جھرنا سے ملاقات کر کے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بات اگلوانے کے لئے جھرنا پر شدید تشدد کیا اور نیم بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ وہاں سے وہ کسی طرح نکلنے میں کامیاب ہو گئی اور یہاں آگئی۔ "بابو ان لوگوں سے بچائی لو۔ ای بہت جالم لوگ ہیں۔ اپنی حکمرانی کیلئے کچھ بھی کر سکتے ہیں"۔

مارتھا، ڈیوڈ، شن لی اور خود مجھے اس کی بے کسی پر بہت رحم آیا۔ مارتھا نے میرے توسط سے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے کن مظالم کا شکار ہے۔ اپنی بدنصیبی کی داستان سناتے ہوئے کہا "میں نے پدم پور کے ایک کسان کے گھر آنکھ کھولی۔ جب سولہ سال کی ہوئی تو گاؤں کے ایک کڑیل جوان سے شادی کے سمبندھ میں باندھ دیا گیا۔ جگدیو بہت اچھا پتی ثابت ہوا۔ وہ مجھ سے بہت پریم کرتا۔ میری ایک ایک تکلیف پر بے چین ہو جاتا۔ اپنی غربت اور افلاس کے باوجود مجھے سنسار کی خوشیاں دینے کی کوشش کرتا۔ اس طرح ہنسی خوشی ساڑھے تین سال گزر گئے مگر اس عرصہ میں میری گود ہری نہ ہوئی۔ من موہن کی شہرت پورے علاقہ میں پھیلی ہوئی تھی اس کے دعوؤں سے میری ساس بھی بہت

متاثر ہوئی اور اس نے بھگوان کے اس اوتار کے پاس جانے کی ٹھانی۔ جگدیو نے اپنی ماتا کو بہت کہا کہ آج نہیں تو کل بھگوان ضرور کرپا کریں گے اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے مگر بجھ کوکھ جلی کی قسمت ہی خراب تھی کہ ساس راضی نہ ہوئی۔ میں جب پہلی بار من موہن کے سامنے آئی تو اس نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا کہ میں کانپ گئی۔ ہر عورت کے اندر مرد کی نظر پہچاننے کی خاص شکتی ہوتی ہے۔ میں جب تک اس کے سامنے رہی وہ مجھے دیکھتا رہا۔ پھر میرے ہاتھ کی ریکھائیں دیکھنے کے لئے جب اس نے میرا ہاتھ تھاما تو مجھ پر لرزا طاری ہو گیا۔ اس نے میرے جسم کے لرزنے کو دشمنوں کا جادو قرار دیتے ہوئے بتایا کہ میری کوکھ باندھ دی گئی ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ یہ چھ ماہ رام مندر میں داسی بن کر رہے۔ بھگوان کی بھگتی بن کر رہے گی تو جادو کا اثر جاتا رہے گا۔ کسی طرح اس بات کو ٹال کر ساس مجھے واپس لے آئی۔ جگدیو کو جب یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں تو بہت غصہ ہوا مگر میں نے اسے سمجھایا کہ زمیندار کے مزارع کو اتنا غصہ شوبھا نہیں دیتا الٹا نقصان اسی کا ہوتا ہے۔ بات آئی گئی ہو گئی مگر ایک روز من موہن اپنے ایک چیلے کے ہمراہ گھومتا پھرتا میرے گھر آگیا۔ جگدیو کا باپو چارپائی پر بیٹھا کھانس رہا تھا جبکہ ساس بیلوں کو بھوسا دے رہی تھی۔ میں کمرے میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے من موہن کی آواز آئی "وہ ناری کہاں ہے جس کی کوکھ دشمنوں نے باندھ دی ہے؟" جگدیو جو چارپائی کے بان کس رہا تھا اس نے بے زاری سے جواب دیا "وہ ابھی سو رہی ہے"۔ من موہن نے بات سنی ان سنی کر دی اور سیدھا میرے کمرے میں آگیا۔ جگدیو اس کے پیچھے تھا۔ میں گھبرا کر کھڑی ہو گئی "مہاراج آپ اور یہاں!" میں نے ادب سے اسے پرنام کیا۔ اس کی اس بے باکی پر دل میں تو آرہا تھا کہ دھکے دے کر گھر سے نکال دوں مگر میرے سورگ جیسے گھر پر کوئی آنچ نہ آئے یہ سوچ کر ادب و احترام کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس نے گھور کر مجھے سر سے پاؤں تک ہوسناک نظروں سے دیکھا جس سے میں شرم سے دوہری ہو گئی۔ میں نے گھونگھٹ پورا گرا دیا۔ وہ شاید میرے جذبات جان گیا۔ میرے قریب آکر سر پر ہاتھ رکھا اور میری ساس سے بولا "میں نے ابھی اس کے بھوشر (مستقبل) کو دیکھا ہے۔ اس کے بھوشر میں کئی خوبصورت پوت ہیں مگر یہ شدید خطرے میں ہے۔ جادو کا اثر اس کے خون میں پھیل گیا ہے اب اس کے ساتھ تم سب کی زندگی کو خطرہ ہے۔ بات بہت بڑھ گئی ہے۔ اگر اس کا توڑ نہ کیا گیا تو تم سب جان سے جاؤ گے"۔

میری ساس لرز گئی اس نے خوف سے آنکھیں جھپکاتے ہوئے پوچھا "تو ہم کیا کر سکتے ہیں مہاراج..... ہمکا صلاح دو!"

"اس کی اور اس کی اولاد کے لئے بہتر یہ ہے!" اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا "کہ... کہ تم لوگوں نے اس سے بہت سیوا کروائی ہے اپنی۔ اب اسے بھگوان کی سیوا بھی کرنے دو۔ صرف چھ ماہ میں جادو کا اتار ہو جائے گا"۔

میرا شوہر کچھ بھڑک اٹھا "اس کو یہیں رہنے دو مہاراج۔ ہمکا اولاد کی آکیا (خواہش) نہیں ہے۔ بھگوان چاہیں گے تو اس کی گود ہری ہو جائے گی ورنہ جو اس کی آگیا"۔

من موہن کے ساتھ آیا ہوا چیلا غصہ سے بولا "یہ یاد رکھ مورکھ تیرے سامنے بھگوان ہی کھڑے ہیں۔ ایسی گستاخی کرتا ہے"۔

"تیرا بھگوان خوب ہے!" جگدیو نے بھرپور طنز کے انداز میں چیلے سے کہا "کہ... کہ جھرنا کا جادو مندر کی داسی بنا کر ہی ختم کرے ہے۔ کیا یہاں اور اسی وقت یہ کام نہیں ہو سکتا ہے"۔

"او مورکھ! ہر کرم کا ایک سے ہوتا ہے۔ اس سے سے نہ کوئی چیز آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے۔ ہم تیری پتنی اور تیری اولاد کی بھلائی چاہتے ہیں۔ جا تیری مرضی!" یہ کہہ کر وہ نہایت غصہ کے عالم میں گھر سے چلا گیا۔ وہ تو چلا گیا مگر ہماری بدنصیبی کے دن شروع ہو گئے۔ دوسرے دن

جھو یو کھیتوں سے کام کرتے ہوئے اچانک غائب ہو گیا۔ میرے ساس سسر نے ہر جگہ تلاش کر لیا مگر وہ کہیں نہ ملا۔ ابھی یہ غم ہرا تھا کہ ایک روز میری ساس کی لاش نہر سے ملی اب جھو یو کے بعد باپو، میں اور اچھے دنوں کی یادیں باقی رہ گئی تھیں۔

باپو تو نیم پاگل ہو گیا تھا۔ ہر وقت مجھے کوستا رہتا کہ یہ سب میری نحوست تھی جو جھو یو غائب ہو گیا، اس کی ماتا مر گئی اور اب میری باری ہے۔ ایک روز تو اس نے حد کر دی۔ اس پر پاگل پن کا دورہ پڑا تو مجھے مارا پیٹا اور گھسیٹتا ہوا من موہن کے پاس لے آیا "مہاراج اس کل موئی نے ہمارا گھر اجاڑ دیا۔ اس کو اپنے پاس رکھو۔ ہمارے گھر کے سب لوگ مر گئے ہیں۔ اب میری باری ہے۔ اس کو تم ہی بلاؤ سے بچاؤ" ۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور مجھے سفید کپڑے پہنا کر مندر کے ایک کمرے میں قید کر دیا۔ پھر ... پھر وہ بھیانک کھیل شروع ہوا!" یہ کہہ کر جھرنا نے حیا سے منہ چھپا لیا اور بلک بلک کر رونے لگی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اس کی کہانی مختصراً سنائی تو وہ سب بھی غم و غصہ کی تصویر بن گئے۔ مارتھا نے اسے سینے سے لگایا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے بات جاری رکھنے کا کہو۔ جھرنا کی کچھ ہچکیاں تھم گئیں تو دوبارہ بولی "من موہن کا دل مجھ سے دو ماہ میں ہی بھر گیا مگر...... اس کے رفقاء اور نمک خواروں نے ایک ایک کر کے حق نمک ادا کیا۔ اب یہاں مجھے آٹھ ماہ ہو چکے ہیں۔ میں ایک زندہ چتا ہوں۔ نہ جیتی ہوں نہ مرتی ہوں۔ مجھے کسی طرح خبر ملی تھی کہ جھو یو زندہ ہے۔ اس آس پر زندہ ہوں کہ شاید کہیں سے جھو یو آئے اور اس قید سے چھڑالے۔ یہ لوگ بہت بے رحم ہیں۔ ذرا اور اسی مخالفت پر کھال ادھیڑ دیتے ہیں۔ تم لوگ ہمکا یہاں سے باہر نکال دو دنیا والے کتنے ہی برے سہی مگر وہ زندگی اس نرک سے بہتر ہو گی۔ میں اب تمہارے پاس سے نہیں جاؤں گی۔ یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ نہیں چھوڑیں گے"۔

مارتھا نے اس کی تمام بات سن کر کہا "تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ کوئی تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مسز شن اب اس لڑکی کی حفاظت ہمارا کام ہے"۔

کچھ دیر کے بعد جب جھرنا کا غم ہلکا ہوا تو شن لی نے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے۔ من موہن کے پاس کوئی ماورائی طاقت ہے ؟" اس نے ہاں میں گردن ہلائی "ہاں اس کے پاس کوئی شکتی ہے۔ وہ زندگی کے پوشیدہ راز بھی بتا دیتا ہے مگر یہ راز وہ اگلے روز ہی بتاتا ہے۔ اسی وقت نہیں بتا سکتا۔ میں نے ایک داسی سے اڑتی ہوئی خبر سنی ہے کہ وہ ہر رات یا کسی مخصوص رات میں پہاڑی سلسلہ میں جاتا ہے۔ وہاں سے واپسی کے بعد کوئی راز، راز نہیں رہتا۔ اس جگہ جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے یہاں تک کہ اس کے قریبی ساتھی بھی ادھر نہیں جا سکتے۔ مجھے یقین ہے وہاں کوئی خاص بات ہے۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتی"۔

میں نے اس سے اگلا سوال کیا "یہ شنکر دیال اس کا کون لگتا ہے۔ چہرے مہرے سے تو پڑھا لکھا لگتا ہے"۔

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "اس کی من موہن سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ یہ دونوں دوست ہیں۔ ولایت میں دونوں نے ایک ساتھ پڑھا ہے"۔

"ولایت میں ؟" میں نے چونک کر کہا "یعنی من موہن ساری دنیا کے بارے میں جانتا ہے۔ اب میں سمجھا کہ اس کی انگریزی اتنی اچھی کیوں کر ہے" مارتھا کو میں نے یہ بات بتائی تو وہ بولی "لگتا ہے یہ ان دونوں کی ملی بھگت ہے۔ اچھا اس سے یہ پوچھو من موہن کی بیوی اور بیٹے کا کیا قصہ ہے ؟" جھرنا نے میری بات توجہ سے سنی اور بولی "ہمکا نہیں معلوم من موہن کی بیوی کون ہے اور لڑکا کیا کرے ہے"۔

اس کی باتوں کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ من موہن کا کردار چونکہ داغدار ہے اس لئے وہ اپنی بیوی سے بے رخی برتتا ہو گا۔ ظاہر ہے اسے تو عمر دوشیزاؤں کے سامنے ڈھلتی عمر کی بیوی میں خاک کشش نظر آتی ہو گی۔ جھرنا کی کہانی جاگیرداری اور وڈیرہ شاہی میں جنم لینے والی

شاہکار کہانیوں میں سے ایک تھی۔ ظلم کی ایسی داستانیں دیہی علاقوں میں جابجا دکھائی دیتی ہیں۔

رات گہری ہو رہی تھی۔ میں نے ڈیوڈ کو مخاطب کر کے کہا "مجھے لگتا ہے کہ جھرنا کے یہاں آنے کی خبر ابھی تک کسی کو نہیں ہوئی ہے ایسا کرتے ہیں کہ عقبی پہاڑیوں کی طرف چل کر دیکھتے ہیں کہ وہاں کیا ہے ورنہ جھرنا کے غائب ہونے کا سنتے ہی ہمارے لئے رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں گی اور تم مارتھا" میں نے مارتھا کو مخاطب کر کے کہا "کچھ بھی ہو جائے جھرنا کو من موہن کے حوالے مت کرنا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا"۔ میں نے شن لی کی طرف دیکھا کہ اس کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔ وہ میرے قریب آیا اور آہستہ سے کندھے پر تھپکی دی۔ جھرنا کے آنسوؤں نے مجھ پر ہی نہیں سب پر اثر کیا تھا۔

ہم دونوں اندھیری رات میں باہر نکلے اور دس پندرہ منٹ میں پہاڑی سلسلہ تک پہنچ گئے۔ اندھیرے میں ایک جانب اچانک روشنی کی کرنیں پڑتی دیکھیں۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کی طرف چل دیئے۔ کچھ قریب گئے تو احساس ہوا کہ دو انسانی ہیولے ہیں ان میں ایک کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں دونوں سائے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے اچانک ٹارچ کا رخ ہماری جانب موڑنا شروع کیا۔ ہم دونوں ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں چھپ گئے۔ ٹارچ کی روشنی کا زاویہ اس پتھر سے دوسری طرف مڑ گیا۔ دونوں سائے آگے بڑھتے گئے۔ اب اونچے نیچے ٹیلے اور چٹانیں شروع ہو گئی تھیں۔ ہم ان دونوں کا تعاقب کرتے کرتے بہت دور نکل آئے۔ اونچی پہاڑیاں شروع ہو گئی تھیں انہی میں سے ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر دونوں سائے غائب ہو گئے۔ ہم جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک غار کا دہانہ ہے۔ ڈیوڈ نے خوفزدہ سے انداز میں مجھے دیکھا۔ میں آگے بڑھا اور اندر جھانکا۔ اندر ایک مشعل روشن تھی اس مشعل کی روشنی سے اندر کا منظر واضح تھا۔ جن دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے ہم یہاں پہنچے تھے ان میں ایک من موہن تھا جبکہ دوسرا لنگو۔ ان دونوں کی پشت غار کے دہانے کی طرف تھی تیسرا شخص ایک ننگ دھڑنگ بھبھوت زدہ شخص تھا۔ جسم پر مختصر لنگی کے علاوہ کچھ نہ تھا جبکہ پورے جسم پر کالی راکھ ملی ہوئی تھی۔ یہ شخص ہڈیوں کا پنجر تھا۔ اس کے جسم پر لگی ہوئی راکھ سے ناگوار بو اٹھ کر غار میں پھیلی ہوئی تھی۔

جوگی آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوا تھا من موہن اس کے قدموں میں بیٹھ گیا "مہاراج تم نے ہر مشکل گھڑی میں میرا ساتھ دیا ہے۔ دھن دولت جاگیر سب تمہاری کرپا ہے۔ آج پھر میں مشکل میں کھڑا ہوں۔ میرا بیٹا اب مجھے آنکھیں دکھانے لگا ہے۔ جوان ہونے کے بعد آج میری اس سے تیسری ملاقات تھی۔ اس نے آج بڑی بد تمیزی، بد اخلاقی، ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور مجھے خوفناک نتائج کی دھمکی دی ہے۔ اس کے ارادے مجھے ٹھیک نہیں لگتے۔ مہاراج مجھے بتاؤ اس کے آئندہ کے ارادے کیا ہیں، کیا وہ مجھے قتل کر کے جاگیر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ؟" جوگی نے بدستور آنکھیں بند رکھیں اور بولا "پہلے اپنے پیچھے دیکھو کون آیا ہے" من موہن اور لنگو ایک ساتھ چونکے اور فوراً غار کے دہانے کی جانب دوڑے۔ میں نے ڈیوڈ کو بھاگنے کا اشارہ کیا اور ہم نے ایک ساتھ دوڑ لگا دی مگر سامنے لنگو ایک خوفناک خنجر لئے ہمارا منتظر کھڑا تھا۔ اس نے اشارہ سے ہمیں غار میں چلنے کا کہا۔ مرتا کیا نہ کرتا چار و ناچار اس کا حکم ماننا پڑا۔ من موہن ہمیں دیکھ کر غصہ سے بے حال ہو گیا "تم لوگ یہاں بھی آگئے ..... ؟ چلو اگر آہی گئے ہو تو سنو میں جس ماورائی طاقت کا مظاہرہ کرتا تھا وہ میری نہیں ان کی طاقت تھی" اس نے جوگی کی طرف اشارہ کیا جو اب بھی آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ "میں ان کی بتائی ہوئی باتوں کو لوگوں میں عام کر دیتا تھا نام یہ ہوتا تھا کہ من موہن نے کمال کر دکھایا۔ ایک بات اور غور سے سنو یہ ساری باتیں میں نے تمہیں اس لئے بتائی ہیں کہ یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہے"۔ اس نے ابھی یہی کہا تھا کہ جوگی کے جسم نے

بھر بھری لی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا "نہیں یہ نہیں کرنا۔ اسکے پیچھے دیکھ کون کھڑا ہے"۔ مجھ سمیت سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ من موہن نے سرعت سے بڑھ کر غار سے باہر بھی دیکھا مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

"اس کے اوپر آکاش کی مہان شکتیوں کی چھایا ہے۔ وہ دیکھ مہان اور پوتر سوامی اس غار کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ دیکھ!" ہم سب نے دوبارہ پیچھے دیکھا مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ "ارے تو اندھا ہے۔ اگر تو نے اس کے خلاف کچھ کیا تو میری شکتی بھی تجھے نہیں بچا سکے گی"۔ ایک لمحہ کو من موہن رکا پھر وہ جوگی کے قدموں میں بیٹھ گیا "مہاراج ہمارا راز کھل گیا ہے۔ اگر یہ دونوں یہاں سے زندہ گئے تو بہت برا ہوگا۔ جاگیر میں ساری عزت خاک میں مل جائے گی"۔ من موہن فوراً اٹھا اور گنگو سے بولا "رات بھر ان دونوں کی دھلائی کرو اور صبح خنجر سے دونوں کے پیٹ پھاڑ کر جنگل میں پھینک آنا۔ میں سب سے کہہ دوں گا جنگلی جانوروں نے مار ڈالا ہے"۔ اس نے جوگی کا ہاتھ تھاما "آیئے مہاراج! چلیں" جوگی خوف سے تھر تھر کانپنے لگا "من موہن اگر تو نے اپنا ارادہ نہ بدلا تو آکاش سے بلائیں تجھ پر حملہ کر دیں گی چھوڑ دے اسے چھوڑ دے۔ دیکھ میں نے پہلے کبھی تیرے کاموں میں دخل نہیں دیا مگر یہ معاملہ خطرناک ہے۔ سوامی جی اس لڑکے کی رکھشا کر رہے ہیں" مگر من موہن نے اس کی ایک نہ سنی بلکہ اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے باہر لے گیا۔ اس کے جانے کے بعد گنگو نے اشارہ سے ڈیوڈ کو قریب آنے کا کہا۔ سخت خوف کے عالم میں وہ آگے بڑھا۔ گنگو نے ایک طرف اشارہ کیا وہاں ایک رسی پڑی ہوئی تھی۔ ڈیوڈ نے رسی اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی مگر اس نے میری طرف اشارہ کیا کہ میرے ہاتھ پیر باندھ دے۔ ڈیوڈ نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور میرے ہاتھ پیر مضبوطی سے باندھ دیئے۔ اب گنگو نے دوسری رسی اٹھائی اور لمحوں میں ڈیوڈ کو بھی باندھ دیا اتنے میں دو تنومند آدمی غار میں مزید داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے گنگو سے کہا "ان بلونگڑوں نے تجھے پریشان تو نہیں کیا؟" گنگو نے پوری رعونت سے آستین چڑھا کر جواب دیا "اوئے یہ دونوں تو بالکل ہی بزدل نکلے۔ جو میں نے کہا کرتے رہے۔ کیا خیال ہے کام شروع کیا جائے؟"

ایک نووارد نے اپنی میلی ہنڈی سے شراب کی ایک بوتل نکالی "ابھی تو پوری رات پڑی ہے۔ انگریزی بابو ہیں تھوڑی دیر میں ہی کام اتار دیں گے۔ پہلے کچھ موج مستی کر لیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر تینوں شراب کی بوتل پر پل پڑے۔ ایک گھنٹہ تک وہ لوگ ہلہ گلہ کرتے رہے اور ہم دونوں خوف سے لرزتے رہے۔ موت آہستہ آہستہ ہماری طرف قدم بڑھا رہی تھی۔ جب ان کی عیاشیاں اختتام کو پہنچیں تو گنگو نے خنجر اٹھایا اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا میرے پاس آگیا۔

مشعل کی روشنی میں خنجر کی چمک اس کی تیزی کا پتہ دے رہی تھی۔ میں بڑی شدت سے کلبلایا کہ شاید ہاتھ پیر کھل جائیں مگر یہ کوشش بے سود تھی۔ اس نے مجھے کلبلاتے ہوئے دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا اور اتنی زور سے قہقہہ لگایا کہ میرا دل لرز گیا۔ اس کے بعد ان تینوں کے بے ہنگم قہقہوں سے غار کی دیواریں گونجنے لگیں۔ گنگو پھر میری طرف متوجہ ہوا اس نے مضبوطی سے میرے بال پکڑ کر سر پیچھے کو کیا اور خنجر کی نوک میرے چہرے پر اتنی آہستگی سے پھیرنے لگا کہ مجھے خراش نہ آئے اور بولا "اوئے مرلی! رام رام کی جاپ کہاں سے شروع کروں" تینوں میں سے ایک شخص بولا "تیرا شکار ہے جہاں سے مرضی چاہے کام کی ابتداء کر"۔

"چل پھر ٹھیک ہے" گنگو بولا "اس کی آنکھیں مجھے بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔ اس نے انہی آنکھوں سے مہاراج کا راز دیکھا تھا نا؟ چل پہلے اس کی آنکھیں نکالتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے خنجر پر اپنی گرفت مضبوط کی اور

اسے آہستہ آہستہ میری دائیں آنکھ کی جانب بڑھانے لگا۔ انتہائی تکلیف دہ عمل کا تصور کر کے میں اندر سے کانپ گیا اور دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔ جسم پسینے سے شرابور تھا۔ میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں اور دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ کسی بھی لمحے یہ خنجر میری دنیا اندھیر کر دے گا۔ قریب تھا کہ وہ خنجر مجھ پر رکھ دیتا کہ ایک زوردار آواز آئی "رک جا گنگو!" میں نے فوراً آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ گنگو کا خنجر میری آنکھ سے صرف ایک انچ کے فاصلے پر تھا۔ وہ اٹھا اور مڑ کر پیچھے دیکھا "سرکار آپ؟" اس کے ساتھ ہی میں نے بھی غار کے دہانے کی طرف دیکھا وہاں من موہن کا بیٹا آکاش کھڑا تھا "تم تینوں فوراً یہاں سے چلے جاؤ" گنگو نے ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ آکاش بولا "ہاں پہلے ان دونوں کی رسیاں کھول دو" ان تینوں نے کچھ پس و پیش کے بعد چند منٹوں میں ہی ہماری رسیاں کھول دیں اور تینوں غنڈے چلے گئے۔ "آپ دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ دو دن کے اندر ہی واپس چلے جائیں" اس نے ہم دونوں سے کہا۔ "مگر آپ کے والد صاحب!" ڈیوڈ نے اس سے کہا

"پتا جی کا کچھ دیر پہلے ہارٹ اٹیک میں دیہانت ہو گیا ہے" آکاش نے تحمل سے جواب دیا۔

"کیا کہا؟ مگر کیسے؟ وہ تو بالکل صحتمند تھے" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ زیادہ سوال نہ کریں اپنے کام سے کام رکھیں۔ کوئی بھی کسی بھی وقت مر سکتا ہے"۔ یہ کہہ کر وہ واپس ہو لیا ہم بھی اس کے پیچھے نکل آئے تو دیکھا آکاش کے ساتھ باہر دو گن مین بھی تھے۔ نہایت شش و پنج میں ہم دونوں واپس ہوئے۔

جب ہم وہاں سے واپس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو وہ لوگ ہماری وجہ سے بہت پریشان بیٹھے تھے۔ شن لی نے بتایا کہ آکاش یہاں بھی آیا تھا اور ہمیں دو دن کے اندر واپس امریکہ جانے کا کہہ گیا ہے۔ اس وقت کئی سوالات تشنہ تھے جنہوں نے ہم سب کو حیران کر دیا تھا۔ ہمارے سامنے جب آکاش پہلی بار اپنے باپ کے سامنے آیا تھا تو وہ اکیلا تھا۔ اب اس کو دو محافظوں کی ضرورت کیوں پڑ گئی۔ من موہن صرف ایک ڈیڑھ گھنٹے قبل بالکل صحتمند تھا اچانک کیا افتاد پڑی کہ دل کا دورہ پڑ گیا اور اس کی جان چلی گئی۔

اگلے روز من موہن کی ارتھی کا کریا کرم تھا۔ پدم پور سے ایک خلقت یہاں آچکی تھی۔ آخری رسومات کی ادائیگی کے بعد آکاش نے اس کی ارتھی کو آگ لگا دی۔ پورا دن انہی کاموں کی نذر ہو گیا۔ اس تمام عرصہ میں شنکر نظر نہ آیا۔ رات کو آکاش نے ہم لوگوں کو بلا بھیجا۔ اس کے باپ کی تعزیت کے بعد شن لی نے اس سے کہا "آپ کو یہ تو معلوم ہوگا کہ ہم یہاں کس لئے آئے تھے۔ یہاں پر اچانک اتنی بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں کہ عقل حیران ہے۔ بہت سارے سوال ذہن میں ابھر رہے ہیں۔ ہم یہاں سے واپس تو چلیں جائیں گے مگر ان سوالات کا جواب اگر آپ دے دیں تو ہم آپ کے مشکور رہیں گے" اس کے ساتھ ہی شن لی نے تمام سوالات دہرا دیئے۔ اس کے بعد آکاش نے جو کہانی سنائی وہ یوں تھی۔

من موہن خاندانی جاگیردار گھرانے میں پیدا ہوا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آکسفورڈ گیا جہاں اس کی ملاقات ایک اور ہندوستانی نوجوان شنکر سے ہوئی۔ شنکر بہت چرب زبان شخص تھا اس لئے دونوں کی دوستی ہو گئی۔ من موہن کی جوانی شہزادوں کی طرح گزری تھی۔ اس کے سامنے حسن اور پیسہ کے علاوہ کوئی نصب العین نہیں تھا۔ شنکر بھی کم دولت مند ہونے کے باوجود اسی کا ہم مزاج تھا۔ شنکر اور من موہن نے گہرے مطالعہ کے بعد غریب اور نچلی سطح کے لوگوں کی سوچ کا مشاہدہ کیا۔ من موہن کی جاگیر میں سادہ لوح اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کی بہتات تھی۔ دونوں دوستوں نے پدم پور آکر لوگوں کی اس کمزوری کا خاص نوٹس لیا۔

پدم پور کے نواحی پہاڑیوں میں تارک الدنیا جوگی

کہیں کہیں مل جاتے تھے۔ شنکر کو ایک جوگی مل گیا جو غیب بینی کا دعوے دار تھا۔ من موہن اسے اپنے گاؤں لے آیا اور اوتار ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ شنکر نے من موہن کی ماورائی انداز میں آس پاس کے علاقوں میں ایسی پبلسٹی کی کہ سادہ لوح لوگ اس کے مطیع ہو گئے۔ اس تمام عرصہ میں دولت و حسن کے شیدائی من موہن کی حرکتوں میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہو گیا۔ اب وہ یہ کام دھرم کی آڑ میں کرتا۔ حسن و شباب کا دلدادہ ہونے کی وجہ سے اس نے آکاش اور اس کی ماں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا تو آکاش کی ماں اپنے ننھے بیٹے کو لے کر اپنے بھائیوں کے پاس چلی گئی جو خود بھی بہت صاحب حیثیت لوگ تھے۔ آکاش وہیں پلا بڑھا اور پھر اس نے بیرون ملک جا کر تعلیم مکمل کی۔

آکاش نے کہا "چاچا جی نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی جبکہ میں نے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے مگر میرا ذہن بالکل سیکولر ہے۔ میں ان من گھڑت باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ مجھے لگتا ہے چاچا جی نے صرف اپنی سیاست چمکانے کے لئے یہ سب کیا تھا۔ میں نے چاچا جی کے دیہانت کے ساتھ ہی اس خبیث شنکر کو دھکے دے کر نکال دیا اور وہ جدید دار جوگی!" اس نے ناگواری سے عجیب سا منہ بنا کر کہا "اس کے جسم سے تو سڑے اور جلے ہوئے گوشت کی بدبو آتی تھی۔ اس کو تو میں نے فوری طور پر پدم پور سے باہر پھنکوا دیا تھا اور ہاں ایک بات تو میں نے آپ کو بتائی ہی نہیں کہ چاچا جی نے آپ کے فون پر آبزرویشن لگوائی تھی۔ آپ جو بھی بات کرتے وہ انہیں معلوم ہوتی شاید اسی سے انہوں نے آپ پر اپنا بھرم قائم کیا تھا۔ میرا خیال ہے اب تو آپ لوگوں کو تمام سوالوں کا جواب مل گیا ہو گا"۔

" ایک مسئلہ اور ہے!" مار تھا نے کہا "آپ کے چاچا کے ظلم کی شکار ایک لڑکی یہاں قید ہے۔ اسے بھی رہائی ملنی چاہئے"۔

"اچھا کون ہے وہ؟ چاچا جی نے بھی کیا کیا ظلم کئے ہیں" مار تھا نے ایک ٹیکنیشن کے ذریعے جھرنا کو بلوا لیا۔ اس کی مختصر داستان سن کر آکاش نے کنگلو کو بلوایا۔

"بتا کنگلو اس کا پتی کہاں ہے ورنہ تیری کھال اتار دوں گا تو چاچا جی کا سب سے بڑا راز داں تھا"

" سرکار اس کا پتی ابھی تہ خانہ میں قید ہے۔ بڑے سرکار نے سوچا تھا کہ جب جھرنا کو رہا کریں گے تو جگدیو کو اس سے ملوا دیں گے۔ وہ دونوں سمجھیں گے بڑے سرکار نے چمتکار کر دیا"۔

آکاش نے پوری قوت سے چیخ کر اس سے کہا "اسے فوراً یہاں لے کر آ" وہ بھاگم بھاگ گیا اور کندھے پر ایک نیم بے ہوش شخص کو اٹھا لایا۔ اس شخص کو دیکھ کر جھرنا تڑپ گئی۔ وہ دوڑتی ہوئی اس کے قریب پہنچی اور سسکتے ہوئے کہا "جگدیو! یہ تمہاری کیا حالت بنا دی انہوں نے!" جگدیو نے نیم مردنی کی کیفیت میں اسے دیکھا اس کے ہاتھ پیروں میں حرکت نہیں ہو رہی تھی۔

جھرنا کو دیکھ کر اس کی دھنسی ہوئی آنکھوں میں خوشی اور پھٹے ہوئے ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ مٹی میں اٹے سر اور بے ہنگم بڑھی ہوئی داڑھی سے جھرنا وارفتگی کے عالم میں مٹی اور خاک جھاڑنے لگی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مار تھا نے ٹشو پیپر سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ آکاش نے قدرے بلند آواز سے کہا "تم دونوں آج سے آزاد ہو جہاں چاہو جا کر رہ سکتے ہو۔ ہماری جاگیر میں رہو گے تو تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ تمہارا جو نقصان ہوا ہے وہ بھی پورا کیا جائے گا"۔

جھرنا اٹھ کر آکاش کے پاس آئی اور روتے ہوئے جھک کر اس کے پیر چھونے لگی۔ "نہیں نہیں یہ کیا کر رہی ہو۔ میں ایک عام آدمی ہوں۔ میرے چاچا بھی عام آدمی تھے مگر خود کو دکھاتے کچھ اور تھے" جھرنا مار تھا کے پاس آئی اور اس کے سینے سے لگ کر بری طرح رونے لگی۔ جگدیو بھی زمین پر پڑا بڑی ممنونیت سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔

(جاری ہے)

نگاہِ کیمیا

أن پر کیمیا گری کے ذریعے سونا بنانے کی ذہن سوار تھی۔ جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی نگاہِ کیمیا نے اپنا اثر دکھایا تو انہیں کندن ہی بنا ڈالا۔

ابو وردہ

آج چوتھا روز ہو گیا تھا اور بخار اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا، پردیس میں آدمی بیمار پڑ جائے تو بیماری کا احساس کچھ زیادہ ہی ہونے لگتا ہے۔ رات کے وقت جب برہان الدین کو پیاس کی شدت سے حلق میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہوئے اور کمزوری کی وجہ سے پانی کے مٹکے تک پہنچنے کی ہمت نہ ہوئی تو ماں اور بہنوں کی محبت و شفقت بے پناہ شدت سے یاد آئی اور بے اختیار آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔

☆☆☆

برہان الدین کے والد کا انتقال ہوا تو تین جوان بہنوں اور بیوہ ماں کی کفالت کی ذمہ داری بھی اُن کے کندھوں پر آن پڑی۔ برہان الدین جو نازوں میں پلے بڑھے تھے، حالات کی تختی کا کبھی اندازہ بھی نہ ہوا تھا اسی لئے مرحوم والد نے جو سرمایہ ترکے میں چھوڑا تھا چالاک و عیار منشیوں نے مختلف حربوں سے ہڑپ کر لیا۔ لے دے کر اب ایک حویلی باقی رہ گئی تھی جس کی خستہ حالی سے حویلی کے مکینوں کی مسکینی کا صاف پتہ چلتا تھا۔ ناتجربہ کاری کی بناء پر جہاں لاکھوں کا سرمایہ برباد ہوا وہاں گھر کی قیمتی اشیاء کی فروخت کے بعد اب قرضوں کی نوبت آ پہنچی۔ مرحوم والد نے یہ مقام بڑی محنت اور تگ و دو کے بعد حاصل کیا تھا، ہمیشہ کے تونگر ہرگز نہ تھے، اپنی کوشش ہمیشہ کرتے رہے اللہ نے فضل فرمایا اور شہر کے متمول ترین افراد میں شمار ہونے لگا۔ ایسے لوگوں کے معاشی حالات جب سدھر جاتے ہیں تو ان میں سے اکثر یہ غلطی کر جاتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو زندگی کی دھوپ سے بہت دور کر دیتے ہیں اور جب یہ اولادیں عملی زندگی میں قدم رکھتی ہیں تو انہیں قطعی اندازہ نہیں ہو پاتا کہ زندگی کس قدر دشوار گزار مرحلوں پر مشتمل ہے۔ نوکر چاکر کی بھیڑ، جو کہو حاضر، زندگی کی تمام نعمتیں میسر...... برہان الدین کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو سکی کہ یہ سب آسائشیں اُن کے والد نے کس قدر محنت اور زندگی کی گرم سرد سے گزرنے کے بعد حاصل کی ہیں۔

جب قرض خواہوں نے سختی سے تقاضہ شروع کر دیا اور مزید قرض کا آسرا بالکل ختم ہو گیا تو برہان الدین نے محنت مزدوری کرنے کا فیصلہ کیا اور ماں سے اجازت طلب کی، ابھی برہان الدین نے اپنا جملہ مکمل ہی کیا تھا کہ گھر میں ایک کہرام سا مچ گیا، ماں اور بہنوں نے رو رو کر خود کو ہلکان کر ڈالا۔ ماں نے سختی کے ساتھ برہان الدین سے کہہ دیا کہ اُسے محنت مزدوری کی ہرگز فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کڑھائی سلائی کر کے وہ اتنا کچھ حاصل کر لیں گی کہ چار آدمیوں کا گزارا ہو سکے۔ یہ بات ماں نے ماماتا سے مجبور ہو کر کہہ تو دی لیکن اب پے در پے صدموں نے اُسے اس قابل ہی کب چھوڑا تھا کہ وہ کچھ کر سکتی۔ کمزوری تو تھی ہی لیکن چاروں پہر روتے رہنے سے نظر الگ کمزور ہو گئی تھی۔ بہنوں نے اچھے حالات میں سوائے بننے سنورنے کے اور کچھ نہ سیکھا تھا انہیں تو ڈھنگ سے کچھ پکانے کا بھی سلیقہ نہ تھا۔ برہان

الدین گھر کے تمام حالات پر سنجیدگی سے غور کرتے رہتے تھے۔ ایک روز انہوں نے اپنے ہم مکتب سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ "بھائی کچھ نہ کچھ تو ہاتھ پیر ہلانے ہی پڑیں گے ورنہ دال روٹی چلنا بھی مشکل ہو جائے گی تم یوں کرو کہ دلّی چلے جاؤ۔ پایہ تخت بھی ہے اور بڑا شہر ہے چھوٹا موٹا روزگار تو ضرور مل جائے گا، ماں محنت مزدوری سے روکتی ہے تو اُسے بھی پتہ نہ چل سکے گا کہ تم وہاں کیا کر رہے ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمادیں اور تمہیں کوئی اچھی ملازمت مل جائے"۔

☆☆☆

برہان الدین کو اپنے ہم مکتب کی بات دل کو لگی۔ چنانچہ انہوں نے ماں کو کسی طرح سمجھا بجھا کر راضی کر ہی لیا۔ گھر میں ایک مرد کی موجودگی بھی ضروری تھی اس کے لئے اپنے ماموں کو آمادہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کے ہمراہ حویلی میں ہی اُٹھ آئیں تاکہ ماں بہنوں کی خبر گیری بھی ہو سکے اور برہان بھی اطمینان سے دوسرے شہر کام کاج کر سکیں۔ ماموں کو کیا اعتراض ہوتا، اُن کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا بس ایک بیٹی تھی اور خود وہ شہر کے زمیندار کے ہاں ملازم تھے، دن کا زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا۔

برہان الدین سارے انتظام مکمل کر کے دلّی روانہ ہوئے تو ماں بہنوں کے ساتھ اُن کی ماموں زاد ریحانہ کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں، ان آنکھوں میں برہان اپنے لئے پسندیدگی کے جذبات برسوں پہلے ہی دیکھ چکے تھے اور انہوں نے ان جذبات کا مثبت جواب بھی دیا تھا لیکن وہ اپنے والد سے بہت خوف کھاتے تھے کہ انہیں اپنے مفلس ماضی سے دوبارہ رشتہ جوڑنے سے سخت چڑ تھی، لیکن اب والد مرحوم کے اسی ماضی کی مفلسی بطور ورثہ انہیں منتقل ہو چکی تھی۔ جس سے نجات کے حصول کے جذبے نے انہیں بالآخر دلّی کے گلی کوچوں میں پہنچا ہی دیا......

☆☆☆

یہاں برہان کی کسی سے جان پہچان تو نہ تھی لیکن اُن کے ماموں نے اپنے زمیندار سے دلّی کے ایک رئیس کا پتہ لے کر دیا کہ سیدھے ان کے پاس چلے جانا وہ ضرور تمہارے روزگار کے لئے کچھ نہ کچھ کریں گے۔ اس زمانے میں ہوائی جہاز اور ٹرین تو کجا بسوں اور ویگنوں کا تصور بھی نہ تھا یہ وہ زمانہ تھا جب سفر قافلوں کی صورت میں کیا جاتا تھا۔ ایک قافلے کے ہمراہ برہان الدین دلّی پہنچے تو اب مطلوبہ رئیس تک پہنچنے کا مرحلہ درپیش تھا۔ اُن کی گذشتہ زندگی ایک چھوٹے سے شہر میں گزری تھی...... دلّی کی ہنگامہ خیزی نے اُن کے اوسان ہی خطا کر دیئے، بازاروں میں لوگوں کا اژدہام سڑکوں پر شہزادوں، وزیروں، نوابوں اور حکومتی اہلکاروں کی آتی جاتی شاندار بگھیاں...... ہٹو بچو کی آوازیں...... سارے کام گویا بندھے طریقے سے اپنے وقت پر کہ دوپہر کی توپ چلنے سے قبل یہ کام مکمل کرنا ہے اور سہ پہر کی توپ چلنے کے بعد بازار دوبارہ کھل جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ...... جس سرائے میں اُن کے قافلے کے لوگ ٹھہرے تھے وہیں انہوں نے غسل کر کے سفر کی دھول اتاری اور ایک پہر سو رہے...... سو کر اُٹھے تو شدید بھوک لگ رہی تھی...... کھانا کھاتے وقت ماں کی یاد آئی اور لقمہ حلق سے نیچے نہ اتر سکا...... یہ خیال کر کے کہ نہ معلوم اس رئیس کا گھر یہاں سے کتنی دور ہو، بڑی مشکل سے کھانا زہر مار کیا۔ سرائے کے ایک ملازم سے مطلوبہ رئیس کا اتا پتا معلوم کیا اور اپنا سامان سنبھال کر چل پڑے۔

رئیس کے عالی شان مکان کے سامنے پہنچے تو سورج ڈوب رہا تھا، آہنی دروازے پر کھڑے نگہبان نے دریافت کرنے پر بتایا کہ "رئیس رات کا کھانا تناول کرنے کے بعد جب ہوا خوری کے لئے جب پائیں باغ میں آئیں گے اُس وقت تمہاری ملاقات کروادی جائے گی"۔ چنانچہ رئیس باغ میں آیا تو اسی نگہبان نے کسی خادم کے ہمراہ برہان الدین کو رئیس کے پاس بھیج دیا۔ برہان جس زمیندار کا رقعہ لے کر یہاں پہنچے تھے، رئیس اس کے باغات کے پھل خرید کر یہاں دلّی کی منڈی میں فروخت کیا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ برسوں سے جاری تھا لیکن گذشتہ موسم کے پھل جب یہاں پہنچے تو ٹوکریوں میں اوپر اوپر تو تازہ اور صاف ستھرے پھل رکھے تھے لیکن ٹوکروں کے اندر پھلوں کی بڑی تعداد سڑی گلی اور داغی تھی یہ وہ پھل تھے جو از خود درخت سے گر جاتے ہیں یا پرندے انہیں خراب کر دیتے ہیں۔ یہ کام زمیندار کا نہ تھا بلکہ زمیندار کے ملازموں کی ملی بھگت تھی۔ زمیندار طبیعت کا کنجوس تھا اور ملازموں کا معاوضہ بہت کم اور رُلا رُلا کر دیتا تھا۔

☆☆☆

دیکھنے میں آیا ہے کہ جب حقدار کو حق نہ ملے تو ملازمین چور راستوں کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ آج بھی اچھے اداروں کے مالکان اپنے ملازمین کی تمام ضروریات کا خیال اس لئے رکھتے ہیں کہ اُنہیں چوری کا کبھی خیال ہی نہ گزرے جب ساری ضروریات پوری ہو رہی ہوں گی تو کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ خرابی میں ملوث ہو۔ لیکن سینت سینت کر رکھنے والے یہ نہیں سوچتے کہ وہ اس طرح بڑے نقصان کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔

زمیندار نے جو بویا تھا وہی کاٹنا پڑا۔ اُسے خبر بھی نہ ہوئی اور اس کے ملازمین نے دام ہی کھرے نہ کئے بلکہ اُس کے کاروبار کو بھی بٹہ لگ گیا۔ برہان الدین قافلے کے ہمراہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ رئیس اپنا ایک ہرکارہ زمیندار کی طرف روانہ کر چکا تھا جس نے معاہدہ ختم کرنے کی اطلاع بھی دینی تھی اور ہرجانہ بھی طلب کرنا تھا، یہ ہرکارہ برہان الدین کے شہر کے حوالدار کی مدد سے زمیندار کے اوپر مقدمہ کرنے کا اختیار بھی رکھتا تھا۔

☆☆☆

برہان الدین نے جب زمیندار کا رقعہ رئیس کے سامنے پیش کیا تو رئیس تو آگ بگولہ ہی ہو گیا اُسے سینکڑوں ہزاروں کی نہیں لاکھوں کی چپت پڑی تھی، زمیندار کا نام دیکھتے ہی اُس کا چراغ پا ہونا ایک طرح سے درست ہی تھا۔ برہان الدین بے چارے اپنی قسمت کو کوستے ہوئے واپس پلٹے۔ اب اُن کی حالت ایک ایسے پرندے کی مانند ہو چکی تھی جو اپنے آشیانے سے دور ہو اور اُس کے پَر کٹ جائیں۔ رئیس کے گھر سے باہر نکل کر دروازے کے کنارے ہی سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن...... اب تو بھوک بھی ستانے لگی تھی۔ رئیس کے گھر کے چوکیداروں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوئیں تو وہی چوکیدار باہر نکلا اور برہان الدین کو ایک جانب بے چارگی کی تصویر بنا دیکھ کر اُسے بہت ترس آیا۔ اس نے برہان کو اپنے ہمراہ چلنے کی پیشکش کی برہان کے پاس غریب الوطنی میں اُس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔

اس چوکیدار کا نام نعمت خان تھا جو پختہ عمر، لمبے قد اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ یہ بھی دلّی میں محض روزگار کی خاطر مقیم تھا اس کے بیوی بچے سوات میں رہتے تھے۔ نعمت خان نے ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا ہوا تھا جہاں ساجھے میں کئی دوسرے افراد بھی رہتے تھے یہ سب لوگ اپنے گھر والوں سے دور یہاں محنت مزدوری کرتے تھے، ان میں کوئی سپاہی تھا، کوئی مزدور کوئی قلفی گر وغیرہ وغیرہ...... سب نے ہی برہان کا خوش دلی سے استقبال کیا۔ اگلے روز برہان کو بھی ایک جگہ مزدوری بھی مل گئی، برہان کے لئے یہ کام بہت سخت تھا ایک وہ زندگی تھی کہ کبھی خود سے اُٹھ کر پانی بھی نہ پیا تھا اور آج سخت دھوپ میں بوجھ اُٹھانا پڑ رہا تھا۔ دل نے تو کسی نہ کسی طرح حالات سے سمجھوتہ کر ہی لیا تھا لیکن جسم کو اس قدر مشقت کی ہرگز عادت نہ تھی لہٰذا مشکل سے ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ [illegible] ان الدین کو بخار نے بستر سے لگا دیا۔

دن بھر تو سب اپنے کام دھندوں پر نکل جاتے، رات کو نعمت خان، برہان کو جوشاندہ پلاتا اور اُس کی دلجوئی کرتا۔ خدا خدا کر کے چھٹے روز برہان کی طبیعت کچھ بحال ہوئی تو کمرے کی گھٹن سے باہر نکلنے کو جی چاہا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے برہان دلّی کے ایک مضافاتی بازار میں جا پہنچے جہاں کھوّے سے کھوّا چھل رہا تھا۔ انہوں نے ایک جانب ایک

ہندو جوگی کو بیٹھے دیکھا جو بہت ساری عجیب و غریب جڑی بوٹیاں اپنے اردگرد سجائے دھونی مارے بیٹھا تھا۔ برہان نے سن رکھا تھا کہ یہ جوگی بڑے گیانی ہوتے ہیں اور لوگوں کی قسمت کا حال بھی بتا دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ جوگی کے سامنے بیٹھ گئے۔

☆☆☆

ہندو جوگی بہت سی مشقوں، چلوں یا مختلف طریقوں سے روح حیوانی کی صلاحیتوں سے کسی حد تک واقفیت حاصل کر لیتے ہیں اور جب یہ ان صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے کسی فرد کے ماتھے ہتھیلی پر نگاہ جما کر دیکھتے ہیں انہیں اُس فرد کے انفرادی لوح محفوظ سے اطلاعات موصول ہونے لگتی ہیں۔ ان اطلاعات سے یہ صرف اسی قدر مفہوم اخذ کرتے ہیں جس قدر ان کی شعوری استعداد ہوتی ہے یا ان کی طرز فکر جس بات کو قبول کر پاتی ہے۔ انفرادی لوح محفوظ سے ان کی نگاہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتی کیوں کہ ان کی طرز فکر میں پاکیزگی کا عنصر مفقود ہوتا ہے یا پھر جسمانی طور پر مستقل گندے رہنے سے ان کے مسامات بند ہو چکے ہوتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جوگی میں یہ صلاحیت تو ضرور ہوتی ہے کہ وہ کسی فرد کی تقدیر کے بارے میں بیان کر سکیں لیکن ان کی بیان کردہ باتوں کو حتمی ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا وجہ وہی ہے یعنی ان کی طرز فکر شعور کی محدودیت......

برہان الدین کو دیکھ کر جوگی نے نہایت ڈرامائی انداز میں آنکھیں کھولیں اور دیدے گھما گھما کر برہان کا جائزہ لینے لگا۔ برہان جو مصیبت کے مارے تھے نہایت مسکینی سی شکل بنا کر کہنے لگے "بابا! ہمیں بتاؤ ہمارے حالات کب سدھریں گے؟"

جوگی نے دیکھا نوجوان مفلسی کا مارا لگتا ہے اس لئے کہا "کچھ ٹکے دھڑی ہے پاس......؟"

برہان کی والدہ نے کچھ نقدی ان کی بنڈی کی اندرونی جیب میں رکھ دی تھی، انہوں نے اس میں سے کچھ رقم نکال کر جوگی کے ہاتھ پر رکھی تو جوگی کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے پہلے کچھ منہ ہی منہ میں منتر پڑھ کر تھوڑی دیر بند آنکھیں کیں پھر برہان کی ہتھیلی پر نظر جما کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد یوں اچھل پڑا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو "ارے تو تو...... کندن ہے کندن...... کیمیا گری کر کیمیا گری...... سونا بنا سونا...... مالا مال ہو جائے گا" بس یہ سننا تھا کہ برہان الدین پر کیمیا گری کا بھوت سوار ہو گیا۔

☆☆☆

کہتے ہیں کہ کچھ نادر جڑی بوٹیاں اور کچھ قیمتی دھاتیں کٹھالی میں پکائی جاتی ہیں اور پھر اس کے علاوہ بھی نجانے کیا کیا جتن کئے جاتے ہیں تو سونا بن جاتا ہے...... لیکن یہ محض ایک خیال ہے کبھی ہم نے سونا کیمیا دانوں کی کٹھالی سے نکلتے نہیں دیکھا، سونا ہمیشہ معدنی کانوں سے نکلتا ہے، لیکن بہت سے بے وقوف لوگ اس خیال میں کہ پیر فقیر، رشی منی کیمیا بنانے کا نسخہ جانتے ہیں، لالچ میں آ کر ان کے ہاتھوں لٹ جاتے ہیں۔

ایک زمانے میں اکثر مسلمانوں کے نزدیک دولت مند بننے کی یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ کسی طرح لوہے کو سونا بنا دیا جائے، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بے بہا نعمتوں میں بس ایک یہی قیمتی چیز تھی۔ بے شمار لوگ سینکڑوں سال تک لوہے کو سونا بنانے کی تگ و دو کرتے رہے۔ مگر ان کا وقت، سرمایہ سب برباد ہوا اور وہ سونا بنانے کی حسرت لئے اس دنیا سے چل بسے۔ ان کی نگاہ قدرت کے کارخانے میں اس جانب نہ گئی کہ محض لوہے پر اس قدر جدوجہد، وقت اور سرمایہ کھپایا جائے تو وہ انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دے گا۔ مغربی دنیا آج جو اتنی ترقی یافتہ اور دولت و سرمائے سے مالا مال ہے دراصل انہوں نے قدرت کے اس راز کو جان لیا اور اپنی توانائیاں اس جانب لگا دیں۔ آج کی زندگی میں سے لوہے کا عمل دخل اگر ختم کر دیا جائے تو شاید ہمارے پاس نہ ہی کچھ کھانے کو ہو گا اور نہ کچھ پہننے کو...... جہاں علم اور شعوری استعداد کی کمی ہو وہاں یہ طرز فکر عموماً دیکھنے میں آتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ نچلی آبادیوں

سے نچلے طبقے کی خواتین جب بسوں میں سوار ہوتی ہیں تو ان میں سے اکثر کے ہاتھ سونے کی چوڑیوں سے بھرے ہوتے ہیں بیش قیمت سونے کے زیورات کو اپنے جسم پر سجا کر انہیں تسکین تو حاصل ہو گئی لیکن ان کی زندگی کی مشکلات میں کوئی کمی نہ ہوئی، ان کے گھر تنگ اور گندے ان کی گلیاں غلاظت سے بھری...... بعض لوگ روپے پیسے کو اس قدر اہمیت دے دیتے ہیں اور تجوریوں پر تجوریاں بھرتے چلے جاتے ہیں، لیکن یہ روپیہ ان کے کسی کام نہیں آتا۔ جو چیز آپ کے کام نہ آ سکے آپ کو فائدہ نہ پہنچا سکے، آپ کی مشکلات کو دور نہ کر سکے وہ ظاہر ہے وبال ہی بنے گی۔ یہ طرز فکر اگر قوم کے صاحب اختیار افراد میں سرایت کر جائے یا اس قسم کی منفی ذہنیت کے لوگ اوپر آ جائیں تو وہ پورے ملک و قوم کا سرمایہ سمیٹ کر اس پر سانپ بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی پہلی سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے انوارات سے فیض اٹھانے والے لوگوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بتائی ہے کہ انہیں جو اللہ نے عطا کیا ہے اُسے خرچ کرتے ہیں یعنی جمع نہیں کرتے۔

☆☆☆

بے چارے برہان الدین کے ساتھ بھی وہی ہوا جو کیمیا گری کے لالچ میں مبتلا ہونے والوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے، جب بالکل ہی مایوس ہو گئے اور ایسی کوئی کایا پلٹ ہوئی نہ مل سکی تو جنگل جنگل مارے مارے پھرنے کے بعد دوبارہ شہر کا رخ کیا۔ شہر پہنچے تو پاس نہ ٹکا تھا نہ دمڑی...... بھوک کے مارے آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی تھیں۔ گھومتے پھرتے ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم قطار بنائے کھڑا ہے۔ آگے بڑھ کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ لنگر سے کھانا تقسیم ہو رہا ہے اور یہ ان جیسے بے شمار غریب غرباء ہیں جو یہاں سے اپنا رزق وصول کرتے ہیں۔ جب سیر ہو کر کھا پی لیا تو خیال آیا کہ پوچھنا تو چاہیے کہ آخر یہ اتنا بڑا اہتمام و انتظام کس کی طرف سے ہے، اگر کوئی نواب امیر ہوا تو نوکری کی درخواست کریں گے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ تو اللہ کے دوست حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا لنگر ہے دنیا انہیں محبوب الٰہیؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ نوابوں اور امیروں کو تو چھوڑیئے کسی بادشاہ یا حکومت کا اتنا بڑا ظرف نہیں ہو سکتا کہ اس قسم کا لنگر جاری کرے، یہ تو اللہ کے دوستوں کا ہی کام ہے اور جب وہ یہ لنگر جاری کر دیتے ہیں تو برسوں کیا صدیاں بھی گزر جائیں تو اس لنگر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

برہان الدین نے سوچا کہ اللہ کے ولیوں کے پاس تو بڑی روحانی طاقت ہوتی ہے اگر میں ان کی خانقاہ میں ہی ٹک جاؤں اور ان کی کچھ خدمت کروں تو کیا معلوم وہ مجھے کیمیا گری کا علم سکھا دیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے خانقاہ کی انتظامیہ سے درخواست کی کہ وہ بے آسرا ہیں اور کوئی روزگار بھی نہیں ہے اس لئے انہیں یہاں رہنے کی جگہ اور دو وقت کی روٹی مل جائے اور خانقاہ کی کوئی خدمت ان کے سپرد کر دی جائے۔ خانقاہ کی انتظامیہ نے ضروری کارروائی پوری کر کے انہیں اس بات کی اجازت دے دی۔

☆☆☆

خانقاہ کی اپنی الگ دنیا ہوتی ہے، یہ ایک ایسی درس گاہ ہوتی ہے جہاں ظاہر کے پس پردہ کام کرنے والی باطن کی حقیقت سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ خانقاہ کے طالب علموں کی طرز فکر میں تربیت کے ذریعے یہ بات راسخ کی جاتی ہے کہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے اور سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ برہان الدین کے اندر کی دنیا بھی چند ہفتوں میں بدلنے لگی وہ روزانہ صبح فجر کی نماز کے بعد خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے درس میں شریک ہوتے، ذکر میں حصہ لیتے...... آہستہ آہستہ ان کے دل میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی محبت جڑ پکڑنے لگی۔

لیکن کیمیا گری سیکھنے کا خیال اب بھی ان کے دل میں موجود تھا، ماں اور بہنوں کو یاد کرتے اور دل ہی دل میں منصوبے بناتے کہ "حضرت محبوب الٰہیؒ بڑے نرم دل کے مالک اور پُر شفقت ہستی ہیں میری درخواست ہرگز رد نہیں کریں گے......" انہوں نے سوچا کہ پہلے بیعت کی

درخواست کرنی چاہئے پھر کچھ دنوں کے بعد موقع غنیمت دیکھ کر دل کی یہ تمنا بھی عرض گزار کر دی جائے۔ چنانچہ برہان الدین نے اپنی سوچ کے مطابق بیعت کی درخواست کر دی۔ اس وقت بیعت ہونے کے بہت سے لوگ منتظر تھے لیکن سوائے برہان کے حضرت محبوب الٰہیؒ نے کسی کو بیعت نہیں کیا اور سب کو کچھ نہ کچھ اللہ کا کلام پڑھنے کو بتا دیا کہ اتنے عرصے تک پڑھیں اور پھر دوبارہ آئیں۔ بیعت ہونے کے بعد اب برہان الدین کا حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ساتھ استاد اور شاگرد کا رشتہ قائم ہو گیا تھا اور روحانی استاد تو شاگرد کے ذہن کی تمام گرہوں کو کھول کر اسے فکری ارتقاء کے ایسے راستے پر گامزن کر دیتا ہے جہاں عرفان الٰہی کی تجلیاں اس کی منتظر ہوتی ہیں۔ تربیت کا آغاز ہو گیا تھا اس ایک گرہ کھلنی باقی تھی اور وہ گرہ تھی کیمیاگری کے شوق کی کہ سونا بنانے کی ترکیب سے اس قدر سونا بنا لیا جائے جس سے زندگی کے تمام مسائل حل ہو جائیں۔

ایک روز حضرت محبوب الٰہیؒ نے برہان الدین کو بلوایا اور کہا "برہان ذرا استنجا کے لئے مٹی کے ڈھیلے تو جمع کر کے لاؤ...... ڈھیلے ایسے ہونے چاہئیں جن میں جذب کی صلاحیت موجود ہو"۔

مرشد کے حکم کی تعمیل میں برہان الدین نکل کھڑے ہوئے خانقاہ کے قریب کھلے میدان میں جا بجا پتھر کنکر بکھرے ہوئے تھے یہ کوئی مشکل کام تو نہ تھا۔ ایک جگہ انہیں کئی مٹی کے ڈھیلے پڑے نظر آئے، برہان اُٹھانے کے لئے جھکے تو ایسے اُچھل پڑے جیسے انگارہ ہاتھ میں اُٹھا لیا، پتھر کو ہاتھ میں لے کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا اور دور پھینک دیا۔ وہ مٹی کا ڈھیلا سونے میں تبدیل ہو گیا تھا...... مرشد کا حکم مٹی کے ڈھیلے جمع کرنے کا تھا۔ دوسرا ڈھیلا اُٹھایا سے بھی پھینکنا پڑا وہ بھی سونے کی ڈلی میں بدل گیا تھا، اب تو جو بھی مٹی کا ڈھیلا اُٹھاتے وہ سونے میں تبدیل ہو چکا ہوتا...... برہان الدین پسینے پسینے ہو گئے، وحشت کے مارے بُرا حال تھا، جگہ جگہ سے ڈھیلے اُٹھاتے اور پھینک دیتے پریشانی کے عالم میں خانقاہ کو واپس ہوئے۔ اندر داخل ہوئے تو سامنے ہی مرشد تشریف فرما تھے۔ آنکھوں میں ملکوتی مسکراہٹ چھپی ہوئی تھی۔ پوچھا "برہان! تم تو مٹی کے ڈھیلے جمع کرنے گئے تھے، خالی ہاتھ کیوں لوٹ آئے؟"

برہان سر جھکا کر ندامت کے لہجے میں بولے "حضرت! جو ڈھیلا اُٹھاتا تھا وہ سونے کی ڈلی میں تبدیل ہو جاتا تھا"۔

حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا "برہان الدین! ایسی چیز کا کیا فائدہ جو استنجا کے بھی کام نہ آسکے"۔

یہ سننا تھا کہ برہان الدین کے ذہن کی گرہ کھل گئی اور پھر جہاں وہ اپنے مرشد کی رہنمائی میں راہِ عرفان میں آگے بڑھتے رہے وہیں ان کے معاشی مسائل بھی ایسے حل ہو گئے جیسے موجود ہی نہ تھے۔ مرشد کے حکم پر انہوں نے اپنے روحانی بھائی سے قرض لے کر اپنی حویلی کا رنگ و روغن کروایا حویلی ان کے والد کے اچھے وقتوں میں تعمیر ہوئی تھی رنگ و روغن کے ہوتے ہی اس کی رونق بحال ہو گئی۔ اب جو انہوں نے حویلی کی فروخت کا عندیہ ظاہر کیا تو خریداروں کی لائن لگ گئی، جس خریدار نے معقول قیمت لگائی، رقم لے کر حویلی اس کے حوالے کر دی گھر والوں کو بھی اپنے ہمراہ لے کر دلی آ گئے۔ اب ان کے پاس اتنی رقم تھی کہ انہوں نے نہ صرف ایک صاف ستھرا گھر خرید لیا بلکہ باقی بچ جانے والی رقم سے کاروبار بھی شروع کر دیا جس میں اللہ نے خوب برکت دی۔ جوگی نے برہان الدین کی تقدیر کے حوالے سے جو انکشاف کیا تھا کہ "کیمیاگری کرا اور سونا بنا" وہ جوگی کی اس محدود طرزِ فکر کی نشاندہی کرتا ہے جو ہر چیز کو مادی پیمانوں سے تولتی اور پرکھتی ہے۔ برہان کی تقدیر میں اپنے باطن کی کیمیاگری لکھی تھی ان کے مرشد کی نگاہِ کیمیا نے انہیں کندن بنا دیا تھا۔

❄

شعلۂ معرفت

قارئین کرام

نہ جانے کیا ہے؟

احمد آباد میں حضرت قطبِ عالمؒ کی کرامت کا حال تو غالباً آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ایک لکڑی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت قطبِ عالمؒ رات میں تہجد کے وقت اٹھے تو اس لکڑی سے آپ کے پاؤں میں ٹھوکر لگ گئی بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ لوہا ہے؟ لکڑی ہے؟ کنکر ہے؟ پتھر ہے؟ نہ جانے کیا ہے؟ لوگوں نے صبح کو دیکھا تو اس میں لوہا، لکڑی، کنکر، پتھر سب کچھ تھا اور ایک ایسی چیز بھی اس میں نمودار ہو گئی تھی کہ کسی نے اس کو نہیں پہچانا اور سب نے یہی کہا کہ "نہ جانے کیا ہے؟" آج بھی یہ لکڑی کا ٹکڑا احمد آباد سے چند میل دور بٹوہ میں حضرت قطبِ عالمؒ کے مزار کے قریب رکھا ہوا ہے اور ہر دیکھنے والا اس میں لوہے، لکڑی، کنکر، پتھر کو تو پہچان لیتا ہے مگر اس خاص چیز کو ہر دیکھنے والا دیکھ کر یہی کہتا ہے کہ "نہ جانے کیا ہے"۔ حد ہو گئی کہ اس کو کاٹ کر انگریز لندن لے گئے اور اس کی لیبارٹری میں جانچ پڑتال کرتے رہے اور آخر مجبور ہو کر ان لوگوں نے بھی یہی کہہ دیا کہ "نہ جانے کیا ہے؟"

دیکھا آپ نے حضرت قطبِ عالمؒ کی زبان سے جو کچھ نکلا گیا۔ خداوند عالم نے وہ سب اس لکڑی کے ٹکڑے میں پیدا فرما دیا اور آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا کہ "نہ جانے کیا ہے؟" تو خداوند عالم نے اس میں ایک ایسی چیز بھی پیدا فرما دی جس کے لئے سب لوگ قیامت تک یہی کہتے رہیں گے کہ "نہ جانے کیا ہے"۔

(مرسلہ: سید شبیر حسین شاہ، میرپور آزاد کشمیر)

انگلیاں روشن ہو گئیں

حضرت حسن بصریؒ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ کے یہاں پہنچے لیکن اس وقت ان کے یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا اور حضرت حسن کو روشنی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ رابعہؒ نے اپنی انگلیوں پر کچھ دم کیا اور وہ ایسی روشن ہو گئیں کہ پورا مکان بقعہ نور بن گیا اور تا سحر وہ روشنی قائم رہی، لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ یہ چیز بعید از قیاس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو فرد صدقِ دل کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اس کو آپ کے معجزے میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور حاصل ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ خرقِ عادت شے کا اظہار انبیاء کی صف میں معجزہ کہا جاتا ہے اور ولی کے لئے کرامت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ کرامت اسے صرف اتباعِ نبوت سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ رویائے صادقہ نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔

(رخسانہ انوار۔ ناظم آباد کراچی)

درویشی کیا ہے؟

حضرت شقیق بلخیؒ جب مکہ معظمہ پہنچے تو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت بلخیؒ نے حضرت ادھم سے پوچھا "کہو معاش کے معاملہ میں کیا کرتے ہو؟"

حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا "اگر کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں اور اگر نہیں ملتا تو صبر کرتا ہوں"۔

حضرت بلخیؒ نے فرمایا "ہماری گلی کے کتوں کا بھی یہی قاعدہ ہے"۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا "دن بھر محنت مزدوری کرتا ہوں کچھ مل جاتا ہے تو ایثار کرتا ہوں اور اگر نہیں ملتا تو صبر کرتا ہوں"۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم بے تحاشہ اٹھے حضرت شقیق کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا واقعی آپ استاد ہیں۔

(مرسلہ: عامر ولی اللہ۔ ساہیوال)

شیطان کا حربہ

ایک شخص امام ابو حنیفہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں نے کچھ رقم زمین میں دفن کی تھی لیکن اب وہ جگہ یاد نہیں آتی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے۔ رات بھر اللہ سے لو لگاؤ معلوم ہو جائے گا ابھی چوتھائی رات ہی گزری تھی کہ اس کے ذہن میں وہ جگہ یاد آگئی۔ اس نے فوراً زمین کی کھدائی شروع کر دی اور تمام واقعہ صبح آکر امام صاحب کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا۔

"دیکھا شیطان نے تجھے وہ جگہ یاد دلا دی"۔

(مرسلہ: امبر فرید خان۔ محمود آباد)

عبادت یا تجارت

ایک دن حضرت ابو القاسمؒ نے کسی واعظ کی تقریر سنی جو اپنے سامعین کو بتارہا تھا کہ "نیکیاں کرو، عبادت کرو کیونکہ اس کا اجر تمہیں اس دنیا میں ملے یا نہ ملے لیکن دوسری دنیا میں تم مالا مال کر دیے جاؤ گے اور وہاں ایک ایک کے عوض ستر ستر پاؤ گے"۔

آپ واعظ سے مخاطب ہوئے اور کہا "یہ تو انسانوں کو صحیح راہ دکھا رہا ہے یا انہیں تاجر بنا رہا ہے"۔

اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہوئے "لوگو! تم نیکیاں کرو اور عبادت کرو لیکن اپنے دل میں یہ خیال ہر گز نہ لاؤ کہ ان نیکیوں اور عبادت کے عوض تمہیں ایک ایک کی ستر ستر ملیں گی"۔ واعظ نے غصے میں کہا "تو ڈر کہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے"۔ آپ نے فرمایا "ڈرنا تو تجھے اپنی ان باتوں سے چاہئے کہ تو انسانوں کو جنت اور حوروں کا لالچ دے دے کر خدا سے غافل کر رہا ہے اور میں نے کسی لالچی کو سر سبز و شاداب نہیں دیکھا، نہ وہ اس دنیا میں خوش رہتے ہیں اور نہ اُس دنیا میں خوش رہیں گے"۔

(مرسلہ: محمد نعمان۔ کراچی)

عارفوں کا مغالطہ

"معرفت کا راستہ طے کرنے والوں کو بھی کبھی مغالطہ ہو جاتا ہے وہ بعض تجلیات ہی کو منزل سمجھتے ہیں، جہاں سے انہیں گزر جانا چاہئے کیونکہ ہر مقام کے بعد دوسرا مقام آتا ہے سب سے پہلا حجاب خدا اور بندے کے درمیان روح یا نفس کا ہے کیونکہ روح بھی خدا کے انوار میں سے ایک نور ہے جس میں حق کی حقیقت جلوہ گر ہوتی ہے صوفی اس نفس میں اس وقت نہایت درجے کی چمک پاتا ہے کہ حیران و ششدر رہ جاتا ہے اسی حیرانی میں بعض اوقات "انا الحق" پکار اٹھتا ہے بھی "لا الہ" میں گم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اگر توفیق الٰہی سے پیر اور معلم کی رہبری سے حجاب دور نہیں ہوتا، آگے راز نہیں کھلتا تو اسی مغالطے میں سرگرداں ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔

(مرسلہ: عمر سرور خواجہ۔ راولپنڈی)

عشق و محبت

حضرت وارث علی عشق و محبت پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ خود آپ کی زندگی عشق حقیقی کا مظہر تھی۔ محبت کی داستاں سناتے سناتے آپ کی زبان نہ تھکتی تھی اور عشق کا سبق پڑھاتے بھی طبیعت نہ بھرتی تھی۔ آپ اکثر فرماتے تھے۔ 1- محبت کرو اور 2- کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "محبوب کی شکایت مذہب عشاق میں کفر ہے"۔ آپ نے اپنے اور مریدین کے درمیان صرف محبت کو ہی رشتہ قرار دیا۔ آپ نے بتایا کہ کوئی مرید اس وقت تک ترقی کے زینے طے نہیں کر سکتا جب تک وہ مرشد سے عشق صادق نہ رکھتا ہو کیونکہ مرشد ہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے کوئی مرید اللہ تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت وارث علی شاہؒ نے اسی عشق صادق کی وجہ سے اپنی خلافت جانشینی اور سجادگی کا خاتمہ کر دیا اور کہہ دیا کہ "ہماری منزل عشق ہے۔ جو جانشینی کا دعویٰ کرے وہ باطل ہے، یہاں کوئی ہو، چمار ہو یا خاکروب جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے"۔ اسی طرح آپ نے اپنی ذات اور اپنے مریدوں کے درمیان کسی تیسری کو حائل نہ ہونے دیا اور صرف محبت کو واسطہ بنایا۔

(مرسلہ: رخشی۔ ہارون)

2

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

٭ادارہ٭

قرآن پاک نوع انسانی پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے ..... یہ ایک ایسی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کردی گئی ہے ..... معیشت اور معاشرت کے اصولوں سے لے کر تخلیق وتسخیر کائنات کے فارمولے سب کے سب اس میں موجود ہیں..... اس میں ہدایت کے طلبگاروں ..... فطرت کے غزل خوانوں ..... حقیقت کے متلاشیوں ..... اور راہِ سلوک کے مسافروں کے لئے ایسا گوہرِ نایاب پوشیدہ ہے جو انفرادی اور اجتماعی طور سے روحانی ، معاشرتی اور تمدنی معراج پر پہنچاسکتا ہے ۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس مخزن قدرت سے ہم کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اَلْاِبِل

AL,IBIL۔ اس لفظ کے لغوی معنی اونٹ کے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ صرف دوبار آیا ہے۔

ترجمہ: "کیا تم نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے تخلیق ہوئے"۔ (سورۃ الغاشیہ: 17)

ترجمہ: "اور پیدا کئے اونٹ میں سے دو....." (سورۃ الانعام: 144)

اول الذکر قرآنی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اونٹ کی تخلیق پر تفکر کی دعوت دی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اونٹ ایک لمبے قد اور بڑے جثے کا ممالیہ اور صحرائی جانور ہے۔ اسے عام طور پر صحرا کا جہاز بھی کہتے ہیں لیکن یہ معلومات محض جزوی ہیں اونٹ کی تخلیق میں کام کرنے والے قدرت کے حیرت انگیز فارمولوں کا انکشاف نہیں کرتیں۔ آیئے ہم ان فارمولوں کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

اونٹ جسے انگریزی میں کیمل CAMEL، فارسی میں "شتر" سندھی میں "اُٹھ" عربی میں "ابل" جمل، بعیر، رکاب، اَلْھِیم وغیرہ کے ناموں سے پکارا جاتا ہے، سائنسی درجہ بندی کے حوالے سے اس کا تعلق CA-MELUDAE فیملی سے ہے جبکہ اس کی نوع کو CAMELUS کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر اونٹ کی دو اقسام ہیں

1- عربی اونٹ

2- بیکٹیرین اونٹ

سائنسی لحاظ سے عربی اونٹ کو CAMELUS DROMEDARIUS جبکہ بیکٹیرین اونٹ کو CAMELUS BACTRIANUS کہا جاتا ہے۔ عربی اونٹ کا ایک کوہان ہوتا ہے، اس کا قد اس کے کندھوں تک 7 فٹ ہوتا ہے جبکہ اس کا کوہان ایک فٹ تک بلند ہوتا ہے۔ یہ اپنی چند خوبیوں کی وجہ سے صحراؤں میں با آسانی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی پہلی خوبی یہ ہے کہ صحراؤں میں اگنے والے کانٹے دار پودے با آسانی چبا کر کھا جاتا ہے اور لق ودق صحراؤں میں بھی جہاں سبزے کا نام ونشان

بیکٹیرین اونٹ

عربین اونٹ

نہیں ہوتا اونٹ کے لئے غذا کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ اونٹ کا نظام ہضم قدرت نے کچھ اس طرح تشکیل دیا ہے کہ صحرائی پودوں اور کانٹوں کے سیلولوز CELLULOSE کاربوہائیڈریٹس میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دوسرے اس کے پیر چوڑے اور چپٹے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ ریت پر نہایت آرام سے چل سکتا ہے۔ تیسری اس کے سینے سے پاؤں تک کی جلد...... جس کی وجہ سے وہ تپتی ریت اور دھوپ میں بغیر کسی تکلیف کے سفر کر سکتا ہے۔ چوتھی خصوصیت اونٹ کی یہ ہے کہ اونٹ صحرا میں اڑنے والی ریت سے بچاؤ کے لئے اپنے نتھنے طویل وقفے کے لئے بند کر سکتا ہے۔ اس کی لمبی دوہری پلکیں صحرا میں تیز ہواؤں سے ہر طرف اڑنے والی ریت سے اس کی آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہیں۔

دو کوہان والا بیکٹیرین اونٹ پتھریلے اور قدرے ٹھنڈے علاقوں میں بھی رہ سکتا ہے۔ اس کی جسامت قدرے چھوٹی اور اس کا جسم گوشت سے بھرا ہوتا ہے۔ بیکٹیرین اونٹ کا قد اس کے کندھوں تک پانچ فٹ بلند ہوتا ہے۔ اس قسم کے اونٹوں کے پاؤں سخت اور بال لمبے اور خوش وضع ہوتے ہے۔ یہ عموماً وسطی ایشیا سے منگولیا تک کے نیم صحرائی علاقوں میں پائے جاتے ہیں اور جنوب مغربی منگولیا اور شمال مغربی چین میں بھی بڑی تعداد میں ملتے ہیں۔ تبت کی سطح مرتفع کے سرد موسم میں بھی آپ کو بیکٹیرین اونٹ نظر آئیں گے۔

اونٹ کا کوہان چربی اور گوشت سے بنا ہوتا ہے۔ یہ جگہ ایک آدمی کی نشست کے لئے کافی ہے لیکن اگر کاٹھی باندھ دی جائے تو تین سے چار آدمی بھی سوار ہو سکتے ہیں۔ عربی اونٹ 161 کلومیٹر فی دن کی رفتار سے سفر کرتا ہے۔ اونٹ کے اندر ایک اور اضافی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ کئی دنوں تک پانی پیئے بغیر نہ صرف زندہ رہ سکتا ہے بلکہ صحرا کے دشوار گزار ماحول میں مسافت بھی طے کر سکتا ہے۔ یہی اس جانور کی خصوصیت ہے جو اسے دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس حوالے سے عام تصور یہ ہے کہ اونٹ خوراک اور پانی کا ذخیرہ اپنے کوہان میں جمع کر لیتا ہے یا کوہان میں جمع شدہ چربی کو جلا کر اپنی غذا کا سامان کرتا ہے۔

ان دونوں تصورات میں سائنسی لحاظ سے صداقت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ مالیکیولز تمام جانوروں کے جسم میں سات سے چودہ دنوں تک موجود رہتے ہیں اور اگر ان مالیکیولز کی جگہ دوسرے مالیکیولز نہیں لیتے تو پانی کی شدید قلت DIHYDRATION کے باعث موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ اونٹ کے اندر پانی کا مالیکیول اپنی آیونی IONIC خصوصیت کی وجہ سے پچاس دنوں تک محفوظ رہتا ہے اور پانی میسر آنے پر اونٹ بیک وقت

25 سے 30 گیلن پانی پی جاتا ہے۔ طویل فاقوں کے درمیان جبکہ اس کا وزن پچیس فیصد تک گھٹ چکا ہوتا ہے اس کے باوجود بھی اونٹ کی کارکردگی میں کوئی فرق دیکھنے میں نہیں آتا۔ موسم گرما میں اس کا جسمانی درجہ حرارت 41 درجے سینٹی گریڈ تک ہو جاتا ہے۔ یوں ماحول کے درجہ حرارت اور جسمانی درجہ حرارت میں زیادہ فرق نہ ہونے کے سبب اونٹ کو موسم گرما کی شدت متاثر نہیں کرتی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اونٹ کے جسم سے پسینے اور پیشاب کے ذریعے پانی کا اخراج بہت کم ہوتا ہے اور اس کا فضلہ بھی سخت گٹھلیوں یا مینگنیوں کی شکل میں ہوتا ہے لیکن پیشاب کے ذریعے پانی کا کم اخراج اس بات کا متقاضی ہے کہ اونٹ کے گردوں کی بافتیں HISTOLOGY دوسرے ممالیہ کے مقابلے میں مختلف ہوں خاص طور پر گردے کی باریک نالیوں NEPHRON کے وہ حصے جہاں سے پانی دوبارہ جذب ہو کر خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اونٹ کے خون کے سرخ خلئے (R.B.Cs) بھی دوسرے ممالیہ سے مختلف پائے گئے ہیں جو گول کے بجائے بیضوی شکل کے ہوتے ہیں۔ اونٹ کی عجیب الخلقت حیثیت اس پر گہرے تفکر کے بعد ہمارے سامنے آتی ہے اور اس پر غور و فکر کرنے کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تاکید فرمائی ہے۔

اونٹ کی چال دیگر سواری کے جانور مثلاً گھوڑا، خچر وغیرہ سے مختلف ہوتی ہے۔ دیگر جانور جب چلتے یا دوڑتے ہیں تو اگلے پیروں میں دایاں اور پچھلے پیروں میں سے بایاں پیر آگے بڑھتا ہے بقیہ دونوں پیر اس وقت زمین پر لگے ہوتے ہیں۔ اونٹ جب چلتا ہے تو اگلے اور پچھلے پیروں میں ایک ہی طرف کے پیر آگے بڑھتے ہیں جبکہ دوسری جانب دونوں پیر اس کے تمام بوجھ کو سہارتے ہیں۔ اونٹ کے پیروں کا پچھلا حصہ زمین سے ذرا اوپر رہتا ہے جو اس کی چال کو لچکدار بنا دیتا ہے۔ اس کی ایڑیاں ذرا اوپر کی طرف واقع ہیں اس کے سخت تلووں کا پھیلاؤ اس کی چال کو نہ صرف مستحکم بناتا ہے بلکہ اسے ریگستان کی ریت میں دھنسنے سے بھی بچاتا ہے۔ اونٹ کی گردن لمبی اور خاصی خمدار ہوتی ہے۔ اس کا پچھلا حصہ جو جسم سے متصل ہے زیادہ چوڑا اور وزنی ہوتا ہے۔ اگر اس کا فرضی کراس سیکشن لیا جائے تو یہ چوکھٹے نما دکھائی دے گا اور نچلی جانب سے زیادہ چوڑا ہو گا۔ یہ صورت بھی کسی جانور کی گردن میں نہیں ملے گی۔ جب ایک ہی جانب کے اگلے پچھلے پیر آگے بڑھتے ہیں تو سر بھی ہچکولے کھاتا ہوا آگے کی طرف آتا ہے لیکن جوں ہی یہ پیر زمین سے دوبارہ لگتے ہیں اور دوسری جانب کے پیر بھی مشکل زمین سے اٹھ پاتے ہیں کہ گردن کا پچھلا حصہ ایک خمدار ہچکولے کے ساتھ جسم سے خاصہ نزدیک ہو جاتا ہے۔ یوں اونٹ کا سارا وزن اس کے مرکز ثقل پر منتقل ہوتا رہتا ہے اور اونٹ گرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اونٹ کا بے ڈول جسم ہی اسے سخت ماحول میں قائم دائم رکھتا ہے۔ شدید آندھیوں میں اونٹ بیٹھ جاتا ہے اور گردن بلند رکھتا ہے، بیٹھتے وقت یہ اہرام نما شکل اختیار کر لیتا ہے اور ریت میں مکمل طور پر دبنے سے پہلے ہی کھڑے ہو کر ساری ریت گرا کر دوبارہ بیٹھ جاتا ہے۔

غرض اونٹ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک ایسی نشانی ہے جسے اللہ نے ایسا عجیب الخلقت بنایا ہے کہ سائنسدان آج تک حیوانوں کی مختلف درجہ بندی میں سے کسی درجے میں اسے فٹ نہیں کر پائے ہیں۔ کیونکہ درجہ بندی کے اس عمل میں بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے جس میں ANATOMICAL SIMILARITY بہت اہم ہے۔ اونٹ کے پیر، گردن، چال، آنکھیں، کان، دم، دانتوں کی ترتیب، معدہ، گردے اور اس کی عادات یادداشت وغیرہ تمام جانوروں میں منفرد ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اَبَابِیْل ABAABIIL۔ اس لفظ کے لغوی معنی ہیں متفرق، فرقے، غول کے غول طرح طرح اور مختلف۔ اس لفظ کو انگریزی میں SWARMS کہتے ہیں۔ ابابیل جمع ہے اس کا واحد نہیں بعض زبان دانوں کے مطابق

ابوّل اس لفظ کا واحد ہے۔ اس لفظ کے معنی قطار در قطار کے بھی لئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ صرف سورہ فیل کی تیسری آیت میں طیرٌ (پرندے) کے ساتھ آیا ہے۔ چنانچہ طیراً ابابیل کا مطلب غول کے غول پرندے ہوگا۔ یہاں وہ پرندہ مراد نہیں ہے جسے اردو میں "ابابیل" کہا جاتا ہے بلکہ مختلف پرندے جو بڑی تعداد میں ہوں۔

☆☆☆☆☆

أَبَا

ABAA ۔ اس لفظ کے لغوی معنی باپ کے ہیں۔ فارسی میں پدر ، سندھی میں پیئ ، انگریزی میں FATHER کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس لفظ سے بننے والے کئی الفاظ مثلاً ابانا (ہمارے باپ) اباکم (تمہارے باپ) اباہٗ (اس کے باپ) وغیرہ وغیرہ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے اس لئے ہم ان تمام الفاظ کو قرآنی انسائیکلوپیڈیا میں لفظ اَبَا کے تحت ہی بیان کر رہے ہیں۔ اس مفہوم کے 32 الفاظ قرآن مجید کی 117 مختلف آیتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اکثر آیتوں میں ان الفاظ سے مراد آباؤاجداد کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آباء پرستی کے سنگین روحانی مرض کی نشاندہی کرتے ہوئے سختی کے ساتھ اس کی مذمت کی ہے۔

علمائے باطن کی تعلیمات کے مطابق انسانی برادری میں دو طرح کے لوگ ہیں :

1...... جو خاندانی روایات میں زندہ رہتے ہیں اور انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور اگر ہو رہا ہے تو کیوں ہو رہا ہے؟ ان کے لئے محض اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں۔

2...... دوسرا گروہ کائناتی عوامل پر مسلسل تفکر کرتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے، کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔

اب تک اس کرہ ارض پر جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ، اللہ کے ان تمام فرستادہ بندوں کی طرز فکر یہ تھی کہ ماوراء الوریٰ ہستی اللہ کے ساتھ ہمارا رشتہ قائم ہے۔ لیکن اس طرز فکر میں سب سے بڑی رکاوٹ صدیوں پرانی وہ فرسودہ روایات بنتی رہی ہیں جن کا مطمع نظر مادیت اور صرف مادیت ہے۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جب پیغام توحید مشرکین مکہ کے سامنے پیش کیا تو باوجود اس کے کہ وہ جانتے تھے کہ تین سو ساٹھ بت ہمارے جیسے ہاتھوں نے پتھروں سے تراشے ہیں، نہ یہ بول سکتے ہیں نہ یہ سُن سکتے ہیں لیکن آباء پرستی اور خاندانی روایات سے مغلوب ہونے کی وجہ سے انہوں نے ان بے جان پتھروں کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا۔ صدیوں پرانی فرسودہ روایات اور جہالت کی گرد سے اٹے ہوئے ماحول نے ان کے اندر سے فہم و ادراک کے چشمے کو ہی خشک کر دیا تھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسی طرز فکر کے حامل افراد کو آئینہ دکھایا جو ہمارے موجودہ معاشرے میں بھی بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔

ترجمہ : "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اتباع کرو اس کی جو اللہ نے نازل کیا ہے
تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤاجداد (اسلاف) کو پایا ہے۔
اگرچہ ان کے آباؤاجداد (اسلاف) کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔
اور مثال ان کافروں کی ایک شخص (چرواہے) کی جیسی ہے جو چرّاتا ہے انہیں (جانوروں کو)
جو سنتے نہیں سوائے پکارنے اور چلّانے کے۔ (یہ تو) بہرے ہیں،
گونگے ہیں، اندھے ہیں اسی لئے انہیں بالکل عقل نہیں"۔ (سورہ البقرہ 171-170)

☆☆☆

الشیخ عظیمی

روحانی سوال و جواب

ان صفحات پر آپ کے روحانی سائنس سے متعلق سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے اس پتے پر ارسال فرمائیں۔
روحانی سوال و جواب، ۱۔ڈی، ۷ / ۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

سوال : پامسٹری کیا ہے؟ کیا کوئی شخص ہاتھ دیکھ کر ماضی یا مستقبل کے بارے میں جان سکتا ہے؟ بہت سے حضرات میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ چہرہ دیکھ کر لوگوں کی خصوصیات کا پتہ کر لیتے ہیں اور بہت سے واقعات اور حقائق کا انکشاف کر دیتے ہیں۔ یہ صلاحیت کس طرح کام کرتی ہے اور کیسے بیدار کی جا سکتی ہے؟

(نصرت آکاش۔ راولپنڈی)

جواب : قانون یہ ہے کہ دماغ کے پردے پر شئے کا عکس الٹا بنتا ہے اور آدمی اپنے اندر دیکھتا ہے۔ ایک منظر پندرہ سیکنڈ تک دماغ کی اسکرین پر قائم رہتا ہے اور اس وقفہ میں اس ایک منظر سے متعلق تمام تفصیلات موجود ہوتی ہیں۔ شے کا عکس آنکھ سے منتقل ہو کر جہاں پڑتا ہے وہاں بہت سے لیئرز ہوتے ہیں۔ پہلے لیئر کے عکس میں رنگ ہوتا ہے۔ دوسرے لیئر کے عکس میں تفصیل ہوتی ہے اور تیسرے لیئر کے عکس میں حوادث و واقعات ہوتے ہیں۔ وہ روشنیاں جو آنکھ کے ذریعے دماغ پر منتقل ہوتی ہیں مناظر کی مائیکرو فلم ہوتی ہیں۔ مائیکرو فلم ایک مخصوص نظام کے تحت اندراج ہوتی رہتی ہے۔ اندراج ہونے کی وجہ سے آنکھیں ہر چیز کو تفصیل سے دیکھنے لگتی ہیں۔ دیکھنے والے کا ذہن عکس میں جتنا زیادہ مرکوز ہوتا ہے تصویریں اتنی ہی زیادہ بڑی اور واضح نظر آتی ہیں۔ ان تصویروں میں ایک ترتیب ہوتی ہے۔ ترتیب میں ذہنی مرکزیت الگ الگ مناظر کا انتخاب کرتی ہے۔ عام واقعات کو الگ اور حوادث کو الگ کر دیتی ہے۔ ماضی میں جو موجودات ہو چکے ہیں وہ الگ مرتب ہوتے ہیں اور اس کا تعلق دیکھنے والے کی فراست سے ہے۔

صاحبِ فراست بندہ کو چہرہ دیکھ کر ماضی اور مستقبل کے بارے میں اندازہ ہو جاتا ہے۔ ماضی کے پورے نقوش انسانی چہرہ پر فلم کی طرح نقش ہوتے ہیں۔ چہرہ دراصل انسان کی زندگی کا انڈیکس ہے۔ ماضی کی بڑی سے بڑی تصویروں کو تصور چھوٹی سے چھوٹی تصویروں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی تصویروں کو بڑی کر دیتا ہے۔ اس ہی پروسس کے تحت تصویریں جدا جدا ہو جاتی ہیں۔ مشق اور ریاضت کے بعد انسان کے اندر چہرہ شناسی کی صلاحیت متحرک اور بیدار ہو جاتی ہے۔ بعض چہرہ شناس لوگ چند واقعات صحیح بتا دیتے ہیں۔ اس علم کو عام طور پر پامسٹری، جوتش، رمل اور جفر وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ ہاتھ کی لکیروں سے اندازہ لگاتے ہیں لیکن ہاتھوں کی لکیروں سے اندازہ لگانا بھی چہرے میں موجود فلم اور لیئرز سے تعلق رکھتا ہے۔ رمل والے عام طور پر پانسے پھینکتے ہیں اور ذہنی مرکزیت استعمال کرتے ہیں۔ یہی کوششیں جوتشیوں کی ہوتی ہیں۔ جوتشی اس ذہنی مرکزیت کو ستاروں سے وابستہ کرتے ہیں۔ جفر والوں کا علم بھی یہی ہے۔

لیزرز کا ماضی اور مستقبل سے مسلسل رہا ہے۔ جب سننے، دیکھنے اور سوچنے کی حسیات ایک نقطہ پر یکساں ہو جاتی ہیں تو لیزرز سرخ رنگ کے نقوش میں نمودار ہوتی ہیں۔ یہ نقوش بہت مختصر ہوتے ہیں۔ حواس انہیں انلارج کرتے ہیں۔ ان میں بہت سے واقعات عامیانہ ہوتے ہیں اور بہت سے حالات روزمرہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور بہت سے حوادث بھی شامل ہوتے ہیں۔ ان پر جب توجہ مرکوز ہوتی ہے تو حوادث تصویروں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ ان تصویروں کو دیکھنے والا مستقبل کے حالات اور واقعات کا اندازہ کرلیتا ہے۔ دراصل یہ ایک طرح کا مطالعہ ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ فہم و فراست رکھنے والے حضرات کا نتیجہ بھی اسّی (۸۰) فیصد سے زیادہ درست نہیں ہوتا۔ ان تصویروں سے سو فیصد درست نتیجہ صرف اہلِ شہود حضرات ہی نکال سکتے ہیں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے، "مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔

"شہود" روحانیت کی ایک اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے اندر یہ صفت بیدار ہو جاتی ہے کہ اس کا شعور اور لاشعور دونوں متوازی Parallel ہو جاتے ہیں۔ چہرہ شناسی کی صلاحیت بیدار کرنے کے لئے مراقبہ بہترین عمل ہے۔ مراقبہ کے ذریعہ اپنے اندر ماضی کے ریکارڈ (جس کو لاشعور بھی کہا جاتا ہے) سے ہم واقف ہو جاتے ہیں...... ! لاشعور چونکہ ریکارڈ ہے، اس لئے ماضی اور مستقبل نظر آجاتے ہیں......

توجہ فرمایئے ! ہم جب اپنے جوانی اور بڑھاپے کا تذکرہ کرتے ہیں تو ماضی کا تذکرہ کرتے ہیں...... اس لئے کہ ہمارے اسلاف بھی ہماری طرح جوان اور بوڑھے ہوئے ہیں۔ ہم جب اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ کہتے ہیں تو دراصل اپنے اسلاف کی جوانی اور بڑھاپے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یعنی ہمارے اسلاف کی جوانی اور بڑھاپا...... جو گزر چکا ہے، ہمارا مستقبل ہے

کتاب خواب اور تعبیر میں لاشعور کے مطالعہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کا مطالعہ گہرے تفکر کیساتھ کریں...... انشاء اللہ بات سمجھ میں آجائے گی۔

☆☆☆

سوال : میں آپ کی کتابیں ذوق و شوق سے پڑھتی ہوں آپ نے روحانی علوم کو جس طرح سائنسی انداز میں پیش کیا ہے...... بلاشبہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی روحانی اور سائنسی توجیہات پر مشتمل کتاب محمد رسول اللہ (جلد دوئم) میں آپ نے لکھا ہے، "انسان کے مادی وجود کے اوپر روشنیوں کے دو غلاف ہیں۔ ایک غلاف میں روشنیاں پوزیٹو اور دوسرے غلاف میں نیگیٹو، پوزیٹو ہوتی ہیں۔ ان روشنیوں کے فلو سے حواس بنتے ہیں۔ نیز آپ نے لکھا ہے کہ، ہمارا جسمانی نظام وولٹیج Voltage پر چل رہا ہے۔ وولٹیج Current کی مقداروں میں کمی بیشی سے جسمانی نظام متاثر ہوتا ہے مختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں اور انسان کرنٹ کے صحیح بہاؤ سے صحت مند رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وولٹیج کی مقداروں میں کمی بیشی کی وجوہات کیا ہیں اور انہیں کیسے کنٹرول کر سکتے ہیں ؟

(عالیہ خاتون۔ سانگھڑ، نادرہ مبین۔ کوئٹہ)

جواب : مادے کے اندر تفکر کیا جائے تو مادی قوانین اور مادی خصوصیات معلوم ہوتی ہیں۔ جب ہمارا ذہن مادے کی گہرائی میں جستجو کرتا ہے تو ایسی دنیا کا پتہ چلتا ہے جو مادیت کی بنیاد ہے۔ اس کو ہم لہروں کی دنیا یا روشنی کی دنیا کہتے ہیں۔ سائنس دانوں نے مادے کے اجزائے ترکیبی تلاش کئے تو ایٹم اور ایٹم کے ذرات سامنے آئے۔ ایٹمی ذرات میں الیکٹران کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں کہ وہ دوہری خصوصیات کا مالک ہے۔ ایک طرف مادی ذرہ ہے تو دوسری طرف لہر ہے۔ ایٹم کے اندر موجود لہروں کا نظام روشنی کی دنیا کا سراغ دیتا ہے۔ سائنسی اصول کے مطابق اگر الیکٹران اور پروٹون کی تعداد میں تبدیلی

کردی جائے تو ایٹم اپنی ماہیت تبدیل کردیتا ہے۔ گویا وہ ایٹمی ذرات جو لہروں کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں ان میں تبدیلی واقع ہو جائے تو عنصر شکل بدل لیتا ہے۔ روشنی کی دنیا میں تبدیلی واقع ہوتی ہے تو مادی تشخص میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ جس طرح ہر مادی وجود کے ساتھ لہروں (برقی رو) کا نظام کام کرتا ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی برقی نظام کارفرما ہے۔ روحانی علوم کے مطابق انسان محض گوشت پوست، ہڈیاں اور خون سے مرکب ایک پتلا نہیں بلکہ خاکی وجود کے اندر نوری جوہر بھی ہے اور یہی نوری جوہر اس کی اصل ہے۔ جوہر برقی رو یا کرنٹ ہے۔

انسان کے اندر بنیادی طور پر تین جنریٹر کام کرتے ہیں۔ یہ جنریٹر تین طرح کے کرنٹ پیدا کرتے ہیں۔ ان تینوں کرنٹ کے مجموعے کا نام انسان ہے۔ ان تینوں جنریٹروں کو ایک مرکزی پاور اسٹیشن کنٹرول کرتا ہے۔

جنریٹر نمبر 1 سے پیدا ہونے والا کرنٹ نہایت لطیف اور تیز رفتار ہے۔ رفتار تیز ہونے کی وجہ سے اس کرنٹ کا عکس انسانی دماغ کی اسکرین پر بہت دھندلا پڑتا ہے۔ اس کرنٹ کے دو حصے ہیں۔ ایک زیادہ طاقت کا حامل اور دوسرا کم طاقت رکھنے والا۔ ایک ہی برقی رو پہلے تیز رفتار ہوتی ہے اور بعد میں اس کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ زیادہ طاقت ور یا تیز رفتار کرنٹ کائنات کا شعور یا کائنات کا ریکارڈ ہے اور کم طاقت کا حامل کرنٹ "واہمہ" ہے۔ واہمہ گہرا ہو کر خیال بن جاتا ہے۔

جنریٹر نمبر 2 سے بھی دو طرح کی برقی رو پیدا ہوتی ہے۔ ایک منفی اور دوسری مثبت۔ منفی لہر واہمہ میں داخل ہوتی ہے تو واہمہ خیال بن جاتا ہے۔ خیال پر مثبت کرنٹ غالب آجائے تو خیال تصور بن جاتا ہے۔ خیال میں خدوخال پیدا ہو جائیں تو اسے تصور کہتے ہیں۔ تصور ایسا خاکہ ہے جسے نگاہ تو نہیں دیکھتی لیکن ذہن پر شکل و صورت کے نقوش ابھر آتے ہیں......

جنریٹر نمبر 3 کی برقی رو کا کام احساسات کو گہرائی بخشنا ہے۔ یہ برقی رو موج کی شکل رکھتی ہے یعنی اس کی ایک حرکت اوپر کی طرف اور دوسری نیچے کی جانب ہوتی ہے بالفاظ دیگر یہ دو حرکات ذہن کو دو طرح کے احساسات عطا کرتی ہیں۔ اوپر کا رخ رنگینی ہے۔ اس حرکت میں تصور اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ آدمی بے اختیار عمل کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔

ان تمام باتوں کو ایک مرتبہ پھر سمجھئے ! کائنات کا مجموعی علم ریکارڈ کی صورت میں موجود ہے۔ یہ ریکارڈ حرکت میں آکر پہلے مرحلہ میں واہمہ بن جاتا ہے۔ اس حرکت کو کرنٹ نمبر 1 کہا گیا ہے۔ کرنٹ نمبر 2 کی منفی لہر واہمہ کو خیال کی صورت عطا کرتی ہے اور خیال کے ذریعے تمام مخلوقات ایک رشتہ میں بندھی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخلوقات میں تقاضے مشترک ہیں۔ مثلاً بھوک، پیاس، بقائے نسل کا جذبہ وغیرہ۔ کرنٹ نمبر 2 کی مثبت لہر انسان کو اپنی نوع کے تصورات سے آشنا کرتی ہے۔ کرنٹ نمبر 3 احساسات میں ٹھوس پن پیدا کرتا ہے۔ آدمی کے ذہن سے ہمہ وقت تینوں کرنٹ گزرتے ہیں اور آدمی بیک وقت تینوں کیفیات میں سفر کرتا ہے۔ لیکن جس کرنٹ کا عکس ذہن کی اسکرین پر گہرا ہوتا ہے، آدمی اسی کی خصوصیات میں خود کو متحرک دیکھتا ہے۔ اگر کرنٹ نمبر تین پر کرنٹ نمبر ایک کا (Sensation) غالب آجائے تو آدمی تصور، خیال اور واہمہ کی رفتار سے سفر کرنے لگتا ہے اور تمام مخفی اطلاعات فلم کی صورت میں سامنے آجاتی ہیں۔

انسان کے دماغ کا محور یقین اور شک پر ہے۔ شک اور یقین دماغی خلیوں میں ہمہ وقت عمل کرتا رہتا ہے۔ جس قدر شک کی زیادتی ہوتی ہے اسی قدر خلیوں میں موجود کرنٹ میں تعطل واقع ہوتا ہے۔ اس تعطل کے نتیجے میں وولٹیج کی مقداروں میں پیدا ہونے والی کمی بیشی سے جسمانی نظام متاثر ہوتا ہے اور مختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس کے برعکس یقین کی قوت سے وولٹیج کی مقداریں متوازن رہتی ہیں اور آدمی صحت مند رہتا ہے۔ بے یقینی ختم کرکے یقین کی دنیا روشن کرنے کے لئے مراقبہ بہترین عمل ہے۔

☆☆☆

میرا پیغام ہے!

آپ اپنے کسی دوست، رشتہ دار، معاشرے کے کسی فرد یا روحانی ڈائجسٹ کے کسی مضمون نگار کے نام کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو کسی ایک صفحے پر تحریر کرکے ارسال کردیجئے۔

☆...... میرا پیغام سیدہ سعیدہ خاتون کے نام ہے!

27 جنوری مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں منعقدہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس مبارک کے موقع پر آپ کی شدید کمی محسوس ہوئی۔ امید ہے آپ جلد ہی کراچی تشریف لائیں گی۔

(عقیل احمد۔ ملیر کراچی)

☆...... میرا پیغام سیدہ سعیدہ خاتون کے نام ہے!

آپ سے ملنے کی شدید خواہش دل میں بسی ہوئی ہے لہٰذا آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ جلد از جلد پاکستان تشریف لائیں تاکہ ہم آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرسکیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین

(الماس حمید۔ کراچی)

☆...... میرا پیغام شیخ مظفر حسین گوہر (گجرات) کے نام ہے!

میں نے آپ کا خط دسمبر کے روحانی ڈائجسٹ میں روحانی ڈاک کے کالم میں پڑھا تھا۔ جس میں آپ نے ایک صاحب جو پھلبہری کا کامیاب علاج کرتے ہیں کا ذکر کیا تھا چونکہ بدقسمتی سے میں اس مرض میں مبتلا ہوں لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ ان صاحب کا مکمل پتہ روحانی ڈائجسٹ کے ذریعے ضرور دیجئے۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔

(طیب رشید۔ مارتھ کراچی)

☆...... میرا پیغام اُن بے رحم انسانوں کے نام ہے!

جو اپنی بیٹی کو کاری کرکے مارتے ہیں اور اس کو غیرت کا نام دیتے ہیں جو اپنی بیٹی کی شادی قرآن پاک سے کرادیتے ہیں اس کی خواہشوں کا گلا گھونٹ دیتے ہیں جو اب تک عورت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں کرتے جو اپنی نوجوان بیٹیوں کی شادی کسی بوڑھے سے کرادیتے ہیں خدارا اس دن سے ڈریئے جب اللہ پاک کی پکڑ آئے گی آج کس کی بادشاہی ہے جب اللہ پاک سوال کرے گا کہ یہ بیٹی کس جرم میں قتل کردی گئی۔ خدا کو کیا جواب دے پاؤ گے قبل اس کے کہ وہ دن آئے سوچو اور عورت کو جائز حقوق سے محروم مت کرو ایسا نہ ہو کہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیئے جاؤ پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔

(عبدالکریم منصوری۔ لقمان کوریجہ بالا)

☆...... میرا پیغام اپنی بہت ہی پیاری بہن صائمہ عبدالحق کے نام ہے!

میری طرف سے آپ کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک آپ کے لئے میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا ہر روز روزِ عید اور ہر شب شب برأت ہو۔ (آمین)

بہت ساری نیک دعاؤں کے ساتھ

(آپکی چھوٹی بہن، اسماء عبدالحق)

☆...... میرا پیغام اپنی دوست مریم کے نام ہے!

مریم میں تمہیں تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے لیٹر بھیج چکی ہوں مگر تمہارا جوابی خط ابھی تک نہیں ملا محترمہ خط پڑھ کر اسے کسی کونے کھدرے میں رکھنے کی بجائے فوراً جواب بھیج دیا کرو میں انتہائی مصروفیت کے باوجود تمہارا ملتے ہی جواب بھیج دیتی ہوں مگر تم ——

(خدیجہ ایمن۔ لاہور)

☆...... میرا پیغام کزن آکاش کے نام ہے جو کوئٹہ میں مقیم ہیں!

تمہیں بھلانا ہی اول تو دسترس میں نہیں جو اختیار بھی ہوتا تو کیا بھلا دیتے

(شمسہ عرف کنول۔ راولپنڈی)

☆...... میرا پیغام اپنی بھابھی عائشہ سلیمان کے نام ہے!

جو کہ کلر سیداں میں رہائش پذیر ہے۔ جہاں رہو تم، رہو مگر خیریت کے ساتھ اٹھائے ہاتھ تو یاد ایک ہی دعا آئی

(کنول آکاش۔ راولپنڈی)

☆...... ہمارا پیغام اپنی دوست عشرت جہاں کے نام ہے!

ان کی سالگرہ کے موقع پر خوبصورت تحفہ

تیری سالگرہ پر یہ دعا ہے میری
کہ یہ سال مبارک ہزار سال آئے
کہ خدا ہر سال تجھے خوشیوں سے ہم کنار کرے
تیری زندگی میں کبھی نہ کوئی غم آئے

(الماس حمید۔ کراچی)

☆...... میرا پیغام ان تمام بہن بھائیوں کے نام ہے!

جنہوں نے میری طرح اپنی سالگرہ 29 فروری کو منائی اب یہ تاریخ چار سال بعد آئے گی میں اپنی طرف سے ان تمام لوگوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کو ہوں کہ خدا ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق اور برائی سے بچنے کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین

(عبدالغفار۔ میرپور خاص)

☆...... میرا پیغام معروف دانشور اشفاق احمد صاحب کے نام ہے!

حال ہی میں آپ کا نشر ہونے والا پروگرام "زاویہ" میرا پسندیدہ پروگرام تھا خصوصاً آپ کی نگھری باتیں پوری پاکستانی قوم کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ "زاویہ" کے بہت سے پروگرام میں نہیں دیکھ سکا جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ انہیں کتابی شکل میں شائع فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین و حضرات اس سے مستفید ہوسکیں۔

(محمد بلال بخاری۔ کوٹ ادو)

مرتبہ: محمد ذیشان خان

حاصلِ مطالعہ

آپ اپنے ذوقِ مطالعہ سے دوسروں کو بھی متاثر اور مستفید کرسکتے ہیں۔
وہ اس طرح کے اپنا حاصلِ مطالعہ، کتاب کے حوالے کے ہمراہ ہمیں ارسال کردیں۔

ہور سناؤ کی حال چال اے

اچھا تو پھر خدا حافظ، بھئی ٹھہرو تو سہی اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ کوئی بات رہ تو نہیں گئی، نہیں...... لیجئے آدھ گھنٹہ سے ہم لوگ فون پر گفتگو کررہے ہیں تمام باتیں تو ہوچکیں، لیکن پھر بھی یار کیا حال ہے؟ بتایا تو ہے ٹھیک ہے اچھا تو پھر، اوہو تمہیں جلدی کس بات کی ہے، باقی سب خیریت ہے ناں؟ ہاں بتا تو چکا ہوں خیریت ہے اور اس کے علاوہ بھی خیریت ہے اچھا تو پھر خدا حافظ، اوہو اب یاد آیا ایک بات تو پوچھنا بھول ہی گیا وہ کیا بات ہے ہور سناؤ کی حال چال اے۔

یہ آخری فقرہ ہم پاکستانیوں کا تکیہ کلام ہے اور یہ عین اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب ہم دنیا جہاں کی باتیں کرچکے ہوتے ہیں اور کہنے کو کچھ باقی نہیں رہتا۔ تب پوچھا جاتا ہے کہ ہور سناؤ کی حال چال اے۔ شنید ہے کہ ایک سابق صدر سے ملنے کے لئے جب ایک غیر ملکی سربراہ مملکت تشریف لائے تو مترجم کے توسط سے جو گفتگو ہوئی وہ کچھ یوں تھی۔ سابق صدر کہتے ہیں، ان سے پوچھو ان کی طبیعت کیسی ہے؟ غیر ملکی سربراہ اپنی زبان میں جواب دیتا ہے اور مترجم اس کا ترجمہ کرکے کہتا ہے کہ جناب فرماتے ہیں کہ ان کے بال بچے کیسے ہیں؟ اس کا جواب بھی آگیا۔ اچھا ان سے پوچھو ان کا کیا حال چال ہے؟ بتایا گیا کہ غیر ملکی سربراہ کہتے ہیں کہ حال چال ٹھیک ہے اچھا تو ان سے پوچھو کہ طبیعت تو ٹھیک ہے۔ مترجم نے بعید ادب کہا کہ جناب یہ پوچھا جاچکا ہے اس پر کہا گیا کہ اچھا ان سے پوچھو کہ بال بچے راضی ہیں؟ مترجم نے پھر کہا جناب یہ بھی پوچھ چکے ہیں۔ اس پر سابق صدر نے کہا اچھا تو پھر ان سے یہ پوچھو کہ ہور کی حال چال اے؟

(اقتباس: گزارا نہیں ہوتا، مستنصر حسین تارڑ)
مرسلہ: خالدہ پروین۔ میرپور آزاد کشمیر)

کشتی میں پانی

انسان کو ظاہر میں ہر وقت دنیا کے ساتھ رہنا چاہئے اور باطن میں حق کے ساتھ وہ اس لئے کہ اگر کشتی پانی کو اندر آنے دے تو وزنی ہوکر ڈوب جاتی ہے...... دنیا میں رہو اس سے فائدہ اٹھاؤ Have full advantage کیونکہ یہ تمہارے لئے ہے لیکن اس کی محبت کو اندر نہ آنے دو اس کے شوق کو شدید نہ کرو ورنہ کشتی ڈوب جائے گی۔

شوق اس قدر نہ پالو کہ اگر خدانخواستہ پورا نہ ہو تو اندر ڈائنامائٹ بلاسٹ ہی ہوجائے کیا فائدہ جو ساری عمر کنکر، سنگریزے اور منکے چننے میں گذر جائے۔

(اقتباس: ایک محبت سو ڈرامے۔ اشفاق احمد
مرسلہ: انیلہ اسلم۔ جوہر ٹاؤن لاہور)

وجہ مقبولیت

مجھے ایک ایسے جنازے میں شرکت کا اتفاق ہوا جس میں مرحوم کے بیٹے اور ورثا دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ لوگ انہیں دلاسا دیتے تھے۔ مگر ان کے آنسو تھے کہ تھمنے میں نہیں آتے تھے۔ میں نے زندگی میں بہت سوگوار خاندان دیکھے ہیں لیکن اس قدر دلدوز آہیں اس سے پہلے کبھی نہیں سنیں۔ حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ آہ و بکا کرنے

والوں میں صرف مرحوم کے ورثا نہ تھے بلکہ گردونواح کے دکاندار بھی ماتم میں برابر کے شریک تھے۔ اپنوں اور غیروں میں اس قدر مقبولیت بلکہ محبوبیت کا مظاہرہ یقیناً میرے لئے قابلِ رشک تھا تاہم ایک شخص نے مجھے بتایا کہ دراصل مرحوم بہت زیادہ مقروض ہو کر فوت ہوئے ہیں۔

(اقتباس: خندہ مکرر۔ عطاالحق قاسمی
مرسلہ: یاسمین گل۔ پیپلز کالونی، فیصل آباد)

اسلام + فرقہ = صفر

اسلام جب اللہ کا دین ہے تو اسے اللہ کی رضا حاصل ہونا چاہئے اور اللہ کی رضا ہی مسلمانوں کی سرفرازی کی ضامن ہے۔ آج کے مسلمانوں کی زبوں حالی اس لئے ہے کہ اسلام میں ملاوٹ ہو گئی ہے ابھی وقت ہے فرقوں سے الگ ہو کر وحدتِ ملت کی طرف سفر کیا جائے، ورنہ اگر وقت ہاتھ سے نکل گیا تو خدانخواستہ ہر مسجد، مسجد قرطبہ بن کر رہ جائے گی، ماضی کی یادگار، عظیم یادگار مسجد قرطبہ حال اور مستقبل سے محروم، ہم مسلمان ہیں، یہی ہمارا فرقہ ہے۔ یہی ہماری طریقت ہے اور یہی ہماری جمعیت، کلمہ طیّب ہی کلمہ توحید ہے، اسی دنیا پر وحدتِ ملت کی عمارت استوار کی جاسکتی ہے مسلمان متحد ہو جائیں تو کامیابی ان کا مقدر ہو جائے، ورنہ اسلام میں فرقہ سازی کا عمل ہمیں اسلام سے اتنا دور لے جائے گا کہ ہم مسلمان کہلانے کے قابل ہی نہ رہیں گے۔

(اقتباس: "دل دریا سمندر"۔ واصف علی واصف
مرسلہ: رزمینہ رفیق۔ رحیم یار خان)

عنکبوت

مکڑی اپنا گھر (جالا) تاروں سے بناتی ہے ہر تار دراصل چار باریک تاروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ پھر ہر باریک تار ہزار (1000) تاروں سے تیار ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر جالے کا ہر تار چار ہزار (4000) تاروں سے بنتا ہے۔ مکڑی کے جسم میں چار ہزار (4000) باریک نالیاں ہوتی ہیں۔ ہر نالی سے ایک تار نکلتا ہے۔ ذرا آگے چار (4) سوراخ ہوتے ہیں۔ ہر سوراخ میں ایک ہزار (1000) تار داخل ہو کر ایک تار کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دم کے آخر میں ایک نالی ہوتی ہے جس میں سے یہ چار تار گزر کر دھاگا بن جاتے ہیں۔ مکڑی چھت کے شہتیروں سے گوند نکال کر تاروں پر لگاتی ہے۔ پھر ان تاروں سے اپنا گھر بناتی ہے۔ مکڑی مسدس شکل کا ایک ایسا جالا تیار کرتی ہے جس کا ہر ضلع نصف قطر کے برابر ہوتا ہے۔ انسان نے مسدس شکل کا سبق اسی مہندس (مکڑی) سے لیا تھا۔

جو لوگ معجزاتِ تخلیق سے غافل رہتے ہیں وہ اللہ کی صحیح عظمت و رفعت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ ایک چھوٹی سی ترغیب بھی انہیں راہ راست سے منحرف کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ یہ لوگ آزاد ہوا کے ہاتھ میں کھلونا بن کر دولت پرستی و حکام پرستی پر اتر آتے ہیں اور نہایت ذلیل مقصد کی تکمیل میں شب و روز سرگرداں رہتے ہیں۔ مکڑیوں کی طرح ان کا کام مکھیوں کا شکار ہوتا ہے اور بس

ترجمہ: جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے تعلقات گانٹھ لیتے ہیں وہ اس مکڑی کی طرح ہیں (جو مکھیوں کے شکار کے لئے) جالا تان لیتی ہے۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ مکڑی کا گھر دنیا میں کمزور ترین گھر ہے۔ (عنکبوت 41)

(اقتباس: دو قرآن۔ غلام جیلانی برق
مرسلہ: وقار عظیم۔ رتہ امرال راولپنڈی)

دیا جلائے جاؤ

ماضی کی سوگواری سے انسان کو اتنی گہری وابستگی نہیں ہونی چاہئے۔ انسان کو پیچھے نہیں آگے دیکھنا چاہئے ...... ایک دیا بجھ گیا تو اسے مقدر کیوں سمجھا جائے آگے ہر قدم دیا جلایا جاسکتا ہے جب منزل ڈھونڈنے کے اتنے مواقع موجود ہوں تو کوئی اتنا احمق کیوں بنے کہ کولہو کے بیل کی طرح ساری زندگی بجھے ہوئے دیئے کا طواف کرتا رہے۔

(اقتباس: جنت کی تلاش۔ رحیم گل
مرسلہ: انیلہ اسلم۔ جوہر ٹاؤن لاہور)

قندِ سخن

آپ کے پسندیدہ اشعار پر مشتمل خوبصورت سلسلہ

ابتدا میں نے تیرے نام سے کی ہے یا رب
پاک ہے تیری ذات تو ہے بڑا ربِ کریم
ہر مصیبت میں پکارا ہے تجھ ہی کو میں نے
رحمتیں مجھ پر رہیں تیری رحمٰن و رحیم
(مرسلہ: ثمینہ کوثر۔ چکالہ، راولپنڈی)

دوسروں کے لئے جو زندہ رہتے ہیں
اُن کے دکھ بے حساب ہوتے ہیں
روشن ہو جس سے دل کی دنیا
وہ آدمی ماہتاب ہوتے ہیں
(مرسلہ: امبر فرید۔ کراچی)

تم ہو خصلت میں اگر اپنی روش کے مالک
ہم بھی انسان ہیں اک اندازِ انا رکھتے ہیں
کچھ نہیں پا کے بھی پایا ہے بہت کچھ ہم نے
اپنا درد، اپنا گداز اپنی نوا رکھتے ہیں
(مرسلہ: زیبا ارشد۔ کراچی)

مسجد میں نہ مقتل نہ خرابات میں کوئی
اب کس کی امانت میں غم کارِ جہاں دیں
شاید کوئی ان میں سے کفن پھاڑ کے نکلے
اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں
(مرسلہ: تنویر احمد باجوہ۔ محال قصبہ پچھے سیالکوٹ)

انسان کی عظمت کو نہ خوں بار کریں گے
ہم امن کا پرچار سر دار کریں گے
دنیا سے چلن ظلم و نفرت کا مٹانا
گر جرم ہے ہم جرم یہ سو بار کریں گے
(مرسلہ: امبر فرید۔ کراچی)

مئے عرفاں مطابق ظرف کے ہے
خدا کے ہاں بھلا جام و سبو کیا ہے
(مرسلہ: فضل الرحمٰن قادری۔ شمالی ناظم آباد کراچی)

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ فردا تیرا
ایک بار اور بھی یثرب کے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا
(مرسلہ: فرحت روحی رزاق۔ سانگھڑ)

عام عرفان بھی اسی کا ہے
ذکر ذیشان بھی اسی کا ہے
وہی کرتا ہے رحم بندوں پر
نام "رحمٰن" بھی اسی کا ہے
(مرسلہ: الماس حمید۔ کراچی)

دل کو، نظر کو اُجالوں سے باخبر رکھنا
کوئی بھی رُت ہو میرے حال پہ نظر رکھنا
نہ فصلِ خواب پہ میری خزاں آئے
نہ میری عرضِ تمنا کو بے شجر رکھنا
(مرسلہ: نذر الٰہی۔ ہری پور)

کسی کے ذوق سے بڑھ کر نہ کرو مہر و وفا ہرگز
کہ اس بے جا شرافت سے بڑا نقصان ہوتا ہے
(مرسلہ: عبدالکریم منصوری لقمان کوریجہ۔ ہالا سندھ)

آسمانوں سے ہم نہیں ڈرتے
بال و پر پہ بھروسہ ہے
درد کی کاٹ جان لیوا سہی
صبر کی ڈھال پہ بھروسہ ہے
(مرسلہ: حیدر بخش لطیف خاصخیلی۔ سانگھڑ)

اسلام سے جس نے بے وفائی کی ہے
پایا نہیں میں نے اس کا انجام بخیر
(مرسلہ: عبدالخالق۔ عباس نگر، بہاولپور)

نہ فنا میری نہ بقا میری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈیے
میں کسی کا حُسنِ جمال ہوں میرا کچھ وجود عدم نہیں
(مرسلہ: ایم عدنان ساجد، موزا ایمن آباد)

ورنہ جہاں

اطمینانِ قلب سے روشن شعورِ ذات ہے
مطمئن یہ دل تم ہی سے فخرِ موجودات ہے
منکشف ہوجائیں گے کون و مکاں کے راز بھی
دشتِ کاشف پہ نظر پڑنے کی ساری بات ہے
ہوگیا دیدار جن کو خواب میں بھی آپؐ کا
اس نگاہِ ناز کے قرباں یہ کائنات ہے
دشتِ بے نوری میں چلتے جارہے ہیں خوش امید
گرچہ راہ میں اماوس کی بھیانک رات ہے
تُو کبھی تو جھانک کے دیکھے دلِ بے تاب میں
اک سمندر موجزن ہے پیار کا حرکات میں
کیف و مستی ہائے ذوقِ لامکاں نہ پوچھئے
عید ہے دن جذب میں تو رات شبِ برات ہے
زہر جو پی لے خوشی سے کلمۂ حق کے لئے
وہ عظیم المرتبت مرتبۂ سقراط ہے
یک نگاہِ مہرباں یامرشدی یا سیّدی
تاب و تب سے بھی زیادہ تلخیٔ حالات ہے
بے رحم حالات کی موجیں گو وحشت خیز ہیں
خوف کیا جب ہاتھ میں میرے تمہارا ہات ہے
ان کے صدقے شادؔ تجھ کو آگیا لکھنا ذرا
ورنہ تُو کیا ہے جہاں میں کیا تری اوقات ہے
(بی ایچ شاد۔ اسلام آباد)

ہم ان سے رسمِ محبت بڑھا نہیں سکتے
یہ ایک بار گراں ہے، اٹھا نہیں سکتے
قفس میں آ کے بھی نقشے چمن کے کھینچے ہیں
وہ رنگِ بُوئے گلستاں بھلا نہیں سکتے
علاجِ گردشِ دوراں کا کیا کرے کوئی
نصیب میں جو لکھا ہے، مٹا نہیں سکتے
ہزار بار محبت سے انحراف کریں
مگر گرے ہوئے آنسو اٹھا نہیں سکتے
کسی کے ہونے تلک ہی سکوں رہا نجمہؔ
کسی کے بعد جو گزری، بتا نہیں سکتے
(نجمۃ خان۔ بریڈفورڈ)

دل کے جہاں سے ایسا اعلان ہو رہا ہے
انسان کیوں یہ اتنا حیوان ہو رہا ہے
محنت کے تیر سے میں ان کو ختم کروں گا
میرا مصیبتوں سے پیمان ہو رہا ہے
انسانیت کی عظمت عسرت سے جل رہی ہے
بارود کا مگر اب سامان ہو رہا ہے
آپس میں الفتوں کا کوئی راستہ نہیں
دل کا چمن اسی لئے ویران ہو رہا ہے
مغرب کی جستجو کو دیکھا جو چشم سے
مشرق کا آدمی اب حیران ہو رہا ہے
احساس میں اگر ہے نیکی کی لطافت
اخلاق کی تعمیر کا امکان ہو رہا ہے
دنیا میں شجاعؔ موسم خوشیوں کا چل پڑا ہے
اس خواب کا اب یہاں میلان ہو رہا ہے
(عبداللہ شجاع۔ لاڑکانہ)

گوشۂ کتب

تبصرے کے لئے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں۔

عقیدت کا سفر (حصہ اول)

تحقیق و تالیف: حمایت علی شاعر

ناشر: دنیائے ادب۔ CB-45، الفلاح سوسائٹی۔ شاہ فیصل کالونی کراچی 75230

صفحات: 242

قیمت: درج نہیں

حمایت علی شاعر کا نام محتاجِ تعارف نہیں۔ نظمیں، غزلیں، قومی نغمے، نغمائیے، منظوم تمثیلیں، منظوم خودنوشت، فلمی گیت و نغمے، افسانے، تاثراتی اور تنقیدی مضامین، یادداشتیں، ریڈیو ڈرامے، لوک کہانیاں اور ریڈیو ٹی وی پروگرامز، حمایت علی شاعر کے وسیع دامن میں قدرت نے ان گنت گہر ہائے بے بہا ڈال دیئے ہیں۔ جس کی طویل فہرست میں سے ایک زیرِ تبصرہ کتاب بھی ہے جس میں انہوں نے 1300ء سے لے کر 1977ء تک سات سو سال کے طویل عرصے پر مشتمل نعتیہ شاعری کا انتخاب پیش کیا ہے۔ شاعر کے بارے میں مختصر معلومات بھی فراہم کی ہیں۔

تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والا فرد یہ بات جانتا ہے کہ تاریخ سوائے تکرار کے اور کچھ نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ میں بہت سی تکرار کے ساتھ ایک بازگشت ہزاروں سال سے جاری ہے جسے ہم ربُّ العالمین کے محبوب رحمۃ للعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کا نام دیتے ہیں۔ کسی نے انہیں مسیحا MESSIAH کہہ کر ان کی مدح کی، کسی نے انہیں فارقلیط کہہ کر ان کی تعریف کی، کسی نے منتریا کہہ کر انؐ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کیا، کسی نے نراشنس کہہ کر ان کے گن گائے۔ یہ سلسلہ اُس وقت سے ہی جاری ہے جب انسان نے اس سرزمین پر قدم رکھا۔ باعثِ تخلیقِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی نعت خوانی کا سلسلہ اُس روز سے ہی جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔ زیرِ تبصرہ کتاب جو سات سو سالہ نعتیہ شاعری کا انتخاب ہے، اس کی ابتداء سید محمد حسینی المعروف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی نعت سے ہوتی ہے۔ جسے مولف کتاب نے اردو کی پہلی نعت قرار دیا ہے۔ سات سو سال قبل کہی گئی اس نعت میں ایسے الفاظ موجود ہیں جنہیں متروک ہوئے بھی صدیاں گزر گئی ہیں۔ یہاں بھی حمایت علی شاعر کی انفرادیت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ان متروک الفاظ کے معنی بھی تلاش کرلائے ہیں۔

"حرفِ جستجو" کے عنوان سے کتاب کے پیش لفظ میں حمایت علی شاعر تحریر کرتے ہیں

"قرآن حکیم نے "تسخیرِ کائنات" کا جو فرض انسان کو سونپا ہے اس کی بجاآوری کے لئے وہ مسلسل آگے بڑھتا ہے اور "عبدیت" کے منصب پر فائز ہو کر حیات و کائنات کے اسرار دریافت کرتا رہتا ہے۔ خدا سے قریب تر ہونے کی کوشش اسے نگاہِ قدرت میں باوقار اور محبت کے قابل بناتی ہے اور وہ خدا کا "محبوب بندہ" ہوجاتا ہے یہاں تک کہ "خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے"

عالم انسانیت میں یہ افضل و برتر مقام صرف آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کو حاصل ہے اور ہمارے لئے رہنمائی کے چراغ انہی کے نقشِ کفِ پا ہیں"۔

اس مجموعہ کی کتابت اور طباعت عمدہ ہے ٹائٹل کو شاعروں کے ناموں سے مزین کیا گیا ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ حمایت علی شاعر صاحب کو ہمت دیں، اور وہ آئندہ بھی ایسا علمی و تحقیقی سرمایہ اگلی نسل کے لئے پیش کر سکیں۔ (آمین)

خوشبو

مصنف : سعیدہ خاتون عظیمی

ناشر : الکتاب پبلی کیشنز۔1-K-5 ناظم آباد کراچی

صفحات : 336

قیمت : 100/روپے

جب بھی کہیں چند عمر رسیدہ خواتین و حضرات اکٹھا ہوتے ہیں اور ماضی کا تذکرہ ہوتا ہے تو عموماً موضوعِ گفتگو یہی ہوتا ہے کہ گذشتہ زمانہ پُر سکون تھا، اس زمانے میں بھائی چارا، میل و محبت اور ایثار و خلوص موجود تھا اور آج کا دور بے چینی و اضطراب کا دور ہے، ذہنی انتشار نے تمام اعلیٰ قدروں کو پس پشت ڈال دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ درحقیقت یہ بزرگ محض آج کے دور یا آج کی نسل کو موردِ الزام ٹھہرا کر خود بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اسی کی فصل ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد کے ذہن میں جس قسم کی طرزِ فکر کا بیج بوتے ہیں وہ بڑھتے بڑھتے ایک روز تناور درخت کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ موجودہ نسل میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کے فقدان کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ان کے اندر اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کی بنیاد رکھنے کے لئے وہ کوششیں نہیں کی جا سکیں جیسا کہ اس کا حق تھا۔ نوجوانوں کے لئے اب تک جس قدر بھی لٹریچر شائع ہو تا رہا ہے ان میں سے اکثر کے پس پردہ مغرب کی اندھا دھند تقلید ہی کار فرما نظر آتی ہے۔ اس قسم کا لٹریچر نئی نسل میں منفی طرزِ فکر کو مزید مہمیز دینے کا کام کرتا ہے۔

زیرِ تبصرہ ناول دنیا بھر میں شائع ہونے والے بے شمار ناولوں کے درمیان اس بنیاد پر منفرد ہے کہ اس کے ذریعے نہ صرف قاری کے ذہن میں مثبت طرزِ فکر کو جلا ملتی ہے بلکہ کہانی کے مطالعے سے اس بات کی نشاندہی بھی ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ روحانی قدروں کو فروغ دینے کا عمل کہاں سے شروع کیا جائے اور کس طرح اس کی نشوونما کی جائے۔ بچپن اور جوانی کے تمام تقاضوں کی احسن طریقے سے تکمیل کے ساتھ ساتھ، اپنی اصل کی جستجو، اپنے رب کی پہچان کا سلسلہ کس طرح جاری رکھا جا سکتا ہے...... یہ سب کچھ ہمیں اس کہانی کے ذریعے سعیدہ خاتون نے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ کے رستے پر چلنے والے بندے یا بندی کو دنیا کے تمام تقاضوں سے یکسر قطع تعلق کر لینا چاہئے چنانچہ جہاں کہیں بھی اس طریقہ کار پر عمل کیا گیا فطری تقاضے زیادہ شدت کے ساتھ سامنے آکر مختلف مسائل کا سبب بنتے ہیں۔ اس کہانی میں ایک کردار شامہ کے ذریعے اس دنیا اور مرنے کے بعد کی دنیا کا ایک حسین خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ شامہ کی نو عمری ہی میں اس کے والدین اور اس کا ماحول اللہ تعالیٰ سے محبت کی طرزِ فکر کا بیج بو دیتا ہے۔ یہ طرزِ فکر جب پروان چڑھتی ہے تو عالمِ غیب کا مشاہدہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شوق شامہ کے اندر اپنی شدت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کا ضمیر اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کے لامتناہی عالم میں داخل ہونے والی شامہ کو اس عالم میں قدم بقدم آگے بڑھنے کے لئے ایک رہنما مرشد کریم کی صورت میں مل جاتا ہے جو اُسے روحانی دنیا کا اور اک عطا کرتا ہے۔ اس کہانی میں اس دنیا کا تعارف پیش کیا گیا ہے جہاں ہمیں اس دنیا سے انتقال کر کے پہنچنا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "خوشبو" ایک روحانی تحریر ہے جسے پڑھنے کے بعد قاری کے دل میں روحانی علوم کے حصول اور غیب کے مشاہدے کا شوق موجزن ہو سکتا ہے۔ کتاب کا پیش لفظ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے تحریر کیا ہے۔

احتشام الحق

شام درانی

کسی حسّاس ذہن پر جب معاشرتی رویّوں ، روایتوں اور اقدار یا قدرت کی بے شمار نشانیوں کا عکس پڑتا ہے تو شعر وافسانے میں ڈھل جاتا ہے . پاکستانی ادب رومان ، شعور ، حقیقت نگاری ، واقفیت نگاری ، باطن بینی ، خود کلامی ، تجرید ، علامت ، استعارہ اور تحیّر سے مزیّن ہے . ایک ادیب اپنے قلم سے معاشرے میں بدصورتی کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنی تخلیق سے زندگی کے حسن میں اضافہ کردیتا ہے . معاشرے ، معاشرے کے تضادات اور معاشرے کے مسائل سے صرفِ نظر کرکے اس میدان میں طبع آزمائی ممکن نہیں . اس بھاگتی دوڑتی مشینی دنیا کے اندر جذباتی گھٹن اور اعصابی تناؤ بڑھتا جارہا ہے . ایسے حالات میں شعر وادب اس تناؤ اور گھٹن کے دور کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے . ادارہ روحانی ڈائجسٹ " اردو ادب " کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن کہنہ مشق اور جواں عزم ادیبوں شاعروں کا تعارف پیش کررہا ہے .

شام درانی بیک وقت شاعر ، گلوکار ، اداکار اور نعت خواں ہیں۔ آج کل العین ، متحدہ عرب امارات میں مقیم ہیں اور وہاں کے ادبی حلقوں میں بڑے سرگرم ہیں اس سے ان کی ادب میں زبردست دلچسپی اور لگاؤ کا بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اپنے ادبی سفر میں ریڈیو پاکستان ، آل انڈیا ریڈیو کے علاوہ ہندوستان ، پاکستان اور متحدہ عرب امارات میں منعقدہ کئی مشاعروں میں شریک ہو چکے ہیں۔

ایسا لگتا ہے شاعری اور ادب سے لگاؤ انہیں ورثہ میں ملا ہے کیونکہ بچپن سے ہی اس سے دلچسپی رہی۔ ان سے جب شاعری کے باضابطہ آغاز کی بابت استفسار کیا گیا تو سوچتے ہوئے کہنے لگے کہ " میں نے باضابطہ شاعری کا آغاز دس سال کی عمر میں کیا۔ بچپن میں بچوں کی نظمیں کہا کرتا تھا"۔

ان کا پہلا شعر یہ ہے

بادل گرجے گڑ گڑ گڑ
بجلی کوندی تڑ تڑ تڑ

اپنے پسندیدہ شاعر کے بارے میں کہنے لگے "محشر درانی ، قمر جلالوی ، احمد فراز ، انور شعور اور پروین شاکر میرے پسندیدہ شعراء ہیں میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور ان کی شاعری مجھے دل میں اترتی محسوس ہوتی ہے "۔ انہوں نے شاعری میں باقاعدہ طور پر کسی استاد سے استفادہ نہیں کیا۔

اب تک جنگ کراچی، رابطہ ، ہمدرد نونہال ، تعلیم و تربیت ، انقلاب بمبئی ، فلم ایڈوانس بنگلور ، سیاست حیدر آباد دکن ، شمع دہلی ، فلمی ستارے دہلی کے علاوہ کئی دوسرے جریدوں میں بھی مشقِ سخن آزما چکے ہیں۔

آپ کا پسندیدہ شعر یہ ہے

تمام رات ترستی ہیں نیند کو آنکھیں
تم اپنی یاد سے کہہ دو نہ دن ڈھلے آئے

اپنی ادبی و ثقافتی خدمات پر انہوں نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی " بھارت سے شائع ہونے والے " درلڈ

انسائیکلوپیڈیا آف آرٹس " میں میرا تعارف درج ہے۔ سعودی عرب سے شائع ہونے والی کتاب "مشرق وسطٰی میں اردو" اور متحدہ عرب امارات سے شائع ہونے والی کتاب "جان پہچان" میں تعارف درج ہے۔ کئی ممالک کے اخبارات ورسائل میں نیز متحدہ عرب امارات کے ریڈیو سے انٹرویوز نشر ہو چکے ہیں۔ حیثیت شاعر، گلوکار اور نعت خواں 16 سال ریڈیو پاکستان سے تعلق رہا۔

پی ٹی وی کی کامیاب ڈرامہ سیریل "خدا کی بستی" میں کیریکٹر رول ادا کیا۔ اور عظیمی ریڈیو کی اردو سروس میں بھی شمولیت اختیار کر چکا ہوں۔

1990ء میں شالیمار ریکارڈنگ کمپنی آف پاکستان نے میری آواز میں بہزاد لکھنوی کی نعتوں کی کیسٹ "رنگِ بہزاد" کے نام سے ریلیز کی۔ میری آواز میں کئی گیت بھی مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر ہوتے رہتے ہیں"۔

☆☆☆

شام درانی کی ایک غزل

رہِ حیات میں ایسے بھی مرحلے آئے
نہ جانے کیوں تری محفل میں ہم چلے آئے

قریب ہوتے ہوئے بھی نہ مل سکے تم سے
کبھی کبھی تو کچھ ایسے بھی فاصلے آئے

تمام رات ترستی ہیں نیند کو آنکھیں
تم اپنی یاد سے کہہ دو نہ دن ڈھلے آئے

نہ آیا دشت نوردی میں کوئی سمجھانے
جو آئے راہ میں پاؤں کے آبلے آئے

افق سے جھانکتا رہتا ہے شام کو سورج
سنا ہے جب سے وہ ملنے کو دن ڈھلے آئے

انا للہ و انا الیہ راجعون

0...... گذشتہ دنوں نگران مراقبہ ہال برائے خواتین حیدر آباد منظور النساء صاحبہ کی پھوپھی رحلت فرما گئیں۔

0...... قلندر شعور اکیڈمی مرکزی مراقبہ ہال لیول تھری کی جواں سال طالبہ مریم گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

0...... محمود آباد کراچی میں عظیمیہ روحانی لائبریری کی رکن ثریا کے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔

0...... مراقبہ ہال جہلم کے نگران ڈاکٹر تنویر حسین کی جواں سال بہن نعیمہ کوثر ایک ماہ شدید بیمار رہنے کے بعد قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

0...... سلسلہ عظیمیہ کے رکن اور مراقبہ ہال وہاڑی کے سینئر رکن عبدالقیوم گذشتہ دنوں وفات فرما گئے۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ کو چھوڑا ہے۔

0...... وہاڑی مراقبہ ہال کے رکن مدثر کی والدہ اور محمد عاشق کی دادی اماں کا انتقال ہو گیا۔

0...... مراقبہ ہال سیالکوٹ کے رکن اعظم مشتاق کے دادا جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

0...... مراقبہ ہال لاہور کی رکن ماہ جبین کی والدہ اور انور رانی کی ساس قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں۔

0...... چنیوٹ میں مراقبہ ہال کے رکن اعجاز حسین کے والد امیر بخش اور محمد یوسف کے بھائی محمد سلیم گذشتہ دنوں انتقال کر گئے۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ مرحومین کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

خوابوں کے مخفی راز

محمد طاہر بخاری

خواب آدمی کو ایک ایسی حیرت انگیز اور ماورائی دنیا میں پہنچا دیتے ہیں جہاں نہ وقت کی قیود ہیں نہ فاصلوں کی مجبوریاں اور جہاں حسن و دلکشی اور روحانی سکون کی فضا موجود ہے۔ خواب اکثر اوقات فرحت بخش اور مسحور کن ہوتے ہیں جو ہمیں عرفان ذات کے راستوں پر گامزن کر دیتے ہیں۔

مراقبہ ہماری صلاحیتوں کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور ارتکازِ توجہ کو بڑھانے سے ہم دیکھتے ہیں کہ ہم خواب کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دوسری تکنیک سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔ یہ تکنیک ہمیں ان تمام ورائے عقل باتوں سے آگاہ کرتی ہے جو دورانِ خواب پیش آتی ہیں۔

جب کسی مزاحمت کے بغیر آپ خواب کی بظاہر خلافِ عقل باتوں کو سمجھ لیتے ہیں تو آپ دراصل شناخت کے نقطہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی آپ فوراً کہتے ہیں کہ ارے یہ خواب ہے اور یہی شناخت آپ کو دراصل روشن خوابوں (Lucid dream) کی طرف لے جاتی ہے۔

مثلاً اپنے ایک خواب میں مَیں نے دیکھا کہ ایک بہت مصروف سڑک پر کھڑا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ یہ برطانیہ کی ایک سڑک تھی لیکن جب میں نے دکان کے اوپر نام دیکھا تو فرانسیسی میں تھا۔ یکایک حیرانگی کے ساتھ ایک حقیقت مجھ پر آشکارا ہوئی جو عموماً ان ہی قسم کے روشن خوابوں میں ہوتی ہے۔ برطانیہ کی اتنی مصروف سڑک پر موجود دکان پر فرانسیسی نام ہونا یقیناً ایک خواب ہی ہو سکتا ہے۔ مگر میں اس خوابی دنیا میں بالکل بے بس تھا۔

اسی طرح ایک موقع پر میں خواب میں مختلف ادوار میں سفر کر رہا تھا وقت کے سفر کا یہ میرے لئے پہلا موقع تھا۔ اس دوران ایک دفعہ میں 1930ء کے دور میں پہنچ گیا اور جنوبی افریقہ کی کرکٹ ٹیم سے ملا پھر برطانیہ کے سفر پر روانہ ہوا۔ (اس دوران جب میں نے ٹیم کو بتایا کہ میں سفر میں ہوں تو انہوں نے عدم دلچسپی کا اظہار کیا)

اچانک مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ مختلف ادوار میں سفر صرف خواب میں ہی ممکن ہے اور یہی چیز خواب کو روشن اور واضح بناتی ہے۔ لیکن مختلف اوقات کے اس سفر کے دوران میں اس قدر لطف اندوز ہو رہا تھا کہ میں خوف سے الجھنے لگا کہ آیا میں اس کو جاری رکھوں یا اصلی حالت میں واپس پہنچ جاؤں۔ آخر کار میں نے روشن خوابوں کی اسی حالت میں رہنا پسند کیا۔

خوابوں کے دوران غیر متوقع صورت حال کو سمجھ لینا اور پھر یہ یقین کر لینا کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں یہ سب دن کے وقت زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔

جب ہم ایک دفعہ سو جاتے ہیں تو عجیب و غریب صورتِ حال ہمارے لئے معمول ہوتی ہے۔ لہٰذا روشن خواب کے لئے حالتِ نیند میں دن کے وقت جیسی چستی ضروری ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مختصر مراقبہ کے ذریعے ذہن اپنی صلاحیتوں کا مشاہدہ کر کے ان سے مدد لیتا ہے۔ لیکن دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ دن کے اوقات میں جس حد تک ممکن ہو خود سے سوال کریں کہ کس حد تک آپ خوابوں کی آگاہی حاصل کر پائے ہیں۔

لیکن آپ یہ کس طرح جان سکتے ہیں ؟ کیا آئندہ حالات و واقعات کے بارے میں پیش گوئی کی جا سکتی ہے ؟

آپ نل کھولتے ہیں پانی بہنے لگتا ہے۔ آپ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہیں اور آپ کو نظارے نظر آنے لگتے ہیں۔ اگر آپ کسی چیز کو نیچے پھینک دیں تو وہ اپنی جگہ رہے گی۔ ہمارا عام مشاہدہ یہ ہے کہ چیزیں اپنی حیثیت قائم رکھتی ہیں بجائے اس کے کہ اس کی ہیئت میں کچھ تبدیلی ہو؟

ایک کتاب اپنی جگہ کتاب رہتی ہے بجائے اس کے کہ وہ ایک کشن میں تبدیل ہو جائے۔ ایک میدانی علاقہ سمندری علاقے میں تبدیل ہو جائے۔ یا یہ اس لئے ہے کہ آپ فیصلہ کر سکتے ہیں اور اس پر عمل بھی کر سکتے ہیں جب آپ دوڑنا چاہتے ہیں آپ کی ٹانگیں آپ کا ساتھ دیتی ہیں، بولنا چاہتے ہیں تو لفظ ادا ہوتے ہیں، شاید یہ صرف اس لئے ہے کہ آپ نے کوئی نامناسب کام نہیں کیا جیسے کسی کے ساتھ گستاخی نہیں کی۔ لوگوں کو قتل نہیں کیا۔ اس قسم کے حقائق کی جلد تحقیق کے ذریعے اگر چیزیں اس طرح نہ ہوں جیسا کہ ان کو نظر آنا چاہئے آپ اپنے ذہن کو تیار کر سکتے ہیں اور نتیجتاً آپ خود کو خوابوں کی غیر حقیقی صورتِ حال واضح کرنے کے قابل بنا سکتے ہیں۔

تیسری تکنیک یہ ہے کہ سوتے وقت خود سے یہ کہیں کہ آپ اپنے خوابوں کو سمجھ رہے ہیں۔ یہ عمل کئی دفعہ دہرائیں اور بار بار کہیں کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں خوابوں کے واقعات کو تصورات میں لائیں اور جہاں جہاں خلافِ عقل باتیں ہوں ان کو سمجھیں اپنی سوچ کے ذریعے اپنی مدد آپ کریں اور چوبیس گھنٹوں میں دن کے اوقات میں زیادہ سے زیادہ اپنے شعور کو متحرک رکھنے کی کوشش کریں بجائے اس کے کہ نیند کے اوقات میں پریشان ہوں اس طرح سے آپ دیکھیں گے کہ آپ کی حالتِ بیداری اور حالتِ نیند کے واقعات میں ایک ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی اور ایک ایسا تسلسل پیدا ہو جائے گا کہ آپ نیند کے دوران بھی اتنے ہی متحرک ہو جائیں گے جتنے بیداری کے اوقات میں ہوتے ہیں۔ **Muldoon** نامی ماہر جسے بیرونِ جسم تجربات (OBE) کا مستند مصنف سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی حالتِ نیند میں شعور کی بیداری کے کچھ اسی قسم کے طریقہ کار سے اتفاق کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد ایسا تصور کرتا ہے کہ جس میں آپ کا جسم اوپر کی جانب پرواز کر رہا ہے۔ مثلاً آپ تالاب کی اوپری سطح پر ہیں۔ سیڑھی پر یا لفٹ پر چڑھ رہے ہیں۔ جب آپ ممکنہ حد تک اوپر چڑھ جائیں تو اس کام کو مزید جاری رکھ سکتے ہیں۔ یا ختم کر سکتے ہیں۔ روشن خواب کے مراحل میں داخل ہو سکتے ہیں اور OBE کے بارے میں تجربہ کر سکتے ہیں۔

چوتھی تکنیک یہ ہے کہ آپ اپنے لئے خود ایک ٹارگٹ مقرر کرلیں کہ حالتِ نیند میں آپ گھر کے کسی حصے میں ہوں گے دن کے وقت اپنی ساری توجہ اسی طرف مرکوز رکھیں اور آخر میں رات کے وقت بھی۔ خوابوں کے اس سلسلے میں ایک تجربہ جو میں (مصنف) کیا کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اس تجربے میں شامل دوسرے لوگوں سے کہتا ہوں کہ وہ گھر میں موجود کسی شخص سے درخواست کریں کہ وہ کاغذ کے ٹکڑے پر چار نمبر لکھ کر لفافے میں رکھ کر مہر بند کر دیں اور اس لفافے کو سیڑھیوں کے نیچے میز پر رکھ دیں۔ جب خواب دیکھنے لگیں تو سیڑھی کے نیچے کی جگہ کو اپنا ٹارگٹ بنالیں۔ عالمِ خواب اس لفافے کو کھولیں اور نمبر پڑھنے کی کوشش کریں۔

میں (مصنف) اپنے ٹارگٹ کا رجحان زیادہ تر ESP کی طرف رکھتا ہوں۔ اس تجربے کے دوران ضروری نہیں کہ آپ واقعتاً لفافے کو کھولیں اور نمبر پڑھیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ آپ خواب میں غیر معمولی حسیاتی ادراک (ESP) کے ذریعے لفافے کو کھول کر اس پر لکھا نمبر پڑھیں۔

ESP کے نقطہ نظر سے اصل مسئلہ یہ ہے کہ کچھ لوگ کام بڑی اچھی طرح انجام دے لیں گے۔ خواب کے دوران لفافہ تلاش کر کے اس پر لکھا نمبر بھی پڑھ لیں گے۔ لیکن عام طور پر یہ اتنا مبہم ہوتا ہے کہ اگلی صبح وہ یاد نہیں رہتا۔

(اس موضوع پر لکھنے والے ایک مشہور مصنف

فوکس دعویٰ کرتے ہیں کہ روشن خواب کے دوران انہوں نے امتحانی پرچوں کے کئی سوال دیکھے اور یاد رکھے) روشن خواب کے نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اس مشق کے نتائج بہت جلد ہی سامنے آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک آدمی اس طریقہ کار کے ذریعے تیسرے ہی دن یہ اطلاع دیتا ہے کہ "میں خود کو گھر کے باغ کے پچھلے حصے میں کھڑا پاتا ہوں اور گھر کی طرف دیکھ رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ گھر میں کچھ ہے جو مجھ کو تلاش کرنا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے کہ میں نے خواب کے دوران اس کو تلاش کرلیا میں نے یقین کرلیا کہ یہ یقیناً خواب ہے۔ میرا گھر بالکل پہلے کی طرح تھا۔ آسمان ستاروں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے خود سے کہا کہ مجھے گھر کے اندر جانا چاہئے۔ میں جانتا تھا کہ میں ستاروں کے جھرمٹ میں ہوں اور گھر میں داخل ہونے کا یہی راستہ ہے۔ اس جگہ آکر خواب ختم ہو گیا اور پھر دوسری چیز کے مطابق غیر واضح خواب نظر آنے لگے"۔

تھوڑے عرصے بعد ایک دوسرے آدمی نے اطلاع دی کہ "میں ایک راستے پر چلا جا رہا تھا اگرچہ رات کا وقت تھا لیکن میں واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ سیڑھی سے نیچے اتر کر **Dining room** میں پہنچ گیا۔ لفافے کو میں نے میز پر رکھا پایا مگر اس کو اٹھا نہ سکا لیکن اگلے لمحے لفافہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اس کے اندر یقیناً کچھ تھا جب میں نے اس کو دیکھا تو اس پر کچھ لکھا تھا جسے میں پڑھ نہ سکا"۔

اس تکنیک میں ایک اختلاف ہے۔ جس کا تعلق پھر خیالات کے ٹارگٹ سے ہے۔ پانی سے بھرا گلاس باتھ روم میں رکھ دیں اور بہت مصالحے والی غذا کھا کر سو جائیں رات میں یقیناً پیاس محسوس ہوگی لیکن اٹھنے میں آپ بوریت محسوس کریں گے کہ اٹھ کر پانی لیں لیکن باتھ روم تک یہ سفر آپ خواب میں پورا کر دیں گے اور آپ کا شعور آپ کو مطلع کر دے گا کہ آپ خواب دیکھ رہے ہیں۔ اکثر ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہمارے خواب کسی سبب کے تحت ہیں بجائے اس کے کہ ہم خوابی دنیا کی اجنبیت کو تسلیم کرنا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے ایک خواب میں دیکھا کہ میں سڑک پر کھڑا ایک ٹاور کے پتھر پر لکھی تحریر پڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں نے خود یہ سوچا کہ یہ مضحکہ خیز ہے کیونکہ خواب کے دوران کوئی تحریر پڑھ نہیں سکتا اور اس طرح میں نے یہ یقین کرلیا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں ایک اور موقع پر میں نے دیکھا کہ میں کھڑکی سے نیچے لٹک رہا ہوں اور گرنے کے قریب ہوں۔ ایک دم مجھے احساس ہوا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں لہٰذا آسانی سے نیچے کی طرف جا سکتا ہوں میں نے بالکل اسی طرح ہی کیا اور آرام سے نیچے آ گیا۔

لوگ بھیانک خوابوں سے پیچھا چھڑاتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان کو نصیحت کی جاتی ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا سامنا کریں۔ یعنی ان کا مقابلہ کرنے اور ان کا سامنا کرنے سے روشن خواب دیکھنے کی منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اس نصیحت پر عمل کر کے حیرانگی ہوگی کہ اگر کوئی کسی سے پیچھا چھڑوا کر بھاگنا چاہتا ہے تو اس کی ٹانگیں کیوں اس کا ساتھ نہیں دیتیں۔

اور یہی نصیحت اس قابل بنا دیتی ہے کہ بندوق خنجر جسمانی یا کوئی بھی خطرناک چیز آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دن اور رات میں کئی دفعہ یہ جملہ دہرائیں کہ میرے خواب میری اپنی اختراع ہیں اور میں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور کئی خوابوں میں شروع ہی سے روشن خوابوں کی صلاحیت سے مدد لیں۔

ایک تکنیک امریکن انڈین استعمال کرتے ہیں جس میں حالتِ بیداری میں بھی آنکھیں بند کر کے بھرپور ارتکاز توجہ کیا جاتا ہے اور اپنے ہاتھوں کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس کو خود سے دہرائیں۔ اسی طرح آپ خوابوں میں اپنے ہاتھ کو دیکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور جب آپ ایسا کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ خواب دیکھ رہے ہیں۔

ایک آخری تکنیک یہ ہے کہ جب ہر صبح اپنے خواب کو یاد کریں تو اس میں خلافِ عقل چیزوں پر نظر رکھیں۔ خود سے پوچھیں کہ یہ خلافِ عقل واقعات آپ کو خوابی کیفیت سے کیوں آگاہ نہیں کرسکتے۔

خود کو اس پر مجبور کریں کہ اگلی دفعہ اس قسم کی خلافِ عقل باتیں آپ کو یہ باور کرنے میں مدد دیں کہ آپ خواب دیکھ رہے ہیں۔ جتنا زیادہ آپ اپنی خوابی دنیا سے ہم آہنگ ہوں گے اتنا ہی زیادہ آپ اس کو سمجھ سکیں گے اور اس کو مزید روشن و تاباں کرنے کی کوشش کریں گے۔

میں (مصنف) نے اکثر دیکھا ہے کہ جو لوگ اپنے خوابوں کو بے کار سمجھ کر جھٹک دیتے ہیں وہ روشن خوابوں سے ہمیشہ دور رہتے ہیں جبکہ ان کو اہمیت دینے والے اس مرحلے سے آسانی سے گذرتے ہیں۔ خوابوں کے معاملے میں یہ نظریہ کہ یہ حقیقت رکھتے ہیں ایک ایسا نکتہ ہے جو اس سلسلے میں آپ کی مدد کرتا ہے کہ آپ ان خوابوں کے بارے میں اچھا تاثر رکھیں کیونکہ ان خوابوں کے دوران آپ کے اندر فیصلہ کرنے کی ایسی ہی صلاحیت ہوتی ہے جو حالتِ بیداری میں ہوتی ہے۔ اگر آپ مسلسل یہ سوچتے رہیں کہ یہ خواب بے کار ہیں تو یہ ہوگا کہ آپ کا دماغ شعوری طور پر اس کو چھوڑ دے گا اور خواب آپ کو جن مقامات پر لے جانا چاہتا ہے وہاں نہیں پہنچنے دیتا۔ اپنے آپ کو دوبارہ تیار کریں یہ ذہن میں رکھیں کہ بیداری کا تعلق بھی بیرونی دنیا سے نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے اندر کی واردات ہے۔ حالتِ بیداری میں ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یا یوں کہ لیں ہمیں نظر آنے والی ہر کہانی کے اداکار، مصنف، ہدایت کار ہم خود ہوتے ہیں۔ یہی باتیں خوابوں کے لئے بھی بالکل درست ہیں۔ لہٰذا اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہماری زندگی ہمارے خوابوں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

جس طرح سے آپ حالتِ بیداری میں ہونے والے واقعات کے پس منظر میں اپنے وسائل کو پرکھتے ہیں اسی طرح اپنے دماغ کو خوابوں کے پس منظر میں بھی مسائل حل کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

کسی یادداشت کی مانند ان خوابوں کو بار بار دہرائیں۔ اس خواب کی نوعیت پر بار بار غور کریں۔ خود کو اس بات پر آمادہ کریں کہ ماضی کے جن خوابوں میں آپ نے جن مقامات کو دیکھا ہے۔ ان کو مستقبل کے خواب میں دوبارہ دیکھیں گے۔ بالکل ایسے ہی جیسے حالتِ بیداری میں ایک دفعہ سے زیادہ ایک مقام پر سفر کرتے ہیں اور جس طرح آپ کی زندگی کے دیگر تجربات آپ کے لئے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں بالکل اسی طرح اپنے خوابوں کو اہمیت دیں اور ان سے سیکھنے کی کوشش کریں، جس طرح سے ہم مختلف مشقوں کے ذریعے روشن اور واضح خوابوں تک دسترس حاصل کرسکتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنی عملی زندگی میں خوابوں سے اور دوسرے فوائد بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

آگے چل کر ہم یہ دیکھیں گے کہ کس طرح خوابوں کے ذریعے روحانی طاقت کو بڑھایا جاسکتا ہے اور کس طرح زندگی کے اہم اور بنیادی مسائل کا سامنا کرسکتے ہیں۔

دیگر دنیاؤں سے متعلق خواب

پہلے اس بات کا تذکرہ کیا جاچکا ہے کہ مذہبی اور روحانی روایات میں خواب کی کتنی اہمیت ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں لوگ دوبارہ خوابوں کی دنیا سے دلچسپی کا اظہار کرنے لگے ہیں۔ یہاں میں (مصنف) اس بات کا تذکرہ کروں گا کہ موجودہ مغرب کے مذہبی افکار پر افریقہ، قدیم امریکی تہذیب اور وسطی ایشیا کے قدیم شیمنک تہذیب کے اثرات پڑے ہیں۔ وہاں ابھی بھی خوابوں کو بے پناہ اہمیت دی جاتی ہے اور جتنی اہمیت اس کی تبت کے بدھ مت کی مشہور زمانہ مشق یوگا تنتر میں نظر آتی ہے اور کہیں نہیں ملتی۔ اس طرح کی تکنیک کے ماہرین نیند اور خواب کے دوران نفی ذات کی تعلیم دیتی ہے جس میں موت کی کیفیت طاری کی جاتی ہے۔

(جاری ہے)

حضرت امام جعفر صادقؓ کی طب و حکمت

حضرت امام جعفر صادقؓ علم نبوت کی روشنی سے فیضیاب ایک عظیم روحانی ہستی تھے۔ آپؓ نے مسلمانوں کو سوچ کا نیا زاویہ دیا اور انہیں عقل و وجدان کی نئی راہوں پر گامزن کیا۔ آپؓ نے جہاں دوسرے علمی و روحانی نکات پر روشنی ڈالی وہیں طب و حکمت کے حوالے سے آپ کے مندرجات بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

دو سال قبل ہم نے روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر حضرت امام جعفر صادقؓ کے علمی افکار اور سائنسی نظریات کو پیش کیا تھا اور ان نظریات و افکار کے ذریعے پہلی مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؓ کی شخصیت کو ایک عظیم سائنسدان کے طور پر متعارف کرایا تھا۔ تین اقساط پر مشتمل اس سلسلے کو قارئین کی بڑی تعداد نے نہ صرف پسند کیا بلکہ ہمیں اپنی پسندیدگی پر مبنی بے شمار خطوط بھی ارسال کئے۔ روحانی ڈائجسٹ کے ان شماروں کی خاصی مانگ رہی، آج بھی دو سال گزرنے کے باوجود گاہے بگاہے ان شماروں کی طلب پر مبنی خطوط اور ٹیلی فون کی آمد رہتی ہے۔ بیشتر لوگوں نے ان مضامین کی فوٹو کاپی کو مجلد کی شکل دینے کے بعد اپنے دوست احباب میں بھی تقسیم کیا۔

اسلامک اسٹڈیز سینٹر اسٹراس برگ (فرانس) کی ریسرچ حاصل تحقیق سے ماخوذ

حضرت امام جعفر صادقؓ نے اپنے سائنسی نظریات اس دور میں پیش کئے جبکہ ابھی مغربی و یونانی فلسفہ اور سائنس عربی میں ترجمہ نہیں ہوئے تھے۔ یہ خیال غلط ہے کہ انہوں نے اپنے نظریات یونانی علوم و فلسفے سے استنباط کیے تھے۔ ایسے میں دور جدید کی سائنس کی بنیاد رکھنا، علمی تحقیق کے لئے جدید خطوط پر راہیں استوار کرنا، اسلام کے خوشنما دامن سے توہم پرستی و روایت پرستی اور شک و وسواس کے بدنما داغوں کو دھو ڈالنا اور ہر قسم کے علوم مثلاً کیمیا، فلسفہ، طبیعات، ہیئت، منطق، طب، تشریح الاجسام (بائیولوجی)، فلکیات اور مابعد الطبیعات وغیرہ پر جامع تصنیفات رقم فرمانا حضرت امام جعفر صادقؓ کا ہی خاصہ ہے۔ آپ نے یہ تمام علوم اور افکار سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضِ نبوت علم لدنی کی روشنی میں پیش فرمائے۔ آج جبکہ ذرائع ابلاغ کے بے حد پھیلاؤ سے دنیا سمٹ گئی ہے اور جدید ریسرچ کی بدولت انسانوں کی بڑی تعداد آج سے بارہ تیرہ سو سال قبل کے انسان سے کہیں زیادہ باشعور ہوچکی ہے تو آج کے دور کا مورخ جب حضرت امام جعفر صادقؓ کے علوم کا کوئی مادی منبع نہیں پاتا تو مختلف تاویلات گھڑنے لگتا ہے۔ یوں اس کی نگاہ اس اصل حقیقت کی جانب نہیں اٹھتی کہ انسان کا باطنی شعور اس کے ظاہری شعور کے برعکس تمام دنیاوی و روحانی علوم کا خزانہ ہے۔ دورِ جدید کے علوم سے بھی اس نظریے کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور صرف

بائیولوجی کا مطالعہ ہی ہمیں یہ آگاہی دیتا ہے کہ ہمارے بدن کے خلیوں کا ہر مجموعہ ان تمام معلومات سے کماحقہ واقف ہے جو ابتدائے آفرینش سے لے کر مقامِ ابد تک کے موجود ہیں۔ اس خیال کو ایک فرانسیسی دانشور ہنری برگن (وفات ۱۹۳۰ء) نے تقریباً بیان کیا ہے۔ اس مرتبہ ہم حکمتِ جعفری کے چند گوشوں پر سے پردہ اٹھائیں گے۔

انسان خود اپنی عمر گھٹاتا ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ کے بیش بہا سائنسی نظریات میں سے ایک نظریہ انسانی عمر کی طوالت کے بارے میں ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں "انسان اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ لمبی عمر گزارے لیکن وہ خود اپنی عمر کو گھٹا دیتا ہے۔ اگر انسان فطرت کے قوانین پر عمل کرے اور ممنوعہ چیزوں سے پرہیز کرے اور کھانے پینے میں قرآنی احکامات کے مطابق عمل کرے تو وہ لمبی عمر پائے گا"۔

دور جدید کے معروف روحانی اسکالر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس نظریے کو آگے بڑھایا ہے اور اس ضمن میں فرمایا ہے کہ "روحانی نقطہ نظر سے جب کوئی بچہ بطنِ مادر سے زمین کی سطح پر آتا ہے تو اس کے اندر پانچ ہزار سال کی عمر گزارنے کے لئے روشنیوں کا ذخیرہ ہوتا ہے جس کو وہ اپنی نادانی، جھوٹے وقار اور خود نمائی کے اعمال سے اتنا زیادہ خرچ کر دیتا ہے کہ پانچ ہزار سال کی عمر پچاس یا ساٹھ سال کی عمر بن جاتی ہے یعنی پانچ ہزار سال زندہ رہنے والا توی اپنی عمر کا اسراف بے جا کر کے پچاس یا ساٹھ سال میں ختم کر دیتا ہے اور مر جاتا ہے"۔

پہلی صدی عیسوی میں رومن امپائر کی تہذیب میں لوگوں کی اوسط عمر محض بائیس سال ہوتی تھی۔ اس لئے کہ وہ لوگ اس قدر غذا کھا لیتے تھے کہ انہیں سکون کے لئے قے کرنا پڑتی تھی اگر خود قے نہ ہوتی تو ایسی ادویہ استعمال کرتے تھے جس سے انہیں قے آجائے۔ ان کے کھانے کے کمروں کے ساتھ ایک کمرہ "وی ٹوریم" نام کا بھی ہوتا تھا جہاں یہ لوگ کھانا کھانے کے بعد قے کیا کرتے تھے۔ کھانے کی اس قدر ہوس کی بناء پر ان کی اوسط عمر محض بائیس سال رہ گئی تھی۔

آج بھی غیر متوازن غذا اور ماحول کی آلودگی کی بناء پر انسان عجیب و غریب اور پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو رہا ہے۔ غیر متوازن غذا، غیر فطری معاشرت کی وجہ سے ہے اور ماحول کی آلودگی کی وجہ بھی انسان کی بے پناہ ہوس ہے جو اسے فطرت کے قوانین سے متصادم کر دیتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں آلودگی کی صورتحال اس قدر بھیانک ہو چکی ہے کہ وہاں کے انسان فضا سے چوبیس گھنٹوں میں اس قدر دھواں اپنے پھیپھڑوں میں جذب کر رہے ہیں جو چالیس سگریٹ کے مساوی ہے۔

موجودہ سائنس کے تحت اب تک جس قدر بھی ایجادات سامنے آئی ہیں وہ سب کی سب ماحول میں وائبریشن پیدا کرتی ہیں۔ اب یہ وائبریشن نچلی سطح کی ہوں یا اوپری سطح کی، ماحول کے فطری توازن کو ڈسٹرب کر دیتی ہیں۔ فزکس کے طالب علم ہماری بات کی تائید کریں گے۔ یہ خوش فہمی ہے کہ انسان مختلف وائبریشن کا عادی ہو جاتا ہے اور عادی ہو جانے کے بعد یہ وائبریشن اسے تکلیف نہیں دیتیں۔ اگر کبھی ہمارے اس خیال پر تجربات کئے گئے تو یہ نتیجہ سامنے آجائے گا کہ انسان اپنی عمر کے کسی بھی مرحلے پر وائبریشن کا عادی نہیں ہوتا۔ وائبریشن کی نچلی سطح اور اوپری سطح کی یہ لہریں بچپن سے لے کر عمر کے آخری دن تک اس کے اعصاب اور جسم کے خلیات کو مسلسل تکلیف پہنچاتی رہتی ہیں اور جسم کے خلیات پر ایسا اثر ڈالتی ہیں جیسا کہ آکسیجن آہستہ آہستہ لوہے کو زنگ آلود کر کے ختم کر دیتی ہے۔ یوں انسان کے اعصاب خطرناک حد تک فرسودہ ہو جاتے ہیں لیکن بظاہر ان کے جسمانی اعضاء میں کوئی خرابی دکھائی نہیں دیتی۔ نتیجتاً انسان کی اوسط عمر کم ہو رہی ہے۔

ماؤں کو حکیمانہ نصیحت

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ماؤں کو ایک حکیمانہ

نصیحت کی ہے کہ "اپنے شیر خوار بچوں کو اپنے بائیں جانب سلائیں"۔ کورنیل یونیورسٹی کے تحقیقی مرکز نے اس نصیحت پر جب طویل تحقیق کی تو یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پیدائش کے بعد ابتدائی ایام میں جب نومولود ماں کی بائیں جانب سوتا ہے تو اس کو دائیں جانب سونے کی نسبت زیادہ آرام ملتا ہے اور اگر اسے دائیں جانب سلایا جائے تو جلد ہی جاگ اٹھتا ہے اور بے چین ہو کر رونے لگتا ہے۔ مذکورہ تحقیقی مرکز کے محققین نے اپنی تحقیق کا دائرہ کار صرف سفید فام امریکیوں تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ انہوں نے سیاہ فام اور ریڈ انڈین بچوں پر بھی تحقیق کی ہے اور طویل تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

اس تحقیقی مرکز نے ہولوگرافی کے ذریعے ماں کے پیٹ میں جنین کی تصویریں لیں تو انہوں نے دیکھا کہ ماں کے دل کی دھڑکن کی آوازوں کی لہریں جو تمام بدن میں پھیلتی ہیں جنین کے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ یوں بچہ ماں کے پیٹ میں ماں کے دل کی دھڑکنوں کو سننے کا عادی ہو جاتا ہے۔ یوں پیدائش سے قبل کی یہ عادت بچے میں اس قدر نفوذ کر جاتی ہے کہ بچہ پیدائش کے بعد اگر ان دھڑکنوں کو نہ سنے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ جس وقت بچے کو ماں کی بائیں جانب سلایا جاتا ہے تو بچہ ان دھڑکنوں کو سن کر پرسکون رہتا ہے لیکن چونکہ دائیں جانب دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دیتیں اس لئے بچہ مضطرب ہو جاتا ہے۔

عام طور پر مائیں غیر ارادی طور پر ایسا ہی کرتی ہیں اور بچوں کو بائیں جانب ہی سلاتی ہیں۔ مثلاً افریقہ کے سیاہ فام قبائل کی عورتوں کو علم ہے کہ بچے کو بائیں جانب سینے پر رکھنے سے اس کی بھوک بڑھتی ہے اور وہ خوب دودھ پیتا ہے جبکہ دائیں طرف کے اثرات اس کے برعکس ہیں۔

گوشت خوری ناگہانی موت کا سبب ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "ہر قسم کی ناگہانی بیماری کا آخری مرحلہ خون کی خرابی ہے اور خون کی خرابی بہت زیادہ گوشت خوری سے لاحق ہوتی ہے اور جب خون میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو اچانک حملہ کرنے والی بیماری دل، دماغ یا خون پر حملہ کر کے انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ صحرا نشین عرب قبائل میں ایسا بہت کم ہوتا ہے"۔

آج بھی ایسے عرب بدو کم ہی بیمار ہوتے دیکھے گئے ہیں جن کی غذائی عادات اور طرزِ بود و باش ایک ہزار سال قبل کے بدوؤں کی مانند ہے۔ یہ لوگ کھجوریں کھاتے ہیں اور اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں۔ اونٹنی کا دودھ جہاں جسم کو ضروری غذائی مواد فراہم کرتا ہے وہیں اس کے ساتھ ساتھ بدن میں رطوبت کے پیدا ہونے سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ جدید تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ بعض دائمی امراض میں سے کچھ رطوبت کی ہی بناء پر پیدا ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ یوریا اور یورک ایسڈ اسی رطوبت کا ایک حصہ ہیں۔ صحرا نشین عرب قبائل جن کی مثال حضرت امامؑ نے دی، یہ لوگ گوشت نہایت کم مقدار میں استعمال کرتے تھے وہ بھی سال میں صرف ایک مرتبہ جبکہ وہ حج کے لئے مکہ آتے تھے اور جب تک مکہ میں قیام کرتے گوشت ہی استعمال کرتے لیکن جب اپنے علاقوں میں واپس لوٹتے تو ان کے غذائی معمولات برقرار رہتے۔ اس لئے گوشت ان کے علاقوں میں دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ عرب صحرا نشینوں کی زندگی اس قدر کٹھن ہوتی تھی کہ کھانے پینے میں افراط ممکن ہی نہ تھی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "جب تک مدینے میں لوگ گوشت اور دوسری مرغن غذائیں کھانے میں افراط سے کام نہیں لیتے تھے سو سال کی عمروں تک جیتے تھے۔ اب جس چیز نے مدینے کے مکینوں کی عمریں گھٹا دی ہیں وہ زیادہ گوشت خوری ہے۔ اب بھی اگر مدینے کی نواحی بستیوں میں سکونت پذیر قبائل کا مشاہدہ کیا جائے تو ان میں سو سال سے زیادہ عمر کے مرد اور عورتیں مل جائیں گے۔ ان میں سے بعض بوڑھے افراد تو ایسے بھی ہیں جن کے دانت سو سال کی عمر میں بھی سلامت ہیں۔ جو لوگ

گوشت کے بے تحاشہ استعمال سے اپنے خون کو غلیظ کر لیتے ہیں وہ در اصل خودکشی کا سامان کرتے ہیں"۔

انسان خودکشی پر کیوں مائل ہوتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "خودکشی کی جانب مائل ہونے والے افراد کی اکثریت کا یقین کمزور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین رکھنے والا باعمل مسلمان جہاد کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے لیکن کبھی اپنے خون سے اپنے ہاتھ رنگین نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ جو وجہ کسی انسان میں خودکشی کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں زندہ رہنے کا ارادہ ست پڑ جاتا ہے۔ یہی ارادہ انسان کو دنیاوی کاموں میں مشغول رکھتا ہے، شادی کرنے، اپنی بیوی اور بچوں کے لئے تمام ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے پر انسانوں کو یہ ارادہ ہی مائل کرتا ہے۔ اس ارادے کے ست پڑ جانے کی چند وجوہات ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ کاہلی ہے دوسری وجہ جو لاتی ہے۔ جو اسلام کے نزدیک سخت ترین جرم ہے۔ اس کے نتیجہ میں مایوسی انسان پر غالب آجاتی ہے۔ مایوسی کفر کے برابر ہے۔ اسی مایوسی کی بناء پر انسان خودکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ جنون ہے جو زیادہ تر موروثی ہوتا ہے یا پھر شراب نوشی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جو قومیں شراب نوشی میں مبتلا رہتی ہیں ان میں وہ بیماریاں کثرت سے دیکھی جاسکتی ہیں ایک دماغ کا خبط دوسری لقوہ۔ موروثی جنون بھی آباؤ اجداد کی کثرت شراب نوشی کی بناء پر وجود میں آتا ہے۔

جو اسباب انسان کے زندہ رہنے کے عزم کو ختم کر دیتے ہیں ان میں سستی بہت عام ہے۔ اکثر لوگ جو خودکشی کر لیتے ہیں وہ بہت ست ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے ماضی الضمیر میں جھانک سکے تو وہ محسوس کرے گا کہ ان کی خودکشی کرنے کی اصل وجہ ان میں پائی جانے والی سستی ہے اور دین اسلام کے احکام کا ایک مقصد انسان کو سستی اور کاہلی سے دور رکھنا ہے۔ آدمی فطرتاً آرام پسند ہے اور بذات خود کام کرنے کا رجحان نہیں رکھتا۔ ہر آدمی صبح کے وقت سونا چاہتا ہے کیونکہ صبح کی نیند تمام اوقات سے زیادہ غفلت آمیز ہوتی ہے لیکن دین اسلام انسان کو سورج طلوع ہونے سے قبل فجر کے وقت خالقِ حقیقی سے رابطہ قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ فریضہ مسلمانوں میں سستی دور کرنے میں بہت موثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ سحر خیزی انسان میں چستی اور توانائی بھر دیتی ہے اسی طرح دوسری چار نمازیں بھی اسی لئے واجب قرار دی گئی ہیں تاکہ مسلمان سستی سے بچے رہیں"۔

کنوارہ پن اعصاب کی شکست و ریخت کا سبب بنتا ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ کے دور میں عیسائیوں کی تقلید کی بناء پر شادی سے گریز کی رسم رائج ہوتی جارہی تھی اور شادی نہ کرنا تزکیہ نفس کا وسیلہ سمجھا جانے لگا تھا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس کورانہ تقلید کی سختی سے مخالفت کی اور فرمایا "مرد کا شادی بیاہ سے پرہیز اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہے اور اس سے انسان کو روحانی نقصانات ہوتے ہیں"۔ مردوں کے کنوارے رہنے کی امامؑ نے اس قدر شدید مخالفت کی کہ کنوارے رہنے کی یہ تحریک (قریب تھا کہ مسلمانوں میں اس کی جڑیں مضبوط ہو جائیں) تقریباً ختم ہو گئی۔ انیسویں صدی عیسوی تک یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ امام جعفر صادقؑ کی جانب سے کنوارے پن کی مخالفت انسان کی مزاجی اور اعصابی مصلحتوں کی بناء پر تھی۔ یہ بات تو سب ہی جانتے تھے کہ کنوارہ پن معنوی لحاظ سے مرد کے لئے مضر ہے لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ انسانی بائیولوجی اور اعصابی سسٹم کے لحاظ سے یہ کس قدر نقصان دہ ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے بعد آہستہ آہستہ حضرت امامؑ کے اقوال کا عقدہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کنوارہ پن مرد و عورت دونوں میں نہ صرف یہ کہ اعصاب کی شکست و ریخت کا باعث بنتا ہے بلکہ اس سے جسم کے دوسرے فرائض میں بھی خلل پڑتا ہے اور جسمانی صحت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔

اُس زمانے میں رہبانیت کا عنصر مسلمانوں میں شدت کے ساتھ داخل ہو رہا تھا۔ دنیا سے لاتعلقی کو عرفان خداوندی کی تکمیل کے لئے لازمی جز خیال کیا جانے لگا تھا۔ حضرت امامؑ نے فرمایا "ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے دنیاوی امور کو روحانی امور کے ساتھ منظم کرے"۔

☆☆☆☆☆

اگلی سطروں میں ہم حضرت امام جعفر صادقؑ کی طب و حکمت سے چند بیماریوں کے علاج اور مجرب نسخے پیش کر رہے ہیں۔ یہ دور جدید میں بھی اتنے ہی کارآمد ہیں جتنے کہ تیرہ سو سال قبل تھے۔

حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا "چار باتوں پر عمل کرو گے تو زندگی میں دوا کی محتاجی کم سے کم ہو گی۔

1- جب تک بھوک نہ لگے کھانا نہ کھاؤ
2- تھوڑی بھوک رکھ کر کھانا ترک کر دو
3- کھانا خوب چبا کر کھاؤ
4- سونے سے قبل رفع حاجت کر کے سویا کرو

نسخہ نمبر ایک

آدھا کلو املتاس کے بیجوں کا مغز آدھے لیٹر پانی میں چوبیس گھنٹوں کے لئے بھگو دیں۔ پھر اسے صاف کر کے آدھا کلو شہد شامل کر دیں۔ آدھا کلو پانی اور تین چھٹانک روغن گل سرخ ملا کر نرم آنچ پر پکا کر گاڑھا قوام تیار کر لیں پھر اسے ٹھنڈا کر لیں۔ اس کے بعد مرچ، پیپل کی جڑ، تج، لونگ، الائچی، سونٹھ، دار چینی، جائفل ہر ایک ساڑھے تیرہ ماشے لے کر اچھی طرح باریک پیس لیں اور پہلے سے بنائے ہوئے قوام میں شامل کر کے شیشے کے مرتبان میں بھر کر رکھ لیں۔ بوقت ضرورت تین دن تک ۹ ماشہ روز نہار منہ استعمال کریں۔

غلبہ سودا، غلبہ صفراوی بلغم، درد معدہ، ہاتھ پاؤں کا پھٹنا، متلی و قے، بخار، پیچش، پیٹ کا درد، درد جگر، سر کا خار، یرقان اور مختلف اقسام کے بخار، درد مثانہ وغیرہ میں بے حد مفید ثابت ہو گی۔ اس دوران فرد (کلف) مچھلی، سرکہ اور سبزیوں کا پرہیز کیا جائے۔ غذا میں صرف اناج یعنی گندم چاول اور دالیں وغیرہ ہوں۔ کھانے میں صرف تلوں کا تیل استعمال کیا جائے۔

نسخہ نمبر دو

گٹھیا، پیٹ کے درد، کمر کے درد، سر کے درد، سینے کے درد اور ہر قسم کے پرانے درد، گیس، پیشاب کا رک رک کر یا قطرہ قطرہ ہو کر آنا، دل کی گھبراہٹ، دمہ، متلی و قے، معدے کے کیڑے، یرقان، زیادتی پیاس، بہت دلرزہ کمزوری قلب و دماغ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کا درج ذیل نسخہ فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

اشیاء: کالی ہڑ، بڑی ہڑ، سقمونیا (ایک قسم کی گوند) یہ تینوں دوائیں ہر ایک سوا دو تولہ۔ مرچ، پیپل کی جڑ، سونٹھ، زرنباد (ایک پودے کی جڑ)، خشخاش سرخ، لاہوری نمک یہ سب دوائیں ہر ایک ڈھائی تولہ۔ نانخواہ، الائچی، بالچھڑ، ستاور، بلسان کی لکڑی، بلسان کے بیج، بیج چھلے ہوئے، مصطگی، عاقر قرحا، دار چینی یہ سب دوائیں ہر ایک نو ماشہ۔

ترکیب: سقمونیا کے علاوہ باقی سب دواؤں کو ایک جگہ کر کے اچھی طرح کوٹ لیں۔ سقمونیا کو علیحدہ کوٹ لیں۔ تقریباً ایک پاؤ دیسی شکر اور اتنا ہی شہد ایک برتن میں ڈال کر تھوڑا سا پانی ملا کر ہلکی آنچ پر قوام تیار کر لیں پھر ٹھنڈا ہونے پر اس قوام میں باقی ادویات شامل کر کے شیشے کے کھلے منہ کے مرتبان میں ... کر لیں۔ مذکورہ بیماریوں میں سے کسی ایک سے نجات ... لئے نہار منہ نو ماشہ اور نو ماشہ شام کو سوتے وقت کھائیں۔

شراب الصالحین

حضرت امام جعفر صادقؑ نے جسمانی صحت کی کامل حفاظت، ہر ایک قسم کے درد بشمول نقرس (ایک شدید درد کا نام جو پاؤں کی انگلیوں میں ہوتا ہے)، گیس اور ریاحی درد، ہر قسم کے اعصابی اور دماغی و معدے کے درد، جگر، آنتوں، انتڑیوں، پیٹ اور سینے کے اندر کے بہت سے اعضاء کے

درد وغیرہ کے لئے شراب الصالحین کا نسخہ بتلایا ہے۔

اجزاء : مویز منقیٰ تین سیر۔ ایک پاؤ شہد۔ سونٹھ تین ماشہ۔ زعفران تین ماشہ۔ لونگ۔ دار چینی۔ بالچھڑ، بیج کاسنی۔ رومی مصطگی ہر ایک تین تین ماشہ۔

ترکیب : سب سے پہلے مویز منقیٰ سیاہ اور عمدہ لے کر اچھی طرح دھولیں اور منقیٰ کے بیج نکال کر نو سیر پانی میں اس طرح بھگو دیں کہ پانی تقریباً دو انچ منقیٰ کے اوپر رہے۔ پھر اگر موسم سرما ہو تو تین دن رات اور گرمیاں ہوں تو ایک رات دن اسی طرح بھیگا رہنے دیں۔ پھر اس کے بعد ایک صاف برتن میں ڈال کر اتنا جوش دیں کہ منقیٰ پھول کر نرم ہو جائے پھر برتن چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کرلیں۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد منقیٰ کو اچھی طرح ہاتھوں سے مسل کر باہم یکجان کرلیں پھر اس کو دوبارہ ہلکی آنچ پر رکھنے سے پہلے کسی صاف سرکنڈے یا لکڑی سے اس کی گہرائی ناپ لیں اور ہلکی آنچ پر اتنی دیر پکائیں کہ دو تہائی عرق کم ہو جائے۔ اس بات کا یقین آپ کو اسی لکڑی پر نشان سے ہو جائے گا۔ جیسے ہی دو تہائی عرق کم ہو اس میں شہد شامل کردیں۔ اس کے بعد لکڑی سے ایک بار پھر ناپ لیں اور تمام دوائیاں باریک پیس کر پوٹلی میں باندھ کر اس میں ڈال دیں۔ ہلکی آنچ پر اتنی دیر پکائیں کہ پانی مزید کم ہو جائے۔ اس دوران پوٹلی کو لکڑی کی کفگیر سے برابر دباتے بھی رہیں اس کے بعد برتن چولہے سے اتار لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر پوٹلی سمیت شیشے کے کھلے منہ کے برتن میں بھر کر اس طرح بند کریں کہ ہوا داخل نہ ہو سکے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک باریک ململ کا کپڑا اس کے منہ پر رکھیں پھر اس کا ڈھکن اچھی طرح بند کردیں۔ اس دوا کو تین مہینے تک اسی طرح رکھ چھوڑیں۔ اب یہ دوا آدھی چھٹانک کے برابر تقریباً ایک چھٹانک سادہ پانی میں حل کر کے کھانا کھانے کے بعد پی لیں۔ اگر دوا کے استعمال کے بعد شدید پیاس لگے تو ضبط کریں اور زیادہ سے زیادہ ایک گھونٹ پی لیں۔ اس طرح سے جسم تندرست رہے گا اور دماغی واعصابی قوت میں اضافہ ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں۔ "بدن کی مالش جسم کو قوی کرتی ہے"۔ حضرت امام صاحبؓ کا یہ بھی فرمان ہے کہ "اپنے بچوں کو سوجی کا حلوہ کھلاؤ اس سے بدن میں گوشت پیدا ہوتا ہے اور ہڈیاں بھی مضبوط ہوتی ہیں"۔ آپؓ نے ماؤں کو ہدایت کی کہ "اپنے بچوں کو انار کھلاؤ، بچوں کو طاقت پہنچاتا ہے"۔ یہ آپؓ ہی کا فرمان ہے کہ "ستو کی ایجاد وحی خدا کی بناء پر ہے۔ اس سے گوشت بڑھتا ہے، ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں۔ سفید داغ زائل ہوتے ہیں، اسے زیتون کے تیل میں ملا کر استعمال کرنے سے جسم فربہ ہو جاتا ہے، ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں، چہرے کی لطافت اور ملاحت میں اضافہ ہوتا ہے، جنسی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ستو کے تین پیچ نہار منہ کھائے جائیں تو بلغم اور صفراء سے حفاظت ہوتی ہے"۔

بقیہ : **پیاز**

آواز بیٹھنا : پیاز کا پانی ایک تولہ، شہد دو تولہ ملا کر گرم گرم کر کے پینے سے بیٹھی ہوئی آواز بالکل صاف ہو جاتی ہے، مگر آتشک اور جذام کے مریض کو اس سے فائدہ نہیں ہوگا۔

تل : بعض اوقات جسم پر تل یا سیاہ دھبے نکل آتے ہیں جو دیکھنے والے کو بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پیاز کے ایک ٹکڑے کو نمک کے محلول میں ڈبو کر تلوں پر آہستہ آہستہ رگڑیں۔

☆ پیاز کو پانی میں گھوٹ کر گھر میں چھڑکیں، تو سانپ بچھو وغیرہ بھاگ جاتے ہیں۔

☆ اگر باؤلا کتا کاٹ لے تو زخم پر پیاز کا پانی اور پھٹکری لگانا چاہئے۔ تاکہ زخم جلدی بھر جائے۔ نیز پیاز کا رس پلانا چاہئے اس سے کتے کا زہر دور ہو جاتا ہے۔

☆ پیاز کا پانی اور رائی کا تیل ملا کر جوڑوں پر مالش کریں اس سے سخت جوڑ کھل جائیں گے اور بالضرور آرام کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

جنت کا پھل

انجیر

نصر عباسی

کمزور اور دبلے لوگوں کے لئے انجیر نعمت بیش بہا ہے۔ انجیر جسم کو فربہ اور سڈول بناتا ہے۔ چہرے کو سرخ و سفید رنگت عطا کرتا ہے۔

انجیر کا شمار عام اور مشہور پھلوں میں ہوتا ہے۔ عام طور پر پھگوڑی انجیر کو بنگالی میں آنجیر، عربی میں "تین" اور انگریزی میں فگ "FIG" کہتے ہیں۔ انجیر کا نباتاتی نام فیکس کیریکا "FICUS CARICA" ہے۔

قرآن مجید کی ایک سورہ کا نام بھی انجیر پر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ :

ترجمہ : "قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی"۔ (سورہ والتین)

دیگر پھلوں میں یہ سب سے نازک پھل ہے۔ پکنے کے بعد پیڑ سے اپنے آپ ہی گر جاتا ہے اور اگلے دن تک محفوظ کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ فرج میں رکھنے سے یہ شام تک پھٹ جاتا ہے۔ اس کے استعمال کی بہترین صورت اسے خشک کرنا ہے۔ انجیر کو خشک کرنے کے عمل کے دوران اسے جراثیم سے پاک کرنے کے لئے گندھک کی دھونی دیتے ہیں اور آخر میں نمک کے پانی میں ڈبوتے ہیں تاکہ سکھانے کے باوجود نرم و ملائم رہے۔ کیمیاوی تجزیے سے پتہ چلا ہے کہ انجیر میں پروٹین، معدنی اجزاء، شکر، کیلشیم، فاسفورس پائے جاتے ہیں۔ دونوں قسم کے انجیر میں (یعنی خشک اور تازہ) وٹامن اے اور سی کافی مقدار میں ہوتے ہیں وٹامن بی اور ڈی قلیل مقدار میں ہوتے ہیں ان مذکورہ بالا اجزاء کے پیش نظر انجیر ایک نہایت مفید غذائی دوا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے عام کمزوری اور بخار میں اس کا استعمال اچھے نتائج کا حامل ہوگا۔

انجیر کھانے میں لذیذ اور غذائی فوائد سے مالا مال ہے۔ نہایت مفید قیمتی غذا ہے۔ کھانے میں خوش ذائقہ ہے اس لئے ہر عمر کے لوگوں میں انجیر پسند کیا جاتا ہے۔ عرب ممالک میں خصوصیت کے ساتھ پسند کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی اکثر میوہ جات کی دکانوں کی زینت بنتا ہے۔ لوگ اسے ڈوری میں ہار کی شکل میں پرو کر مارکیٹ میں لاتے ہیں۔

انجیر بنیادی طور پر مشرق وسطیٰ اور ایشیائے کوچک کا پھل ہے۔ اگرچہ اب یہ ہندوستان میں بھی پایا جاتا ہے مگر مسلمانوں کی ہند میں آمد سے پہلے اس کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ عرب سے آنے والے مسلمان قبائل یا ایشیائے کوچک سے آنے والے منگول اور مغل اسے یہاں لائے۔

انجیر کو بطور میوہ بھی کھایا جاتا ہے نیز بطور دوا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ انجیر ایک کثیر الغذا میوہ ہے۔ یہ ہمارے بدن کو فربہ کرتا ہے اور جلد کو نکھارتا ہے۔ قبض ختم کرنے اور دمہ کھانسی میں اخراج بلغم کے لئے دیتے ہیں یہ قابل ہضم ہے اور فضلات کو خارج کرتا ہے۔ سودا باہر نکال کر شدت حرارت میں کمی کرتا ہے۔ جگر اور تلی کے سدوں کو کھولتا ہے اور ورم تلی کو ختم کرنے کے لئے بھی زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ پھوڑوں کو پختہ کرنے کے لئے اس کا لیپ لگاتے ہیں۔ مغز اخروٹ کے ہمراہ کھانا تقویت باہ کے لئے بہترین ہے۔ اس کی بہترین قسم سفید ہے۔ یہ گردہ اور مثانہ سے پتھری کو تحلیل کر کے نکال دیتا ہے یہ بہترین غذا ہے اور زہر کے مضر اثرات سے بچاتا ہے۔ حلق کی سوزش، سینہ کے بوجھ

پھیپھڑوں کی سوجن میں مفید ہے۔ جگر اور تلی کو صاف کرتا ہے بلغم کو پتلا کر کے نکالتا ہے جسم کو بہترین غذا مہیا کرتا ہے۔ انجیر کے ساتھ اخروٹ اور بادام ملا کر کھائے جائیں تو یہ خطرناک زہروں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا گودہ بخار کے دوران مریض کے منہ کو خشک ہونے نہیں دیتا۔ نمکین بلغم کو پتلا کر کے نکالتا ہے۔ پستانوں کی سوزش میں مفید ہے۔ پرانے سدوں کو نکالتا ہے۔ گردہ اور مثانہ کی سوزشوں کے لئے مفید ہے۔ انجیر کو نہار منہ کھانا بھی فوائد کا حامل ہوتا ہے۔ یہ آنتوں کو متحرک بناتا ہے۔ پیٹ سے ریح خارج کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر بادام کھائے جائیں تو پیٹ کی اکثر بیماریوں کو دور بھگا دیتا ہے۔

انجیر کے اس کے علاوہ بے شمار فوائد ہیں۔

☆ انجیر دودھ میں پکا کر پھوڑوں پر باندھیں اس سے پھوڑے پھٹ جاتے ہیں۔

☆ انجیر خشک کو پانی میں بھگو کر رکھیں۔ چند گھنٹے بعد پھول جانے پر دن میں دوبار کھائیں دائمی قبض دور ہو جاتا ہے۔

☆ خشک انجیر کو رات بھر پانی میں رکھ دیا جائے وہ تازہ انجیروں کی طرح پھول جائے گا انہیں کھانے سے گلا بیٹھ جانا بند ہونے کے امراض نہیں ہوتے۔

☆ اگر سردی کے ایام میں بچوں کو خشک انجیر دی جائے تو ان کی نشوونما کے لئے بے حد مفید ہیں۔

☆ انجیر زود ہضم ہے اور دانتوں کے لئے بھی بہترین ہے۔

☆ کم وزن والوں اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے انجیر بہترین تحفہ ہے۔

☆ شروع شروع میں انجیر پانچ دانوں سے زیادہ کھانا ٹھیک نہیں۔

☆ اگر انجیر کھانے سے جسم میں کوئی نقص ہو جائے تو بادام کھا کر اس میں تدارک کیا جا سکتا ہے۔

☆ انجیر کے برابر استعمال سے بدن فربہ ہوتا ہے اور رنگت نکھرتی ہے۔

☆ کھانے کے بعد چند دانے انجیر کھانے سے غذا ہضم حاصل ہونے کے علاوہ قبض ختم ہو جاتا ہے۔

☆ کھانسی، دمہ اور بلغم کے لئے بھی مفید ہے۔

☆ انجیر کو سرکہ میں ڈال کر رکھ چھوڑیئے اور ایک ہفتہ بعد دو تین انجیر کھانے کے بعد کھاتے رہیں۔ یہ تلی کے ورم کو گھلاتا ہے۔

☆ چیچک اور موتی جھرہ میں انجیر، منقیٰ اور خوب کلاں کا جوشاندہ پلانے سے دانے بہت جلد نکل آتے ہیں۔

☆ انجیر کو اخروٹ کے مغز کے ساتھ کھلایا جائے تو جسمانی قوتوں کو بحال کرتا ہے۔

☆ رنگت نکھارنے کے لئے دودھ کے ساتھ اس کا استعمال بہت مفید ہے۔ اس سے جسم فربہ ہوتا ہے۔

☆ تازہ انجیر پر جو دودھ نکلتا ہے اس کے دو چار قطرے برص (سفید داغ) پر ملنے سے داغ جاتے رہتے ہیں۔

☆ انجیر پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے۔ جن لوگوں کو پسینہ نہ آتا ہو ان کے لئے مفید ہے۔

☆ انجیر خون میں سرخ ذرات کو بڑھاتا ہے اور زہریلے مادے ختم کر کے خون صاف کرتا ہے۔

☆ جو لوگ کمزوری دماغ کے شاکی ہوں وہ اس طرح کا ناشتہ کریں۔ پہلے انجیر کھالیں پھر سات بادام، ایک اخروٹ کی گری ایک چھوٹی الائچی کے دانے پیس کر پانی میں چینی ملا کر پی لیں۔ حافظہ تیز ہو گا۔

☆ کمر میں درد ہو تو روزانہ انجیر کے تین چار دانے کھا کر درد سے نجات پا سکتے ہیں۔

☆ بواسیر میں بھی انجیر کا استعمال مفید ہے۔

☆ انجیر تازہ اور نرم لیجئے۔ کالی اور سوکھی انجیر میں بعض اوقات سفید کیڑے نظر آتے ہیں ایسا انجیر بہت نقصان دہ ہے۔

☆ جستی کے بیج انجیر اور پانی کو پکا کر شہد میں ملا کر کھانے سے کھانسی کی شدت کم ہو جاتی ہے۔

صدف قمر

آپ کے بال

لائیے خوبصورت اور چمکدار ہو سکتے ہیں

بالوں کی خوبصورتی اور نگہداشت کے لئے آسان گھریلو ٹوٹکے اور علاج

بالوں کی اہمیت خواتین کی دلکشی میں شروع سے اولین رہی ہے۔ مشرقی معیار حسن میں لمبے بال ہمیشہ سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ تہذیب کے فروغ کے ساتھ ساتھ بال سنوارنے کے فن نے بھی باقاعدگی اختیار کرلی ہے۔ بالوں کو مختلف انداز میں سنوارا جانے لگا ہے۔ بالوں کو سنوارنے اور ان کی افزائش و حفاظت کے لئے شروع سے ہی جڑی بوٹیاں، تیل، شیمپو، کنڈیشنر اور بعض آئل استعمال ہوتے آئے ہیں۔ بالوں کے سینکڑوں اسٹائل ہیں۔ فیشن کی طرح یہ اسٹائل بھی بدلتے اور مقبول یا غیر مقبول ہوتے رہتے ہیں۔ آپ اپنے بالوں کو کسی بھی اسٹائل سے سنواریں اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے بال لمبے، سیاہ، صحت مند، گھنے اور چمکیلے ہوں۔

آیئے! ہم آپ کو بالوں کی حفاظت اور خوبصورتی کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اگر آپ اپنے بالوں کی حفاظت کرنا اور انہیں خوبصورت بنانا چاہتی ہیں تو پہلے آپ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ آپ کے بال کس طرح کے ہیں۔

بال عموماً اس طرح کے ہوتے ہیں خشک، چکنے، گھنگھریالے، جھڑتے ہوئے بال، سفید بال، نارمل بال۔ اگر آپ یہ جان جائیں کہ آپ کے بال اس طرح کے بالوں میں سے کس قسم کے ہیں تو سمجھئے آپ کا آدھا مسئلہ حل ہو گیا۔

خشک بال

اگر آپ کے بال خشک ہیں تو اس کا سبب ہے ہیئر ڈرائر کے استعمال کی زیادتی۔ ہیئر اسپرے، نمک اور کھارے پانی سے بال دھونا وغیرہ ان وجوہات سے بالوں میں خشکی پیدا ہوتی ہے۔

خشک بالوں کو سنوارنے کے لئے آپ نیم گرم ہیئر آئل کا تیل لیں۔ انگلیوں کی پوروں کو تیل میں ڈبو کر بالوں میں پھیلائیں اور انگلیوں سے پہلے دھیرے دھیرے پھر تھوڑی تیزی سے مالش شروع کریں۔ جب تک تیل بالوں کی جڑوں میں اچھی طرح جذب نہ ہو جائے تب تک مالش کرتے رہیں۔ دو گھنٹے تک تیل کو بالوں میں رہنے دیجئے پھر سکاکائی سے بالوں کو دھو ڈالئے۔ اگر آپ گھر پر ہی سکاکائی بنانا چاہتی ہیں تو سکاکائی کی پھلیاں لے لیں۔ ایک کپ سکاکائی لے کر چھ کپ پانی میں ابال لیجئے۔ جب پھلیاں گل جائیں تو اسے نیچے اتار لیں اور ٹھنڈا ہونے پر سکاکائی کو ہاتھوں سے کچلیں اور چھان لیں۔ پھر اس سے بال دھوئیں۔

یا ایک ڈھیلا ملتانی مٹی کا لیں اور اسے کوٹ کر ایک جگ میں بھر لیجئے۔ جب یہ پوری طرح سے نرم ہو جائے تو ہیئر آئل کے تیل میں ڈال دیں اور پھر اس سے بالوں کو مل کر دھوئیں۔ یہ گھریلو علاج گرمیوں میں بہتر رہتا ہے کیونکہ ملتانی مٹی سے دھونے سے آنکھوں اور دماغ میں ٹھنڈک پڑتی ہے۔

ایک انڈہ لیں اسے پھینٹ کر ایک لیموں کا عرق ملائیں اور چمچہ بھر ہیئر آئل کا تیل ڈال دیں۔ اب اس کو پھر سے پھینٹ کر بالوں کی جڑوں میں لگایئے اور آہستہ آہستہ آدھے گھنٹے تک ملئے۔ اس کے بعد لیموں نیم کر کے پہلے سے تیار گرم پانی میں ڈال دیجئے اور خود تیار کی ہوئی سکاکائی سے بالوں کو مل کر لیموں نیم کر کے ملے پانی سے دھو ڈالیں۔ اس سے یقیناً آپ کے بالوں کی خشکی دور ہو جائے گی۔

چکنے بال

اب آیئے چکنے بالوں کی طرف۔ چکنے بالوں میں روسی، خشکی، سکری بہت ہوتی ہے۔ ایسے بالوں سے چھٹکارا حاصل

کرنے کے لئے آپ مندرجہ ذیل طریقے استعمال کر سکتی ہیں۔ ایسے بالوں میں ملتانی مٹی نیم گرم پانی سے سر دھوئیں۔ ملتانی مٹی گیلی کر کے اس میں ایک لیموں نچوڑ لیں۔ اب اس کو اپنے بالوں کی جڑوں میں پھیلا دیجئے۔ سر کو دھونے کے لئے سر سے غیر ضروری تیل نکل جائے گا اور سر کی کھجلی بھی دور ہو جائے گی اور دماغ کو تراوٹ ملے گی۔ بیسن سے سر دھونے کا بھی اتنا ہی فائدہ ہے جتنا ملتانی مٹی سے سر دھونے کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دہی میں بھی وہ اجزاء موجود ہیں جو صحت مند بالوں کی نشوونما کے لئے ضروری ہیں۔ دہی سے بال دھونے کے لئے آپ کو تیل نکالنے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ دہی بھیگے ہاتھ سے تب تک ملتے رہئے جب تک وہ لسی کی طرح نہ ہو جائے۔ اب اسے بالوں کی جڑوں میں انگلیوں کے پوروں سے لگایئے۔ پندرہ منٹ بعد پانی سے سر کو خوب دھولیں۔

گھنگھریالے بال

گھنگھریالے بالوں کو سنوارنا بہت مشکل ہے۔ اگر آپ کے بال گھنگھریالے ہیں تو مایوس نہ ہوں تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔ بالوں میں کئی کئی بار برش کیجئے اس سے بالوں کے سیدھے ہونے میں کافی مدد ملے گی۔

ناریل کا نیم گرم تیل لیجئے اور اسے اچھی طرح بالوں میں ملئے۔ اس کے بعد ایک کپ میں پانی لے کر کنگھی میں ڈبو ڈبو کر بالوں میں کیجئے۔ بالوں کو چوٹی تک کس کے باندھئے۔ اس کے علاوہ کسٹر آئل سرسوں کے تیل میں مکس کر کے لگائیں۔

گرتے ہوئے بال

گرتے ہوئے بالوں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس موضوع پر میرا مکمل مضمون اکتوبر 1999ء کے روحانی ڈائجسٹ میں شائع ہو چکا ہے جس میں بالوں کو گرنے سے بچانے کی ہدایات اور علاج درج ہیں۔ اس وقت چند گھریلو علاج پیش خدمت ہیں۔

☆ گرتے ہوئے بالوں کو روکنے کے لئے آپ اورک، لہسن، پیاز اور پودینہ میں سے کسی ایک کو پیس کر بالوں کی جڑوں میں ملیں۔

☆ سرکہ یا سرکے میں زیتون کا تیل ملا کر لگائیں۔ اخروٹ کا مغز تل کے تیل میں ملا کر لگائیں۔ ست اجوائن پانی ملا کر بالوں کی جڑوں پر لگائیں۔ اس کے علاوہ کلونجی کا تیل ملیں۔

سفید بال

اگر آپ کے بال سفید ہیں تو آپ بالوں میں اخروٹ، ناریل اور زیتون کا تیل استعمال کریں یا ایک کلو ارنڈی کا تیل لیں۔ ایک اونس چندن کا برادہ اور کافی کے بیج لے کر تینوں کو ہلکی آنچ پر گرم کرلیں۔ ٹھنڈا ہونے پر چھان کر کسی صاف بوتل میں بھر لیں۔ اس تیل کی روزانہ رات کو مالش کریں۔

ایک مٹھی مہندی کے پاؤڈر میں ہم وزن سوکھا آملہ اور چائے کی پتی لیں۔ اب ان سب کو ایک کپ پانی میں ڈال دیں۔ اب اس میں ذرا سا نمک اور عرق گلاب ڈال دیں۔ لیموں کا رس بھی ملا لیں اب اس کو چار پانچ گھنٹے تک رکھا رہنے دیں۔ اس دوران اس کو ایک بار ہلانا نہ بھولئے۔ اس تیل کو بالوں میں آہستگی سے ملئے دو گھنٹے بعد سر کے بالوں کو اسی طرح ہر ہفتہ استعمال کریں۔

نارمل بال

بالوں کی ایک اور قسم نارمل بال ہے۔ یہ بال زیادہ سخت ہوتے ہیں نہ زیادہ نرم و ملائم اور نہ زیادہ چکنے ہوتے ہیں۔ ایسے بالوں کے لئے سرسوں کا تیل تین حصے، ناریل کا تیل دو حصے اور کیسٹر آئل ایک حصہ ملا کر لگائیں۔

بالوں کے لئے غذا

ہماری نشوونما، صحت اور طویل عمری کے لئے غذائیت سے بھرپور خوراک ضروری ہے یہی بات بالوں کے لئے بھی صادق آتی ہے۔ بال ہماری جلد کا اضافی جزو ہیں اور ایسے خلیوں پر مشتمل ہیں جو ہماری جلد کے اندر بڑھنے والے خلیوں کے اوپر کی جانب اٹھ کر بڑھتے ہیں۔ ہمارے بال کیراٹین نامی پروٹین سے بنے ہیں اسی لئے بالوں کو اپنی

افزائش کے لئے پروٹین کی ضرورت پڑتی ہے۔ گوشت کے علاوہ ایسی پروٹین سے بھرپور غذائیں موجود ہیں جو ہمارے بالوں کے لئے بہت مفید ہیں۔ سائنسدان اس بات کا تعین کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ کون سی پروٹین والی خوراک ایک دوسرے سے بہتر ہے۔ اس کا تعین اس بات سے کیا گیا ہے کہ وہ انسانی ضروریات کس حد تک پوری کرتی ہے۔

انڈے :- دوسری تمام پروٹین کے مقابلے میں انڈے میں امینو ایسڈ کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انڈوں میں وٹامن اے، بی، ڈی، ای اور گندھک کے علاوہ بہت سی معدنیات پائی جاتی ہیں۔ روزانہ ایک انڈے کا استعمال آپ کے بالوں کی پوری طرح نشوونما کرتا ہے۔

دہی :- یہ قدیم ترین صحت بخش خوراک سمجھی جاتی ہے۔ اس کے اندر لیکٹک ایسڈ کے علاوہ پروٹین اور دوسرے غذائیت بخش اجزاء پائے جاتے ہیں۔ دہی میں وٹامن بی کمپلیکس بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ دہی کا استعمال بالوں کے لئے مفید ہے اس کے علاوہ دہی سے بال دھونا بھی مفید ہے۔

دودھ :- دودھ صرف بچوں کے لئے نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے ضروری غذا ہے۔ یہ ایک مکمل پروٹین ہے۔ اس کے اندر اضافی وٹامن اور معدنیات بھی پائے جاتے ہیں جو بالوں کو خوبصورتی عطا کرتے ہیں۔ تمام افراد کو روزانہ ایک گلاس دودھ پینا چاہئے۔

سورج مکھی کے بیج :- اس میں کیلوریز کم ہوتی ہے تاہم پروٹین پوری مقدار میں پائی جاتی ہے اس کے علاوہ اس میں فیٹی ایسڈز، وٹامنز اور معدنیات بھی فراہم ہوتی ہیں۔

کھوپرے کا تیل :- کھوپرے کا تیل یا کوکونٹ آئل بالوں کے لئے مفید ہے۔

گھریلو نسخے

بالوں کی نگہداشت کے لئے آزمودہ گھریلو نسخے مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ایک کچا ناریل لیں اسے پانی میں چنے کی دال کے ساتھ رات میں بھگو دیں۔ صبح پھول جانے پر سکھا کر بیسن بنا لیں۔ اس بیسن کو سر دھونے کے لئے استعمال کریں۔

☆ لیموں کے رس میں خشک آملوں کا سفوف پیس کر ملائیں اور لیپ کریں۔

☆ ارہر کی دال کا آٹا پیس کر بال دھونے سے بال لمبے ہوتے ہیں۔ اس کا استعمال بھی کم سے کم دس دن تک کرنا چاہئے۔

☆ دہی اور شہد برابر وزن لے کر آدھے گھنٹے تک بالوں میں اچھی طرح مالش کریں۔ اس کے بعد پانی سے دھو ڈالیں۔ اس سے بالوں کی خشکی ختم ہو جائے گی۔

بالوں کی حفاظت کے لئے چند احتیاطیں

☆ ٹوٹے ہوئے دندانوں کی کنگھی نہ استعمال کریں۔

☆ دوسرے کی استعمال شدہ کنگھی استعمال نہ کریں۔

☆ بالوں کی ورزش کے لئے روزانہ برش اور کنگھی ایک بار ضرور کریں۔

☆ سر دھونے کے لئے ٹھنڈا پانی استعمال کریں اور سردیوں میں نیم گرم پانی استعمال کریں۔ تیز گرم پانی استعمال نہ کریں اس سے خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ نہانے سے پہلے بالوں میں تیل لگالیں۔ اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ تیل ہمیشہ خالص استعمال کریں جیسے ناریل اور سرسوں کا تیل۔

☆ کبھی کبھی نیم گرم پانی میں لیموں اور سرکہ ملا کر سر دھوئیں۔

☆ خوش رہنے کی کوشش کریں کیونکہ چڑچڑے پن، فکر اور خوف سے بالوں پر اثر پڑتا ہے اور بال گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔

☆ پریشانیوں، فکر یا خوف کی حالت میں آپ دس بارہ منٹ تک بالوں میں کنگھی کریں۔ یہ طریقہ نہ صرف آپ کو سکون ملنے کا باعث بالوں کے لئے فائدہ مند بھی ہوگا۔

☆

امرود

دل کو طاقت دیتا ہے

رضیہ سلطانہ

امرود کا استعمال جلد کی خرابی کو دور کرکے آپ کو جاذبِ نظر بنا سکتا ہے۔

15ویں صدی عیسوی میں جنوبی امریکہ میں پرتگالی دوسرے پھلوں کی طرح ایک نیا پھل لائے۔ ہرا اور پیلا رنگ، کچا کھاؤ یا پکا دونوں حالتوں میں لذیذ اور شیریں، یہ پھل اتنا پسند کیا گیا کہ رفتہ رفتہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ انگریزی میں اسے گوآوا Guava کا نام دیا گیا۔ پاکستان میں یہ تین ناموں سے مشہور ہے۔ زیتون، جام اور امرود۔

امرود ایک مشہور اور سستا پھل ہے۔ امرود دو قسم کے ہوتے ہیں ایک جس کا گودہ سفید ہوتا ہے اور دوسرا جس کا گودہ سرخ ہوتا ہے۔ امرود میں کئی غذائی اجزاء ہوتے موجود ہیں۔ جیسے پروٹین، فاسفورس، کیلشیم، فولاد، وٹامن اے، بی اور سی کافی مقدار میں امرود میں پائے جاتے ہیں۔ 100 گرام امرود میں اجزاء کی مقدار درج ذیل ہے۔ وٹامن اے۔ 250 بین الاقوامی یونٹ، وٹامن بی (تھایامین)۔ 07. ملی گرام، رائبوفلاوین 04. ملی گرام، وٹامن سی 3.02 ملی گرام، پروٹین۔ 1 ملی گرام، نشاستہ۔ 17.1 ملی گرام، کیلشیم۔ 30 گرام اور فاسفورس 29 ملی گرام مقدار میں پایا جاتا ہے۔ امرود میٹھا، پکا اور خوشبودار کھانے سے دل کو بڑی فرحت ملتی ہے گھبراہٹ کا مرض دور ہو جاتا ہے دل، دماغ اور معدے کو طاقت پہنچتی ہے۔ امرود کے بیج سے پیٹ کے کیڑے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ آنتوں کی سستی دور کرتا ہے، امرود میں ریشہ (فائبر) ہوتا ہے جو خون کے بہت سے زہریلے مادوں خاص طور پر نقصان دہ چکنائی اور کولیسٹرول کو خارج کر دیتا ہے۔ یہ پھل اور بلڈ پریشر کے مریضوں کے لئے مفید ہے۔ امرود جسم کو طاقت دیتا ہے۔ امرود کے کھانے سے فراحت و تقویتِ قلب حاصل ہوتی ہے اس میں غذائیت بھی ہے۔ بعض لوگ امرود کو کھانسی میں مفید بیان کرتے ہیں۔ امرود کا رس جنوبی امریکہ کے اصل باشندوں میں بہت مشہور ہے۔ یہ رس جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ اس سے جگر اور گردوں کی سستی اور جلد کی خرابی دور ہو جاتی ہے۔ مسوڑھے پھول گئے ہوں تو امرود کی چھال کو ابال کر کلیاں اور غرارے کریں۔ کھانے کے بعد امرود کھانے سے قبض کا خطرہ ہے۔ امرود کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیا جائے ورنہ گلا خراب ہونے کا خدشہ ہے۔ کھانسی کے لئے مفید ہے۔ موروثی قولنج کے مریض اسے استعمال نہ کریں۔ زنجبیل، مرچ سیاہ اور نمک کے ساتھ اسے کھانا مفید ہے۔ مزید تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ اس کی چھال اور پتوں میں 25 فیصد ٹےنک ایسڈ پایا جاتا ہے۔ کچے امرود کا سالن بناتے ہیں۔ پکے امرود کا دہی میں رائتہ لذیذ ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو گرمیوں میں نکسیر کا عارضہ ہو یا جن خواتین کو حیض کی بے قاعدگی کی شکایت ہو وہ امرود ضرور استعمال کریں۔ امرود نہ صرف لاجواب غذا ہے بلکہ دوائی کے طور پر بھی اپنے کام میں ثانی نہیں رکھتا۔ امرود خونی بواسیر میں بھی اکسیر ہے۔ اس سے مسوں کی جلن بھی جاتی رہتی ہے قبض میں بھی امرود مفید دوا کے طور پر کام آتا ہے۔ اس کے پتے دستوں کے لئے مفید ہیں۔ کثرتِ استعمال سے نفخ و قراقر (گیس اور بدہضمی) پیدا کرتا ہے۔ امرود کے بیج ہضم نہیں ہوتے۔ امرود فرحت بخش طاقت بخش اور پیاس کو مٹانے والا ہے۔

☆☆☆

دسترخوان

فرحت صدیقی

خواتین خانہ کا پسندیدہ کالم

آپ بھی آزمودہ اور لذیذ ڈشز کی تراکیب اور کچن کے لئے کارآمد ٹوٹکے ارسال کرسکتی ہیں۔

چکن پیپریکا

اشیاء: مرغی۔ 2 کلو چوکور ٹکڑے بغیر ہڈی کے۔ میدہ حسب ضرورت۔ گھی یا تیل حسب ضرورت۔ پیاز باریک کٹی ہوئی 1 کپ۔ مشروم باریک کٹے ہوئے 1 کپ۔ ٹماٹر سوپ 2 کپ۔ کریم تازہ 2 کپ۔ تیزپات 4 عدد۔ نمک 2 چمچے۔ سفید مرچ 1 چمچہ۔ لال مرچ (کٹی ہوئی) 3 چمچے۔

ترکیب: مرغی کو میدہ میں لپیٹ لیں اب ایک فرائی پین میں گھی ڈال کر مرغی کے ٹکڑوں کو اس میں تلیں تاکہ وہ ہلکا براؤن ہو جائے۔ ایک دوسرے فرائی پین میں تھوڑا گھی ڈال کر پیاز اور مشروم براؤن کریں۔ پھر مرغی ڈالیں۔ ہلکا سا چمچہ چلائیں پھر باقی اجزاء ڈال کر ہلکی آنچ کر دیں وقتاً فوقتاً چمچہ چلائیں جب مرغی گل جائے تو تیار ہے۔ تیزپات نکال دیں۔

پشاوری فرائی مغز

اشیاء: مغز گائے ایک عدد یا بکرے کے دو عدد۔ پیاز درمیانی تین عدد۔ سرخ مرچ پسی ہوئی ایک چمچہ۔ ہلدی آدھی چمچی۔ نمک حسب ذائقہ۔ لہسن پسا ہوا آدھی چمچی۔ ہرا دھنیا آدھی پیالی کٹا ہوا۔ ہری مرچ آٹھ عدد کٹی ہوئی۔ ادرک ایک چمچہ باریک کٹی ہوئی تیل یا گھی ایک پیالی۔

ترکیب: مغز دھو کر اس پر سے جھلی اتار لیں۔ پیاز کاٹ کر تیل یا گھی میں فرائی کرلیں۔ سنہری ہو جانے پر اس میں نمک مرچ، لہسن اور ہلدی شامل کر کے بھون لیں پھر اس میں ادرک، ہری مرچ اور مغز ڈال کر دھیمی آنچ پر پکنے کے لئے رکھ دیں۔ دس منٹ کے بعد اچھی طرح بھون کر اتار لیں ہرا دھنیا اوپر سے ڈال کر ڈھک دیں۔ لذیذ پشاوری فرائی مغز تیار ہے۔

کشمیری تکے

اشیاء: گوشت بغیر ہڈی کا سلائس کی شکل میں کٹا ہوا آدھا کلو۔ سرکہ آدھی پیالی۔ گرم مسالا پسا ہوا ایک چمچہ۔ نمک ایک چمچہ۔ لال مرچ پسی ہوئی ایک چمچہ۔ تیل ایک پیالی۔ پودینہ انار دانہ نمک اور ہری مرچ چٹنی کے لئے۔

ترکیب: تیل کو اچھی طرح گرم کرکے کسی ڈش میں نکال لیں اور اس میں سرکہ، گرم مسالا، نمک اور پسی ہوئی مرچ شامل کرکے اچھی طرح مکس کرنے کے بعد چولہے پر دھیمی آنچ میں پکنے کے لئے رکھ دیں۔ 45 منٹ بعد دیکھیں اگر گوشت گل جائے تو تیز آنچ کر کے بھون لیں۔ پودینہ، انار دانہ، ہری مرچ اور نمک ایک ساتھ ملا کر چٹنی بنالیں اور تکے کے ساتھ نوش فرمائیں۔

چپلی کباب

اشیاء: قیمہ ایک کلو (باریک) گائے کا۔ سرخ مرچ کٹی ہوئی دو چمچے۔ گرم مسالا پسا ہوا دو چمچے۔ نمک دو چمچے۔ مکئی کا آٹا آدھی پیالی۔ بھنے ہوئے چنے کا آٹا دو چمچے۔ انڈا ایک عدد۔ ثابت دھنیا آدھی پیالی۔ پیاز دو عدد بڑی چار خانے کی کٹی ہوئی لیموں کا رس دو چمچے۔ ہرا دھنیا ایک گٹھی۔ ہری مرچ دس عدد۔ انڈے ابلے ہوئے چار عدد۔ ٹماٹر سرخ چار عدد۔ ادرک دو چمچے باریک کٹی ہوئی اور تیل تلنے کے لئے۔

ترکیب: قیمے میں تمام مسالے شامل کرلیں اور انڈا پھینٹ کر اور ساتھ ہی ثابت دھنیا بھی شامل کرلیں اور انڈا پھینٹ کر اور ہاتھ سے مکس کرکے 30 منٹ کے لئے رکھ دیں۔ قیمہ کا آمیزہ ہتھیلی پر پھیلائیں اور اس پر انڈے کا

ایک گول ٹکڑہ رکھ کر تھوڑا سا دبائیں تاکہ انڈا قیمہ کی ٹکیہ میں پیوست ہو جائے اس طرح ٹماٹر کاٹ کر لگائیں اور چپٹا کر کے دھیمی آنچ پر تل لیں۔ سرخ ہو جانے پر دہی اور سلاد کے ساتھ پیش کریں۔

بھاپ کا گوشت

اشیاء: گوشت ران کا ایک کلو۔ نمک حسب ذائقہ۔ سیاہ مرچ 2 چمچے۔ لہسن ایک چمچہ۔ لیموں ایک عدد۔ ہری مرچ 10 عدد ثابت گھی ایک پیالی۔

ترکیب: مٹی کی ہانڈی میں گوشت دھو کر ڈالیں پھر تمام چیزیں شامل کر دیں اور ایک پیالی پانی ڈال کر ڈھک دیں تاکہ بھاپ نہ نکلے چولہے پر دھیمی آنچ پر پکنے دیں۔ تقریباً 45 منٹ بعد اتار لیں۔

کچن ٹپس

آملیٹ پھولا پھولا سا خوشنما سا نظر آئے: انڈے پھینٹتے وقت ایک انڈے کے لئے ایک چائے کا چمچ کے برابر دودھ ملا لیں۔ دودھ کے ملانے سے آملیٹ خوب پھولا پھولا سا بنتا ہے اور خوشنما نظر آتا ہے۔

(مرسلہ: ریحانہ اسلم۔ کراچی)

پلیٹ سے انڈے کی بو دور کرنا: چائے کی پتی جو چائے سے بچتی ہے اس پتی سے پلیٹ کو صاف کر لیں اور پھر صاف پانی سے دھو لیں۔ پتی ملنے سے انڈے کی بو برتنوں میں نہیں پھیلے گی۔

(مرسلہ: سعیدہ کاظمی۔ حیدر آباد)

انڈے کی سفیدی اور زردی کا استعمال: انڈے کی سفیدی جو زردی کے استعمال کے بعد بچ جائے اور اسے محفوظ رکھنا ہو تو بچی ہوئی سفیدی برتن میں ڈال کر فریج کے برتن والے خانے میں رکھ دیں جم جائے گی۔ پھر استعمال کے وقت دوسری پیالی میں ڈال لیں۔ پہلی ٹھنڈی پیالی سفیدی والی پیالی میں رکھ دیں پگھل جائے تو پھینٹ کر استعمال کریں۔

(اسماء ذوالفقار۔ لاہور)

انڈے کی زردی کو سوکھنے سے بچانا: انڈے کی زردی کو پیالی میں ڈال کر ٹھنڈے پانی کو اس پر ڈال کر فریج میں رکھ دیں گے تو جب بھی استعمال کرنا چاہیں گے تازہ بہ تازہ ملے گی۔

(شبانہ ناز۔ کوئٹہ)

چاول جڑنے سے بچانا: چاول ابالتے وقت تھوڑا سا لیموں کا رس ڈالنے سے چاول خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ رنگت بھی نکھر جاتی ہے۔

(عائشہ صدیقی۔ ملتان)

پیاز کاٹتے وقت آنسو نہ آئیں: کھانا پکانے سے گھنٹہ بھر پہلے پیاز کو فریزر میں رکھ دیں۔ اب پیاز آپ کاٹیں گے تو آنکھوں سے پانی نہیں بہے گا۔

(نسیم اکرم۔ راولپنڈی)

روغنی مٹی کی ھنڈیا: ایسی ہنڈیا کو پکانے کے لئے استعمال کرنے سے پہلے ایک دن رات تک نمک اور تیل سے چپڑ کر رکھ دیں۔ بعد میں ایک دن اور رات صاف پانی ڈال کر رکھ دیں۔ پھر گڑ والے چاول یا پائے پکائیں تو یہ بہت دیر تک چلتی ہے اور اس میں دراڑ بھی نہیں پڑتی اور اس میں پکا ہوا سالن بے حد مزے دار ہوتا ہے۔

(ماہ نور۔ اسلام آباد)

آٹے پر پپڑی نہ جمے: گوندھے ہوئے آٹے پر گھی لگا دیا جائے تو پپڑی نہیں جمتی گھی لگانے کے بعد سوتی کپڑا بھگو کر نچوڑ لیں اور آٹے پر ڈال دیں تو آٹا خمیرا نہیں ہوگا۔ آٹا مٹی کے برتن میں رکھیں۔ لونچائی پر رکھا ہوا خمیر ہو جاتا ہے۔ اس لئے گیلی زمین پر بھی رکھا جائے تو خمیر ہونے سے بچ جائے گا۔

(کرن شیخ۔ سکھر)

گھی کی چڑ چڑ: برتن گھی ڈالتے وقت گیلا رہ گیا ہو تو گھی چڑ چڑ کرتا ہوا اچھلتا ہے اگر اس وقت آپ چٹکی بھر آٹا ڈال دیں یا چھڑک دیں تو ایسا نہیں ہوتا۔

(مرسلہ: نبیلہ خان۔ پشاور)

انفیکشن کی مؤثر دوا

پیاز

جاوید علی جوکھیو

پیاز بے خوابی کے مریضوں کے لئے نعمت بے بہا ہے۔ زمانہ قدیم میں لوگ اسے انفیکشن کے بچاؤ کے لئے استعمال کرتے تھے۔

پیاز ایک مشہور و معروف جڑ ہے جس سے برصغیر پاکستان و ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ پیاز گانٹھ دار پودا ہے جو دو سالہ جنسوں میں سے ہے۔ پہلے برس اس پودے کے ساتھ گانٹھ اگتی ہے جو سبزیوں میں ڈالی جاتی ہے اور دوسرے بے شمار طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے۔ دوسرے سال پودے کے ساتھ صرف بیج پیدا ہوتے ہیں اور اس کی میعاد ختم ہو جاتی ہے۔

اس کی دو قسمیں مشہور ہیں جنگلی اور بستانی۔ ان دونوں میں بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ صرف جنگلی کے پتے ذرا چوڑے ہوتے ہیں اور ذائقہ میں کڑواہٹ ہوتی ہے۔ بستانی پیاز کھانے کے کام آتی ہے نیز ادویات میں بھی مستعمل ہے۔ یہ سفید، سرخ اور زرد رنگوں میں پائی جاتی ہے۔ دنیا کے سب ممالک میں کاشت کی جاتی ہے۔ اصل وطن وسط ایشیا ہے۔ اسپین کی پیاز تمام دنیا کی پیازوں سے بہتر اور اعلیٰ مانی گئی ہے۔ پیاز ایک طاقت بخش اور سستی سبزی ہے اور سالن کے جزو کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ یہ سالن کو گاڑھا کرتی ہے اور اسے ذائقہ دار اور خوشبودار بناتی ہے۔ اس میں وٹامن (حیاتین) لوہا اور دیگر دھاتیں بکثرت موجود ہوتے ہیں جو ہمیں بہت سی بیماریوں سے بچاتی ہیں۔ پیاز کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانی تہذیب۔ پیاز کی موجودگی کا اس دور میں پتہ چلتا ہے جب پانچ ہزار برس قبل مصر کی تہذیب کا آغاز ہوا اور اہرام تعمیر ہونے شروع ہوئے کہا جاتا ہے کہ دنیا کی پہلی ہڑتال ہی پیاز کی وجہ سے ہوئی۔ جب اہرام تعمیر کرنے والے مزدور صرف روٹی کھا کھا کر تنگ آ گئے تھے اور انہوں نے اپنی غذا میں پیاز شامل کرنے کے لئے ہڑتال کی۔ حضرت موسیٰؑ کے دور میں بھی بنی اسرائیل اللہ کی دی ہوئی نعمت من و سلویٰ کے بدلے پیاز، لہسن، مسور اور ساگ مانگنے لگے تھے۔ یونانی اطباء بھی پیاز کی افادیت سے واقف تھے یونانی حکیم و مفکر پائی گورس نے پیاز کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ روم میں بھی اطباء پیاز کو بطور دوا استعمال کرتے تھے۔ قرآن مجید اور کتاب مقدس توریت میں بھی پیاز کا ذکر آیا ہے۔ زمانہ وسطیٰ میں لوگ اسے چھوت (انفیکشن) کے موثر حل کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ جزائر غرب الہند اور آئرلینڈ کے لوگ بھی اس کے فوائد سے واقف تھے۔ یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ پیاز میں ایک فرحت بخش خوشبو ہوتی ہے جس سے باورچی خانے کی فضا میں ایک خوش گوار قسم کی مہک پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک امریکی کیمیا گر نے دریافت کیا ہے کہ پیاز میں ایک چیز تھیال ڈی فائیڈ پائی جاتی ہے جو جراثیم کش ہوتی ہے۔ اس کا استعمال کم خوابی کو دور کرتا ہے اگر اس کا شوربہ نوش کیا جائے تو نیند لانے کے لئے خواب آور گولیوں سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ حد درجہ فرحت بخش اور مصفی خون بھی ہے۔ اسی وجہ سے فرانس کے تمام ہوٹلوں میں پیاز کا شوربہ بکثرت تیار کیا جاتا ہے۔ پیاز اور دودھ کو مرض استسقاء کے لئے شافی علاج تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک طبیب نے استسقاء کے مریض کو تین روز پیاز کھلوایا جس سے وہ بالکل صحت یاب ہو گیا۔

1912ء میں ایک فرانسیسی ڈاکٹر نے شفائے پیاز کے نام سے ایک مضمون شائع کیا جس میں اس نے بتایا کہ پیاز استسقاء امراض گردہ اور پائیوریا کے لئے مجرب علاج

ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں روسی ڈاکٹروں نے محاذ جنگ پر زخمی ہونے والے لوگوں کا علاج کچی پیاز سے کیا تھا۔ وہ زخم پر پیاز باندھ دیتے جس سے زخم جلد ہی ٹھیک ہو جاتا تھا اور مریض کو آرام آجاتا تھا۔ ماہرین طب کے نزدیک پیاز کی بو سے بعض بیماریوں کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں انہوں نے ایک نیا طریق علاج "ٹیوب تھیراپی" دریافت کیا ہے۔ وہ پیاز اور لہسن کے ست سے بھری ہوئی ٹیوبیں وقفے وقفے سے مریض کی ناک سے لگا دیتے ہیں تاکہ وہ ان سے سانس لے سکے۔ گلے کے غدود، کالی کھانسی، دمہ، پھیپھڑے اور حلق کی دق اور نزلہ و زکام کے لئے یہ طریق علاج بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ جاپانی ڈاکٹروں کی ایک ٹیم نے کہا ہے کہ پیاز فشار خون کے مریضوں کے لئے حیات نو کا پیغام ہو سکتی ہے اور اس دریافت سے اس جان لیوا بیماری کا علاج ممکن ہے۔ برٹش ریویو میں شائع ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پیاز خواہ تلی ہوئی ہو یا کچی ہوئی خون میں پھٹکیوں کو تحلیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں مزید تجربات ہو رہے ہیں۔ پیاز کے کیمیائی تجزیے سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں کاربوہائیڈریٹس 9 فیصد، پروٹین ۱ فیصد اس کے علاوہ کیلشیم، میگنیشیم، پوٹاشیم، سوڈیم، گندھک، لوہا اور حیاتین ب اور ج کافی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔

☆ پیاز کو خوب باریک پیس کر گوندھیں اور اچھی طرح باریک ہو جانے پر پاؤں کے تلووں پر لیپ کریں کئی قسم کا سر درد اس طریقے سے رفع ہو جاتا ہے۔

☆ پیاز پیس کر دہی اور شکر میں ملا کر کھانے سے گلے کی سوزش کو فائدہ پہنچتا ہے۔

☆ اگر کسی وجہ سے ٹونڈی بیٹھ گئی ہو تو ٹونڈی کھولنے کے لئے 2 رتی سہاگہ کھا کر اوپر سے آگ میں بھرتہ شدہ پیاز استعمال کریں، انشاء اللہ ٹونڈی فوراً نکل جائے گی۔

☆ 2 پیاز کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں اور انہیں کسی برتن میں ڈال کر چینی یا شہد سے ڈھانپ دیں۔ اس کے بعد برتن کو کسی گرم جگہ پر رکھ دیں۔ کچھ عرصہ میں شربت تیار ہو جائے گا۔ یہ شربت کالی کھانسی اور سردی سے ہو جانے والی کھانسی میں مفید ہے۔

☆ پیاز کو آگ میں گرم کر کے نچوڑ کر اس میں سے پانی نکال لیں اور اس میں ایک ماشہ نمک ملا کر مریض کو پلائیں۔ فوراً پیٹ درد کو آرام ہو گا۔

☆ پیاز کو چھیل کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں اور اس میں مناسب مقدار میں سرکہ خالص اور نمک مرچ سیاہ زیرہ وغیرہ ڈال کر اچار تیار کریں۔ یہ اچار پیٹ درد کو دور کرتا ہے۔ ہاضم طعام ہے۔ بھوک لگاتا ہے اور مقوی معدہ ہے۔

☆ قے کو بند کرنے کے لئے پیاز کو سونگھائیے۔ اس سے قے اور متلی کی شکایت رفع ہو جاتی ہے۔ تیز پیاز کا اچار کھلانا بھی قے کو مفید ہے۔

☆ اگر ہیضہ کے دنوں میں پیاز کو چھوڑ کر جگہ جگہ گھر میں اس طرح رکھ دیا جائے کہ سارے گھر میں پیاز کی بو سما جائے تو ہیضے سے بچنے کے لئے یہ ایک اچھی ترکیب ہو گی۔

پاؤں کی بوائیاں : سردی کی شدت سے بعض اوقات پاؤں پھٹ جاتے ہیں اور اس میں بوائیاں پڑ جاتی ہیں۔ اس کا آسان علاج یہ ہے کہ رات کو آگ کے سامنے بیٹھ کر پاؤں کی پھٹی ہوئی انگلیوں پر پیاز کا ٹکڑا ملیں۔

بے خوابی : بے خوابی بہت پرانا مرض ہے۔ زمانہ قدیم میں اس کا علاج عام طور پر پیاز سے کیا جاتا تھا۔ بے خوابی کے مریض یا تو سوتے وقت کچا پیاز چباتے یا ابلے ہوئے پیاز گرم دودھ میں ڈال کر استعمال کرتے۔

ذیابیطس : سفید پیاز کا پانی ایک تولہ لے کر اس میں ایک تولہ سم الفار شامل کریں اور دس دن کھرل کر کے مونگ کے برابر گولیاں بنا لیں اور چند روز تک ایک گولی روزانہ گائے کے دودھ سے استعمال کریں۔ ہفتہ میں ایک بار ناغہ کرنا ضروری ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 136 پر ملاحظہ کیجئے)

ٹی بی کا عفریت

دوبارہ نوعِ انسانی پر حملہ آور ہو رہا ہے

حکیم عادل اسماعیل

دنیا بھر میں سب سے زیادہ پھیلنے والی متعدی (انفیکشن) بیماری 24 مارچ ٹی بی کے عالمی دن کے موقع پر ٹی بی کا گھریلو اور روحانی علاج ......

20 سال پہلے 1978ء میں دنیا کی حکومتوں نے مشترکہ طور پر 2000ء تک دنیا سے بیماریوں کے خاتمے اور ہر اہم بستی اور گاؤں میں صحت کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی کا عہد و پیمان کیا تھا۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ 20 برسوں میں تمام انسانوں کے لئے سامان صحت عام کر دیں گے۔ "صحت سب کے لئے" کا یہ عہد "اعلان الما آتا" کہلاتا ہے۔

ان دو عشروں میں دنیا نے بڑی تبدیلیوں اور تباہیوں کا سامنا کیا۔ ان عشروں میں جنگ و جدل اور وسیع نقل مکانی کے نتیجے میں لاکھوں انسانی جانیں تلف ہوئیں اور لاکھوں لوگ بیماریوں اور معذوریوں کا شکار ہوئے۔ لاکھوں بھوک کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ ان 20 برسوں میں تین امراض نے خاص طور پر بڑا زور باندھا۔ ایڈز کا مہلک وائرس قوی سے قوی تر ہو گیا اور اس کے مریضوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ٹی بی کا عفریت از سر نو پہلے سے زیادہ طاقتور ہو کر نوع انسانی پر حملہ آور ہو رہا ہے اور اس کے جراثیم دواؤں کا اثر قبول نہیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح ملیریا کے جراثیم ہٹیلے ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ سرخ بخار (ڈینگی فیور اور ایبولا) جیسے دیگر وائرسی امراض سامنے آنے لگے ہیں۔ جن کے علاج دریافت ہونے تک بے شمار انسانی جانیں تلف ہو جائیں گی۔ اس طرح ذیابیطس اور امراض قلب کی شرح بھی بڑھ رہی ہے۔

عالمی ادارہ صحت کے 1990-2000ء کے اعداد و شمار کے مطابق 460 ملین (46 کروڑ) سے زیادہ افراد ٹی بی کے مریض ہیں۔ دوسرے لفظوں میں دنیا بھر کی افرادی قوت کے 46 کروڑ افراد اس موذی مرض میں مبتلا ہیں۔

ٹی بی سے بڑھ کر کوئی اور متعدی مرض دنیا کی معیشتوں کو مفلوج کرنے والا نہیں۔ ڈیڑھ کروڑ افراد میں سے 60 لاکھ ٹی بی کے مریض ہیں اور ان ڈیڑھ کروڑ میں سے ایک کروڑ دس لاکھ کی عمریں ایسی ہیں کہ وہ زیادہ پیداواری کام کر سکتے ہیں۔

ٹی بی کے جراثیم نہ صرف انسانی جانوں کی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں بلکہ بے انتہا مالی نقصان کا سبب بھی بنتے ہیں۔ اندازہ ہے کہ آئندہ چند سالوں میں محض اس مرض کے ذریعے عالمی معیشت کو سات ملین امریکی ڈالر کا نقصان ہو گا۔ صرف ہندوستان میں ہر سال ٹی بی کی وجہ سے معیشت کو 372 ملین ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ امریکہ کے ایک ادارے نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر کرہ ارض پر ٹی بی پر قابو پانے کے اقدامات کو بہتر بنایا جائے تو ترقی پذیر ملکوں کی پیداوار 24 ملین ڈالر سالانہ بڑھ سکتی ہے۔

انفیکشن کا پھیلاؤ

ٹی بی کا انفیکشن بہت جلد پھیلتا ہے۔ ایک امریکی

جری جہاز بنانے کے کارخانے میں ٹی بی کے صرف ایک مریض کی چھوت سے 417 دیگر مزدور متاثر ہوئے۔ ایک امریکی ایئر لائن میں طیارے کے ملازموں میں سے ایک شخص ٹی بی کا مریض تھا۔ اس سے دو مزید ملازموں کو بھی ٹی بی ہو گئی۔ حال ہی میں دو ماہر دندان مریضوں کے علاج کے دوران ٹی بی کے مریض بن گئے۔ لری زونہ میں فائر بریگیڈ کے عملے میں 125 افراد ٹی بی سے متاثر پائے گئے۔

معالجین، نرسیں اور طب کے طلبہ جو ٹی بی کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں، جلد ٹی بی سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایک مطالعے سے معلوم ہوا کہ تھائی لینڈ کے عملہ صحت کے 68 فیصد سے زائد افراد ٹی بی سے متاثر ہیں بلکہ تھائی لینڈ کے صرف ایک ہسپتال میں چھ مہینے کے دوران میڈیکل اسٹاف کے 19 افراد کو ٹی بی ہو گیا۔ افریقہ کی نیم صحرائی پٹی میں بھی ہسپتالوں کے اسٹاف میں ٹی بی کے کئی مریض پائے گئے۔ جو لوگ بہ سلسلہ روزگار دوسرے ملکوں کو جاتے ہیں ان میں ٹی بی کے کیس بہت ہوتے ہیں۔ جب غیر ملکی ٹی بی میں مبتلا ہوتے ہیں تو بار بار مقام بدلنے کی وجہ سے ان کا صحیح معائنہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ جہاں رہتے ہیں اور جہاں کام کرتے ہیں وہاں ٹی بی پھیلاتے رہتے ہیں۔ لاطینی امریکا کے جو مزدور امریکا جاتے ہیں۔ ان میں کئی کیس پائے گئے ہیں۔ اسی طرح کان کنی کرنے والے مشرقی یورپ کے مزدور یورپ میں جا کر ٹی بی پھیلاتے ہیں۔ زمبابوے میں ماہی گیری کی صنعت میں ٹی بی کی شرح خاصی زیادہ ہے۔

1997ء میں ایڈز زدہ تین کروڑ دس لاکھ افراد میں سے ایک تہائی کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ٹی بی میں مبتلا ہیں۔ اب اس کے جراثیم کی ایسی اقسام وجود میں آ چکی ہیں جو اس کی کسی ایک دوا سے بالکل متاثر نہیں ہوتیں، یعنی ان جراثیم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اب تو ایسے جراثیم بھی ہیں جن پر ٹی بی کی مرکب یا ملی جلی دوائیں بھی اثر نہیں کر رہی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس قسم کی ٹی بی سے پانچ کروڑ افراد متاثر ہو جائیں گے۔ ترقی پذیر ملکوں کے پاس اس قسم کے جراثیم کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی دوائی ہتھیار موجود نہیں ہے۔ یہ وہ جراثیم ہیں جنہوں نے اس مرض کی دو موثر دواؤں، آئسو نیازیڈ اور ریفام پی سین کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر لی ہے۔ یہ اقسام ایم ڈی آر (ملٹی ڈرگ ریزیسٹنٹ) کہلاتی ہیں۔ ایم ڈی آر یا کثیر الادویاتی دواؤں کو بے کار بنانے والی ٹی بی میں اضافے کا بنیادی سبب جزوی یا نامکمل علاج کو قرار دیا جا رہا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ مریض کو جب ان دواؤں سے فائدہ محسوس ہونے لگتا ہے تو وہ انہیں استعمال کرنا چھوڑ دیتے ہیں، یعنی انہیں مقررہ عرصے تک جم کر استعمال نہیں کر پاتے۔ ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ معالجین اور ہیلتھ ورکر غلط دوا یا مرکب تجویز کرتے ہیں یا پھر مریضوں کو بھروسے کی دوائیں نہیں ملتیں۔ پاکستان جیسے ملکوں میں جعلی دواؤں کی بالخصوص سرکاری ہسپتالوں میں کثرت بھی اس کا اہم سبب ہے۔ اس سلسلے میں یہ بے حد ضروری ہے کہ ٹی بی کا مریض معالج کی نگرانی میں مسلسل رہے اور تجویز کردہ دوائیں باقاعدگی سے مقررہ مدت تک استعمال کی جائیں۔ یہ نہ ہو تو اس سے بہتر ہے کہ علاج ہی نہ کرایا جائے۔ اس اصول کی پابندی نہ کرنے والے افراد بظاہر صحت مند، لیکن دراصل بدستور مریض ہی رہتے ہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی خطرہ بنے رہتے ہیں۔ ان کے پھیپھڑوں میں موجود جرثومہ ٹی بی کی دواؤں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے اور جن دوسرے افراد میں ایسے جراثیم منتقل ہوتے ہیں، ان کے لئے بھی یہ دوائیں بے اثر ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے جراثیم سے متاثر افراد کا علاج اور بھی مشکل اور مہنگا ہو جاتا ہے اور بالعموم مرض کی یہ قسم مہلک ثابت ہوتی ہے۔ صنعتی ملکوں میں عام قسم کے مریض کے علاج کی لاگت دو ہزار ڈالر فی مریض ہوتی ہے، لیکن ایم ڈی آر ٹی بی کے مریض کی لاگت ڈھائی لاکھ ڈالر ہو جاتی ہے۔

پاکستان کے لئے چیلنج

پاکستان میں بھی ٹی بی کے مریضوں کی تعداد بہت زیادہ

ہے۔ پاکستان کے دور افتادہ دیہات کے علاوہ کراچی، فیصل آباد، لاہور، ملتان، حیدر آباد اور سکھر جیسے صنعتی شہروں میں مزدوروں کی کچی بستیوں میں ٹی بی کے لاکھوں کیس ایسے ہوں گے جنہیں علاج کی مناسب سہولتیں بھی حاصل نہیں ہوں گی۔ ٹی بی سے ہر سال تقریباً ایک لاکھ ستر ہزار بچے ہلاک ہو جاتے ہیں، لیکن ٹی بی بالواسطہ طور پر جس طرح بچوں پر اثر انداز ہو رہا ہے وہ ان اموات سے بھی زیادہ تشویش ناک ہے۔ جن بچوں کے والدین اور دادا، دادی، نانا، نانی ٹی بی میں مبتلا ہوتے ہیں ان لاکھوں بچوں کے لئے بھی یہ مرض ایک طرح سے خطرہ بن جاتا ہے۔

ٹی بی کا زیادہ تر حملہ پھیپھڑوں پر ہوتا ہے۔ ویسے جسم کا کوئی بھی عضو اس کی زد میں آ سکتا ہے۔ جن میں بالعموم گردے اور جنسی اعضاء قابل ذکر ہیں۔ اعضاء کے لحاظ سے علامت بھی مختلف ہوتی ہیں۔ تاہم ہر صورت میں مریض کو رات کو پسینہ آتا ہے، وزن گھٹتا چلا جاتا ہے، تواناعی جواب دے دیتی ہے اور شام کے وقت حرارت رہتی ہے۔ پھیپھڑے متاثر ہونے کی صورت میں خون آلود بلغم خارج ہوتا ہے۔ بار بار کھانسی ہوتی ہے اور بعض اوقات منہ سے خون آتا ہے۔ کسی اور عضو کے متاثر ہونے کی صورت میں ہڈیاں سوج جاتی ہیں، سخت اور بد پھوڑے بن جاتے ہیں اور پیشاب میں خون آتا ہے۔

ٹی بی ایک متعدی مرض ہے۔ اسے ہوا سے لگنے والا مرض بھی کہتے ہیں، یعنی اس کے جراثیم ہوا میں تیرتے ہوئے ایک سے دوسرے کے جسم میں سانس کے راستے داخل ہوتے ہیں۔ چناں چہ عام نزلے کی طرح یہ بھی دوسرے افراد کو لگ جاتا ہے اور جن افراد کے پھیپھڑے اس سے متاثر ہوتے ہیں ان سے یہ مرض دوسروں کو لگتا ہے، یعنی وہ جب بھی کھانستے، چھینکتے، بات کرتے یا تھوکتے ہیں، اس مرض کے جراثیم ہوا اور ماحول میں پھیلاتے ہیں۔ جو شخص بھی انہیں سانس سے اپنے جسم میں داخل کرتا ہے، اس میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

علاج نہ کرانے کی صورت میں اس مرض کے جراثیم سے دوچار ہر شخص ایک سال میں 10 سے 15 افراد کو اس مرض میں مبتلا کر سکتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص میں ٹی بی کے جراثیم داخل ہوں وہ لازمی طور پر دوچار پڑ جائے، کیوں کہ اس کے جراثیم کے اطراف موم جیسا ایک حفاظتی غلاف لپٹا رہتا ہے، اس لئے یہ مریض کے جسم میں کئی سال تک بے کار اور بے عمل پڑا رہ سکتا ہے، لیکن جب بھی ایسے شخص کا نظام مدافعت کمزور ہو گا اس کے مریض بننے کے خطرات بہت بڑھ جائیں گے۔

غذا

ٹی بی کے لئے مضر غذائیں یہ ہیں:

سرخ مرچ، تیز مصالحے دار غذائیں، ثقیل غذائیں، نشہ آور اشیاء جن میں تمباکو بھی شامل ہے اس کے علاوہ غم و تفکرات، گرد و غبار سے آلودہ فضا، گندگی اور زیادہ محنت و مشقت مضر ہے۔

مفید غذاؤں میں کدو، چھوٹے کا ساگ، مچھلی، چوزہ، بکری کا دودھ، سیب کا رس، پپیتا، گرم کالا، مٹر اور شہد شامل ہے۔ روغن زیتون، پھلوں کے عرق، انڈے اور سب زیادہ بہترین مچھلی کے جگر کا تیل ہے۔

آسان گھریلو علاج

☆ مصری 192 گرام، طباشیر 96 گرام، پیپلی 48 گرام، دانہ الائچی خورد 24 گرام، دار چینی 12 گرام تمام ادویہ کا باریک سفوف بنا کر چھان لیں۔ مقدار خوراک: تین گرام سفوف ہمراہ شربت گل۔

☆ تالیس پتر 12 گرام، الائچی خورد 12 گرام، دار چینی 12 گرام، مرچ سیاہ 24 گرام، سونٹھ 24 گرام، پیپلی 48 گرام، طباشیر 48 گرام، مصری 384 گرام تمام ادویہ کا باریک سفوف بنالیں۔ مقدار خوراک: دو سے چھ گرام

☆ کشمش 100 گرام، چینی 100 گرام لیں۔ کشمش پانی سے اچھی طرح دھو کر چینی ملا کر گرینڈ کر لیں۔ جب چٹنی کی طرح ہو جائے تو اسے شیشے کے برتن میں رکھ لیں۔

مقدار خوراک: 10 سے 20 گرام تک

☆ کہربائے شمعی 12 گرام، طباشیر 12 گرام، کافور 6 گرام، مروارید ناسفتہ 6 گرام، دانہ الائچی خورد 6 گرام، صندل سفید برادہ 60 گرام تمام ادویہ کو کھرل کرکے سفوف بنالیں۔ خوراک دو گرام ہمراہ عرق گاؤزبان۔

☆ تازہ مکھن کے ساتھ شہد مفید ہے۔

روحانی علاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الر تلک ایات الکتاب المبین

الرحیم الرحیم الرحیم

تینوں پلیٹوں پر لکھ کر ایک صبح، ایک شام اور ایک رات کو پانی سے دھو کر نوے دن تک پلائیں۔ ٹی بی کے علاج میں رنگین علاج بھی بہت زیادہ موثر اور فائدہ مند ہے۔

☆ خشک باریک کی پتی لے کر جلالیں جب اچھی طرح جل جائے تو اس کا باریک سفوف بنالیں آدھا کلو شہد میں سفوف کو اچھی طرح حل کرکے رکھ لیں۔ خوراک: ایک چمچی شہد پر 9 مرتبہ یا فارق پڑھ کر دم کرکے صبح شام رات کے وقت استعمال کریں۔

رنگ و روشنی سے علاج

ٹی بی کے شروع میں سرخ رنگ کا پانی پلانا چاہئے اور پھیپھڑوں پر سرخ رنگ کی شعاع ڈالنا چاہئے۔ بعد میں صبح نیلی شعاعوں کا پانی ایک تولہ چار گھنٹے بعد نارنجی شعاعوں کا پانی ایک تولہ اور پھر چار گھنٹے بعد نارنجی رنگ کی شعاعوں کا پانی ایک تولہ اور پھر چار گھنٹے بعد نیلی شعاعوں کا پانی دن میں تین بار دینا اور پھیپھڑوں پر نیلے رنگ کی شعاع ڈالنا چاہئے۔ پھیپھڑوں میں داغ ہوں یا پانی بھر گیا ہو تو پانی کے ساتھ ساتھ نارنجی رنگ کی بوتل میں چالیس روز تک السی کا تیل دھوپ میں رکھ کر سینہ اور کمر پر پھیپھڑوں کی جگہ رات اور دن میں ایک ایک مرتبہ پانچ پانچ منٹ دائروں میں مالش کرنا چاہئے۔

☆☆☆

روغنِ سبعہ

سر کے بالوں کی حفاظت، بالوں کو گرنے سے بچانے، بالوں کو لمبا، گھنا اور ملائم کرنے کے لئے اور خشکی ختم کرنے کے لئے، مفید و موثر جڑی بوٹیوں اور قیمتی روغنیات پر مشتمل ایک خصوصی نسخہ۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر نگرانی تیار کیا گیا ہے

طویل عرصہ سے زیر استعمال یہ نسخہ بالوں کی مختلف شکایات کے ازالے اور بالوں کی بہتر نشوونما کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اسے ہر عمر کے خواتین و حضرات استعمال کر سکتے ہیں۔ فی الحال **روغن سبعہ** محدود مقدار میں تیار کیا جارہا ہے۔ اس لئے مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہے۔ خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل ایڈریسز پر رابطہ کریں۔

☆ 1/7 D-1 ناظم آباد کراچی 74600

☆ بلاک H مکان نمبر A-645 بالمقابل ناظم آباد نزد لنڈی کوتل چورنگی۔ کراچی

☆ شاپ نمبر 13-B، کے ڈی اے فلیٹس شادمان نمبر 2 ارم شاپنگ سینٹر کے سامنے۔ کراچی

☆ ...... A/158 مین بازار مزنگ۔ لاہور

☆ ...... قاضی اسٹریٹ۔ مری حسن۔ راولپنڈی

روغن سبعہ براہ راست منگوانے کے لئے 150 روپے کا منی آرڈر اس پتہ پر بھیجئے۔

معرفت حکیم وقار عظیمی

1-K-13 ناظم آباد کراچی 74600

مرتبہ: حسن احمد شیخ

تباہی منڈلا رہی ہے

امریکی سائنس دانوں نے کرہ ارض کے انسانوں کو اس امر سے آگاہ کردیا ہے کہ اوزون کی تہہ میں شگاف کی وجہ سے 2000ء تک ایک کروڑ ساٹھ لاکھ افراد جلدی کینسر اور پیٹ کے امراض میں مبتلا ہوجائیں گے گذشتہ چار سالوں میں اوریگون یونیورسٹی کی طرف سے کی گئی ایک تحقیق کے مطابق الٹراوائلٹ شعاعیں زمینی مخلوق پر منفی اثرات ڈال رہی ہے ان حالات میں کیلی فورنیا یونیورسٹی کے ماحولیاتی شعبے کے سربراہ مائیکل ساول کا کہنا ہے کہ سائنس دانوں کو چاہئے کہ وہ اس شگاف کو بند کرنے کے لئے بھرپور اقدامات کریں کیونکہ اس بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی کی وجہ سے جہاں اوزون کا شگاف بڑھ رہا ہے وہاں انسانوں میں کینسر کا مرض بھی بڑھتا جارہا ہے۔

لندن میں امور صحت کے ایک ماہر ڈاکٹر رابن جونز نے بھی امریکی سائنس دانوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اوزون کی تہہ پتلی ہوجانے سے برطانیہ اور دیگر مغربی ملکوں میں جلد کے کینسر اور گرم ملکوں میں ملیریا اور کوڑھ کے عارضوں میں لازمی طور پر اضافہ ہوجائے گا سائنس دانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ عالمی درجہ حرارت میں اضافہ کی وجہ گیسیں اور خصوصاً کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے جو کہ فضا کے بالائی حصے پر جمع ہو کر حرارت جذب کررہی ہے۔

(مرسلہ: الماس حمید۔ کراچی)

ٹنڈو جام کے شہری ایک ماہ میں 35 لاکھ کی چائے پی گئے

پاکستان کے شہر ٹنڈو جام کے شہری ایک ماہ میں 35 لاکھ روپے کی چائے پی گئے جبکہ گذشتہ سال کے مقابلے میں ٹنڈو جام میں چائے پینے والوں کی تعداد میں 30 فیصد اضافہ ہوا ہے ٹنڈو جام میں چائے سے متعلق کئے جانے والے ایک سروے کے مطابق شہر میں چائے کے چھوٹے بڑے 50 ہوٹل ہیں جہاں ماہانہ تقریباً 15 لاکھ روپے سے 17 لاکھ روپے کی چائے فروخت ہوتی ہے جبکہ گھروں کے لئے خریدی جانے والی چائے کی پتی کا اوسط تقریباً 20 سے 25 لاکھ روپے ماہانہ ہے ہوٹلوں پر چائے پینے والوں کی تعداد میں گذشتہ سال کے مقابلے میں 30 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ شہر میں نئے ہوٹل کھلنے کا تناسب 10 فیصد رہا ہے۔ سروے کے مطابق ہوٹلوں پر چائے زیادہ پئے جانے کا سبب مشروبات کی قیمتوں میں اضافہ بھی ہے جس کی وجہ سے اب ٹنڈو جام کے شہری اپنے مہمان کی تواضع چائے سے کرنے لگے ہیں۔

چائے ہمارے گوٹھوں میں بہت مشہور چیز ہے۔ ہر گوٹھ کے گھر میں چائے دن میں کم از کم 3 مرتبہ بنائی جاتی ہے۔ اس بارے میں ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ اگر کسی مہمان کو گھر میں کھانا کھلادیا مگر چائے نہیں پلائی تو وہ مہمان جاکر یہی کہے گا "مجھے تو چائے بھی نہیں پلائی۔ اس بات سے چائے کی مقبولیت کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔

(مرسلہ: غلام رسول خانزادہ۔ نوشہرو فیروز)

زیبرا فش جاسوسی کرے گی

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ مستقبل میں زیبرا مچھلی سے جاسوسی کا کام لیا جائے گا۔ سن سٹائی یونیورسٹی کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اس مچھلی کے ذریعے پینے کے پانی میں گندے کیمیاوی اجزاء کا پتہ چلایا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے زیبرا مچھلی کو چمکدار اور روشن بنانے کے لئے جگنو کے

تولیدی خلیے زیبرا مچھلی کے جسم میں داخل کئے جائیں گے اسی طرح مچھلی کی جو نسل پیدا ہوگی وہ زیادہ روشن اور چمکدار ہوگی جس کی مدد سے پینے کے پانی میں موجود کیمیاوی اجزاء کی نشاندہی آسان ہوگی سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ پانی میں "پولی کلوری نیٹیڈ" (پی سی بی) جرثومے کی موجودگی سے مچھلی کی روشنی ایک دم بڑھ جائے گی۔

(مرسلہ: سائرہ خانم۔ کوئٹہ)

یورپ میں آسیب کا خوف

اسٹاک ہوم میں ماں باپ نے اپنی نو سالہ بچی کو مار مار کر ہلاک کردیا والدین کو شبہ تھا کہ بچی پر آسیبی اثرات ہیں اور ان کے خیال میں بچی کو مارنے سے چوٹ آسیب کو لگے گی اور وہ بچی کو چھوڑ دے گا۔ اسٹاک ہوم کے مقامی روزنامے نے خبر دی ہے کہ پولیس نے بچی کے 12 سالہ بھائی کو بھی ایک بند گھر سے بے ہوشی کی حالت میں برآمد کرلیا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ لڑکے کو بھی شدید زدوکوب کیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس کے حواس معطل ہوگئے تھے بتایا جاتا ہے کہ پولیس نے لڑکی کے والدین اور ان کی ایک عمر رسیدہ بہن کو گرفتار کرلیا ہے پڑوسیوں نے بتایا ہے کہ اکثر مذکورہ گھر سے چیخنے چلانے اور اس کے ساتھ ہی تالیاں بجانے اور گانے کی آوازیں آتی تھیں۔ پولیس نے مذکورہ گھرانے کی قومیت کے بارے میں معلومات فراہم کرنے سے انکار کردیا ہے۔

(مرسلہ: عبدالغنی۔ لاہور)

بے گھر امریکیوں کیلئے 9 کروڑ ڈالر کا تحفہ

امریکی صدر بل کلنٹن نے کرسمس کے موقعے پر امریکا میں لاکھوں بے گھر افراد کی امداد کے لئے 9 کروڑ ڈالر کا اعلان کیا ہے اس موقع پر صدر کلنٹن نے کہا کہ امریکی عوام کے لئے کرسمس کے موقعے پر میرا یہ معمولی تحفہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کوئی عطیہ یا امداد نہیں بلکہ کرسمس کا تحفہ ہے اور ہمیں اس تحفے پر فخر کرنا چاہئے۔ تاہم بے گھر افراد کے قومی مرکز کے ترجمان نے بتایا ہے کہ امریکا میں غربت کے ہاتھوں بے گھر ہونے والے افراد کی تعداد 20 لاکھ سے زائد ہے۔

(مرسلہ: شاہین خان۔ ضلع صوابی)

رام تیری گنگا میلی

بھارت میں سب سے پاکیزہ تسلیم کیا جانے والا دریا آلودہ ہوگیا ہے اور بھارت میں پھیلنے والی متعدد وبائی امراض کا سبب بن رہا ہے۔ تفصیلات کے مطابق بی بی سی ٹیلی ویژن نے اپنی حالیہ رپورٹ میں بتایا ہے کہ گنگا آلودگی کی انتہا کو پہنچ چکا ہے مگر دنیا بھر کے ہندو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ گنگا کا پانی آلودہ نہیں ہے۔

واضح رہے کہ پوری دنیا کے ہندو دریائے گنگا کو "ماتا" کے نام سے پکارتے ہیں اور اس کی "پاکی" پر یقین رکھتے ہیں۔ گنگا کے آلودہ پانی کو بھارت کے لاتعداد شہروں میں "صاف پینے کا پانی" سمجھ کر پیا جاتا ہے۔ گنگا کے پانی کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔

(مرسلہ: جاذب علی خان۔ پشاور)

مرض کی غلط تشخیص 40 ہزار برطانوی ہلاک

برطانیہ میں کینسر اور امراض قلب سے زیادہ خطرناک صورت حال امراض کی غلط تشخیص کے باعث پیدا ہوگئی۔ ماہرین کی تحقیقات کے مطابق اسپتال کے عملے کی غلطیوں اور امراض کی غلط تشخیص کے باعث ایک سال میں مرنے والوں کی تعداد 40 ہزار تک پہنچ گئی۔ انہوں نے بتایا کہ یہ تعداد ہر طرح کی حادثاتی اموات کے مقابلے میں چار گنا زیادہ ہے۔

علاوہ ازیں صوبائی اعداد و شمار کے مطابق اسپتالوں میں اس وقت 2 لاکھ 80 ہزار مریض ایسے موجود ہیں جنہیں دواؤں کی زیادہ مقدار دے دی گئی۔

(مرسلہ: شاہکار فاطمہ۔ گلبرگ لاہور)

انعامی **معلوماتِ عالم** کوئز

درج ذیل سوالات کے تین جوابات میں سے درست جواب پر سرخ بال پوائنٹ سے نشان TICK MARK ✓ لگا کر لوکن بند کریں اور پورا صفحہ ڈائجسٹ سے نکال کر اس ماہ کی 30 تاریخ تک ارسال کردیں۔ جوابات علیحدہ کاغذ پر تحریر کریں اگر آپ کے جوابات درست ثابت ہوئے تو آپ کو معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب ان کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام دی جائے گی۔ ایک سے زائد درست حل موصول ہونے پر فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ "معلومات عالم" اور "اس ماہ کے بہترین مضامین" کے حل ایک ہی لفافے میں ارسال فرمائیں۔

معلومات عالم روحانی ڈائجسٹ ۱۔ ڈی، ۷/۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

۱۔ سورہ نجم کے علاوہ قرآن کی کس سورہ میں سفرِ معراج کا تذکرہ ملتا ہے؟

سورہ بقرہ ...... سورہ بنی اسرائیل ...... سورہ یٰسین

۲۔ عیدالاضحیٰ میں جانور کی قربانی اللہ کے کس برگزیدہ نبیؑ کی سنت کی تجدید ہے؟

حضرت ایوبؑ ...... حضرت نوحؑ ...... حضرت ابراہیمؑ

۳۔ شاہراہِ قراقرم پاکستان کو کس پڑوسی ملک سے ملاتی ہے؟

چین ...... بھارت ...... افغانستان

۴۔ حیاتیات میں نظریہ ارتقاء Theory of Evolution کا بانی کسے قرار دیا جاتا ہے؟

چارلس ڈارون ...... ولیم ہاروے ...... مل

۵۔ بتائیے دل کی دھڑکن (حرکتِ قلب) اور نبض کی رفتار میں کیا فرق ہے؟

نبض تیز حرکت کرتی ہے ...... دل کی دھڑکن تیز ہوتی ہے ...... دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے

۶۔ ممالیہ Mammals کی انفرادی خصوصیت بتائیے؟

انڈے دیتے ہیں ...... بچے دیتے ہیں ...... نہ انڈے دیتے ہیں نہ بچے

۷۔ بتائیے روس کا دارالحکومت ماسکو کس براعظم میں ہے؟

براعظم ایشیا ...... براعظم یورپ ...... براعظم افریقہ

۸۔ روح کے لطائف ستہ کی تعداد بتائیں؟

چھ ...... دو ...... پانچ

اس ماہ کے بہترین مضامین

مارچ ۲۰۰۰ء کے روحانی ڈائجسٹ میں اپنے پسندیدہ مضامین کی نشاندہی کیجئے اور معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب اُن کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام حاصل کیجئے۔ ذیل میں دیئے گئے ٹوکن کی خانہ پُری سُرخ بال پوائنٹ سے کریں اور اس ماہ کی 30 تاریخ تک ہمیں ارسال کردیں۔ ٹوکن کی فوٹو اسٹیٹ قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ اپنی نگارشات اس پتے پر ارسال کریں۔

"اس ماہ کے بہترین مضامین" روحانی ڈائجسٹ، ا۔ڈی ۷، ناظم آباد۔ کراچی

1 - --

2 - --

3 - --

4 - --

5 - --

ٹوکن برائے معلوماتِ عالم (انعامی کوئز) اِس ماہ کے بہترین مضامین

(لفافے پر انعامی مقابلہ ضرور تحریر فرمائیں)

نام --

ولدیت ---------------- عمر ---------------- تعلیم ----------------

مکمل پتہ --

روحانی ینگ رائٹرز کلب

"روحانی ینگ رائٹرز کلب" کے زیر اہتمام ہم نئے لکھنے والوں کو طبع زاد، دلچسپ، بامقصد، معلوماتی، سائنسی اور روحانی مضامین یا کہانیاں لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ قلم اُٹھائیے اور اپنے ذہن میں وارد ہونے والے خیالات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کردیجئے۔ اپنی نگارشات کے ہمراہ اپنا مکمل تعارف جس میں تعلیم، مشاغل، رہائشی پتہ شامل ہو نیز قومی شناختی کارڈ کی یا تعلیمی ادارے کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لازماً ارسال کریں۔ آپ کی نگارشات ہمارے معیار پر پوری اُتریں تو ہم روحانی ڈائجسٹ کے اوراق کی زینت بنائیں گے۔ مضامین قابلِ اشاعت ہوں یا ناقابلِ اشاعت دونوں صورتوں میں مسودہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

انسان

(شاہد رحمان۔ منصور آباد۔ فیصل آباد)

انسان اپنی عقل اور علم کے ساتھ اپنی زندگی کو خوشگوار اور پر سکون بنانا چاہتا ہے۔ اپنے حالات کو بدلنا چاہتا ہے۔ اپنے مستقبل کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہے۔ اپنی موت سے بچنا چاہتا ہے۔ دنیا پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ اپنی طاقت اور خوبصورتی میں اور اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ اُس کی شخصیت سب سے منفرد ہو۔ اُس کی عزت سب سے زیادہ ہو، لوگ اُس سے مشورے حاصل کریں اُس کو اپنا رازداں بنائیں۔ انسان چاہتا ہے کہ لوگ اُس کی بات سنیں وہ سب سے زیادہ بولے تاکہ اُس کی موجودگی کا احساس رہے۔ انسان یہ بھی چاہتا ہے کہ اُسے زیادہ سے زیادہ آرام حاصل ہو اُس کا ہر کام صرف اُس کے ایک اشارے سے ہو جائے۔ انسان اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق بسر کرنا چاہتا ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ اس کی شہرت دور دور تک پہنچے۔ شہرت کے حصول کی خاطر ساری محنت اور کوشش کرتا ہے۔ نئی سے نئی آرزوئیں اُس کے دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور وہ اُن تمام خواہشوں کو حاصل کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ سب کچھ کہ جس کی وہ تمنا کرے جلد سے جلد اُسے مل جائے۔ انسان کے پاس جتنا بھی علم ہوتا ہے اپنے اُس علم کو معیار سمجھتا ہے اسی معیار پر وہ دوسرے انسانوں کو ناپتا اور جانچتا ہے دوسرے انسانوں کی خوبیاں اور خامیاں دریافت کرتا ہے۔ انسان اپنی سوچ اور تخلیق کو ذاتی سمجھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ وہ سوچ اور تخلیق کا خود خالق ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ جاگ رہا ہے اور خوب باخبر ہے۔ حقیقت میں انسان بھولا ہوا ہے۔ بھول جانا اُس کی فطرت میں ہے۔ لفظ انسان ماخوذ ہی نسیان سے ہے۔ یعنی بھول جانے والا۔ انسان نے چونکہ اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ بھلا دیا اور وہ ذمے داری جو اُسے سونپی گئی تھی بھول گیا اس لئے اُسے انسان کہا گیا یعنی ایسی مخلوق جس نے عالم ارواح میں کیا ہوا عہد بھلا دیا۔ بھولنے کے ساتھ ساتھ انسان نئی نئی چیزوں کے ساتھ بہت جلد خود کو مانوس کرلیتا ہے۔ اُنس اور میل جول پیدا کرلیتا ہے اس طرح جو دوسرے انسانوں کو کرتے دیکھتا ہے خود بھی وہی کرنے لگ جاتا ہے ویسی ہی سوچ کا مالک بن جاتا ہے اور اپنے اصل مقصد کو بھول جاتا ہے۔ انسان کے ہاں کامیابی زمین جائداد کی کثرت، مکانات اور محلات کی تعمیر، مال و دولت کے انبار جمع کرنا ہے۔ اگر اس کے پاس مال و متاع کی دو دولیاں بھی

ہوں تو یہ تیسری کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔ انسان ان چیزوں کے حصول میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ اپنے مقصدِ تخلیق کو بھی بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اپنی موت سے بے خبر اور قبر کے تاریک گڑھے سے بے فکر ہو کر صرف اور صرف دنیا طلبی میں لگ جاتا ہے مال و اسباب کی بہتات اور کثرت کی طلب اُس کے دل و دماغ پر اس قدر مسلط ہو جاتی ہے کہ موت کے پیالے کے سوا کوئی چیز اُس کے دنیا پرستی کے نقشے کو ختم نہیں کر سکتی۔

یہ انسان شر کے لئے بھی ویسے ہی دعا مانگتا ہے جیسے خیر کے لئے دعا مانگنی چاہئے اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ انسان یہ بھول جاتا ہے کہ اُس کی بھی کوئی استعداد ہے اور یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنی اس استعداد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اکثر انسان اس بات کو بھولے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے رب کے حضور پیش ہونے والے ہیں۔ انسان اپنی حقیقت کو نہیں جانتا جس پر اُسے پیدا کیا گیا ہے۔ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے مگر جب اُسے راحت میسر ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ انسانوں نے انہی اعمال کی وجہ سے زمین پر فساد اور خون خرابا کیا۔ انسان کو اللہ بد اعمالیوں کی وجہ سے پکڑتا ہے کہ شاید وہ باز آجائے مگر انسان پھر بھول جاتا ہے۔

انسان غور کیوں نہیں کرتا کہ زمانے میں انسان پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل تذکرہ شے بھی نہ تھا۔ پھر اس کو ایک وجود عطا کیا اس کو دیکھنے کی، سننے کی اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کی گئیں اس کو دونوں راستے بھی دکھا دیئے گئے پھر اس کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس راستے پر چلنا چاہے چل سکتا ہے اس پر کوئی جبر نہیں مگر یہ اختیار اُسے ایک حد تک اور ایک مقررہ وقت تک ہے۔ یہ سب کچھ انسان کو اس لئے دیا گیا کہ اُس کی آزمائش کی جائے۔ انسان کے حالات کے بگڑنے اور سدھرنے کا دارومدار خود انسان کی کوشش، محنت اور عمل پر ہے۔ جب انسان اپنے منصبی فرض سے عہدہ برآ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُسے امن و سکون سے محروم کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات انسان کے لئے کی ہے۔ انسان کو خلافت کا منصب دیا ہے۔ انسان کی تخلیق بامقصد تخلیق ہے نہ یہ فریب نظر ہے نہ یہ کھیل تماشا اس کائنات کے اندر ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے اور ہر چیز کسی نہ کسی شکل میں انسان کے ہی فائدے کے لئے ہے اب انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ان قوتوں کو استعمال میں لاتے ہوئے صحیح راستہ پر چلے اور حق کو پہچانے یہ انسان کے ذمے ہے اور یہی اُس کا منصب خلافت ہے اسی کے اندر انسان کی ترقی اور تکمیل کا راز ہے۔ انسان کے عمل کا میدان پوری کائنات ہے باوجود اس کے کہ انسانوں کے اپنے رنگ مختلف ہیں لباس ایک دوسرے سے الگ ہیں اور جدا جدا زبانیں بولی جاتی ہیں۔ مگر انسان اپنے خالق کو پہچان سکتا ہے۔ اُسے زندگی کا جو علم عطا کیا گیا ہے اُسے سیکھ سکتا ہے۔ انسانیت کا علم بھی ایک سائنس ہے۔ جسے روحانی سائنس کہہ سکتے ہیں۔ جب کسی انسان کا تعارف کروایا جاتا ہے تو سب سے پہلے جو بات اُس کے متعلق پوچھی جاتی ہے وہ یہی ہوتی ہے کہ وہ کیسا انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی پر غور کرے کہ وہ کس طرح زندہ ہے۔ اُس کے جسم کے اندر دل کی دھڑکن کیسے قائم ہے۔ انسان مسلسل سانس کس نظام کے تحت لے رہا ہے۔ اس کی آنکھیں اُسے کس قوت اور توانائی کے ذریعے پوری کائنات کا نظارہ کروا رہی ہیں اُس کے کان کیونکر سنتے ہیں۔ انسان کا دماغ کس طرح اتنی باتیں اور یادداشتیں محفوظ رکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد دیکھے کہ اتنا بڑا آسمان اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے کس طرح کھڑا کر دیا روشنی اور گرمی پہنچانے کے لئے سورج کو مقررہ راستے پر لگا دیا۔ چاند ستارے اور یہ سب دلکش نظارے اللہ کی قدرت کے مظاہر ہیں۔ زمین کے اوپر پہاڑ اور سمندر دریا۔ اتنے بڑے بڑے جانور کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھا رہے ہیں۔ اگر انسان غور کرے تو اسے اپنی علمی طاقت کا خود اندازہ ہو جائے۔ انسان اس

کائنات کو دریافت کرنا چاہتا ہے حالانکہ سب کچھ موجود ہے۔ سب کچھ قائم ہو چکا ہے انسان پرانے کھنڈرات کو پرانی چیزوں کو دیکھنا چاہتا ہے اور ان انسانوں کے متعلق جاننا چاہتا ہے جو ان کھنڈرات میں کبھی آباد تھے۔ یہ کھنڈرات بھی کبھی محلات تھے اور ان میں بھی انسان رہتے تھے اور وہ بھی کائنات کو دریافت کرتے کرتے ختم ہو گئے اور اپنے محلات میں دفن ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی مشقت کے لئے کیا ہے۔ مگر وہ چیزیں جو خود فنا ہونے والی ہیں وہ کسی کو دائمی آرام کیسے پہنچا سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان زمین پر چلے پھرے اور ان نشانیوں پر غور کرے۔ انسان کو زندگی انسان کی مرضی سے نہیں ملی۔ یہ زندگی تو انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی مرضی اور ارادے سے پیدا فرمایا۔ انسان کی زندگی ایک سمندر کی طرح ہے۔ جس کے ایک کنارے پر وہ نظارہ کر رہا ہے۔ دوسرے انسانوں کو دیکھتا ہے۔ رونقیں اور روشنیاں دیکھتا ہے رنگ برنگے میلے اور خوشیاں ہیں اور آہستہ آہستہ وہ انہی میں اپنے آپ کو گم کر لیتا ہے۔ اُسے سمندر کے دوسرے کنارے کی خبر ہی نہیں رہتی کہ وہاں بھی جانا ہے۔ جو لوگ دوسرے کنارے کی طرف گئے وہ لوٹ کر نہیں آئے۔ نہ اُن کی کوئی خبر آئی کہ وہ وہاں پر کس حال میں ہیں حالانکہ اسے بھی ایک نہ ایک دن دوسرے کنارے پر جانا ہے۔ انسان یہ بات بھول جاتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی حاصل کرنے کے لئے کتنے جھوٹ بولتا ہے۔ اپنی جوانی برقرار رکھنے کے لئے کتنے بناؤ سنگھار کرتا ہے اپنے آپ کو خوش حال بنانے کے لئے کتنی جلاوطنی کاٹتا ہے، اپنے محل بنانے کے لئے نہ جانے کتنے غریبوں کا خون چوستا ہے۔ اپنی خوشی کے لئے نہ جانے کتنے لوگوں کو ناراض کرتا ہے بے شک انسان ظالم اور جاہل ہے۔ ظالم اس لئے کہ وہ سب کچھ اپنے ہی فائدے کے لئے کرنا چاہتا ہے جاہل اس لئے کہ اُسے حقیقت کا علم ہے مگر اُس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ بار بار غلطی کو دہراتا ہے۔ ٹھوکر کے بعد ٹھوکر کھاتا ہے۔ اپنے ہی خیالوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔ خود کو دانش ور سمجھتا ہے دوسروں کی رائے کو غلط قرار دیتا ہے اور اپنی بات کو صحیح قرار دینے کے لئے وقت ضائع کرتا رہتا ہے اور بالآخر یہی کہتا ہے کہ میں بھی بڑا جاہل ہوں۔ دانش ور کو اپنی زندگی کا سراغ نہیں ملتا جبکہ ایک اہل نظر انسان اپنی زندگی، روح اور حقیقت کو پالیتا ہے۔

انسان اپنی فطرت کو چھوڑ کر جتنا جذبات اور نفسی خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے اتنا ہی وہ حقیقت سے دور ہو جاتا ہے پھر اپنے آپ کو ایسے معاملات میں پھنسا لیتا ہے جہاں سے وہ نکل نہیں پاتا۔ پریشان اور بے سکون مارا مارا پھرتا ہے یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان نے غور و فکر نہیں کیا ہوتا۔ آج بھی اگر انسان دین فطرت کے مطابق خود کو بدل ڈالے، اپنے مصنوعی پن کو چھوڑ دے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسے اپنی کھوئی ہوئی سکون کی جائے پناہ اور آرام والی جنت دوبارہ نہ مل سکے۔ انسان کو سوچنا چاہئے کہ وہ انسانیت کے کس درجے میں ہے۔ وہ انسانیت کے اندر ترقی کر رہا ہے یا تنزلی کا شکار ہے۔ انسان یہ بات یاد رکھے کہ اُسے یونہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

قلم دل کی زبان

(محمد مستقیم غوری، ملیر، کراچی)

"تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان"

دنیا کے ایک بڑے فلسفی سقراط کا یہ قول اپنی جگہ سو فیصد صحیح ہے۔ لیکن قلم دل کی زبان بھی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے دل میں جو کچھ بھی ہوتا ہے ہم اسے قلم کے ذریعے کاغذ کے سینے پر تحریر کر دیتے ہیں۔ ہم قلم سے وہ کام لیتے ہیں جو زبان سے لینا از حد مشکل ہوتا ہے۔

قلم ہمارے دل کی زبان اور ذہن کا ترجمان ہے۔ ہم جو بھی چیز اپنے دل و دماغ سے نکال کر کسی کاغذ کی پیشانی پر چسپاں کر دیں گے تو وہ ہمارے لئے سرمایہ حیات بن جائے

تا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ قلم سے محرومی زندگی سے محرومی ہے اور آپ اس وقت تک مکمل انسان نہیں بن سکتے جب تک آپ کے پاس قلم نہ ہو۔ جب تک تحریر میں سچائی اور صداقت نہیں ہوگی قلم کی حق تلفی ہوتی رہے گی خواہ وہ کسی بھی چیز سے لکھی جائے۔ یاد رکھئے! قلم کی حق تلفی سے بچئے اور قلم کی حق تلفی یہ ہے کہ آپ حق بات لکھنے سے گریز کریں، سچائی کو جگہ نہ دیں، حقیقت پر پردہ ڈالنا وغیرہ یہ سب تمام چیزیں قلم کی حق تلفی ہیں اور قلم کا حق چھین کر آپ اپنے حق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں کیونکہ قلم کسی کی میراث نہیں اور نہ کسی شخص واحد کی جاگیر ہے لکھنے اور پڑھنے کا حق ہر شخص کو ہے۔

ایک پیسے کا قلم سو روپے کے اس قلم سے بہتر ہے جو حق بات نہ لکھے۔ قلم کا حق صرف اور صرف اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے جب آپ اپنی تحریر میں سچائی کو جگہ دیں۔ سچائی آپ کی ہر تحریر کی ہر سطر سے جھلکتی ہو اور حق آپ کے لفظ سے پھوٹے تو اس صورت میں قلم کا حق ادا ہو گیا۔ ورنہ قلم پکڑنا بیکار ہے۔ قلم اس لئے نہیں کہ آپ اس سے کسی کی برائی کریں یا بیٹھے پر نقش دکھاوے کے لئے سجالیں۔ اگر آپ کو شوق علم ہے قلم سے محبت ہے، لکھنے سے لگاؤ ہے، تحریر سے انسیت ہے تو آپ میدان ادب میں وہ کارنامہ انجام دیجئے جو کسی نے نہ دیا ہو، علم کو زیادہ سے زیادہ پھیلایئے خواہ پڑھ کر یا لکھ کر، اگر آپ اسٹیج پر بولنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو نہ رکھیں۔ اگر آپ مقرر نہیں ہیں یا ماہر خطابات نہیں ہیں تو کوئی بات نہیں۔ آپ ان سب چیزوں کا غم ہی نہ کریں اگر آپ میں قلم پکڑنے کی صلاحیت ہے، حق بات تحریر کرنے کی ہمت ہے، آپ باحوصلہ ہیں اگر آپ کو تحریر کرنے کا فن آتا ہے تو آپ سب سے بڑے خطیب اور مقرر ہیں۔ مقرر اور خطیب اس چیز کے محتاج ہیں کہ وہ پہلے اُسے تحریر کریں۔ آپ ایک اچھے ادیب تب ہی ہو سکتے ہیں جب آپ کی تحریر میں روانی، چنچلی، شائستگی، نرمی، خوبصورتی، دلکشی، بناوٹ، نزاکت، صداقت اور قاری کو سمجھانے کا فن آتا ہو اور آپ کے پاس ذخیرہ علم ہو۔

میری اُمید

(شاذیہ صدیقی۔ نارتھ کراچی)

نفرتوں کی دُھند میں کچھ پیار ہونا چاہئے
زندگی کو کچھ تو خود مختار ہونا چاہئے

درد کی سوغات دے کر پھر پلٹنا چاہئے
آدمی کو اتنا باکردار ہونا چاہئے

کوئی بے مقدور پھولوں کا محافظ ہو ضرور
ہر کلی کے ساتھ ساتھ اک خار ہونا چاہئے

ہر سفر وہ ہے جسے راہِ عمل کی دوڑ میں
فرصت اوقات میں دلدار ہونا چاہئے

حد فاصل لازمی رہتی ہے دو افراد میں
دو گھروں کے درمیاں دیوار ہونا چاہئے

کامیابی کے لئے مانا اطاعت شرط ہے
پر کبھی تو حکم سے انکار ہونا چاہئے

یہ بھلا کیا بات گزرے عیش و عشرت میں حیات
زندگی کو کچھ نہ کچھ دشوار ہونا چاہئے

لفظ تو اک پل ہے معنی تک رسائی کے لئے
کیوں زباں سے پیار کا اقرار ہونا چاہئے

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

یاسمین ثمر عرفان

شرارتی بندر

ایک بہت ہی خوبصورت جنگل تھا۔ اس جنگل میں بڑے بڑے درخت تھے چاروں طرف ہری ہری گھاس نظر آتی تھی اور پودوں درختوں میں طرح طرح کے رنگ برنگ پھول اور پھل لگے تھے۔ ان درختوں پر سینکڑوں قسم کے پرندے صبح اور شام چہچہاتے رہتے۔ اس جنگل میں ایک دریا بھی بہتا تھا جس کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے جنگل کے جانور اپنی پیاس بجھایا کرتے اور رنگ برنگی بطخیں سارے دن تیرتی رہتیں۔ دریا کے کنارے ایک مرغی کا گھر بھی تھا۔ سارے جانور آپس میں مل جل کر پیار اور محبت سے رہا کرتے اور ان سب نے باہمی اتفاق سے ایک شیر کو اپنا بادشاہ بنایا ہوا تھا۔ شیر سارے جانوروں کا خیال رکھتا، ان کی حفاظت کرتا اور اگر کوئی جانور کسی دوسرے جانور کو تنگ کرتا تو اس کی سزا بھی دیا کرتا۔

روزانہ کی طرح ایک دن صبح ہی صبح مرغ نے اذان دی اس کی آواز سن کر جنگل کے سارے جانور جاگ اٹھے اور اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ مرغی نے بھی اٹھ کر اپنے چوں اور مرغے کے لئے ناشتہ بنایا پھر جب چوں نے ناشتہ کرلیا تو مرغا چوں کو لے کر اسکول چھوڑنے چلا گیا۔ مرغی نے جلدی جلدی گھر کی صفائی کی اور پھر تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد کچھ سودا سلف وغیرہ لینے کے لئے بازار چلی گئی اور وہاں سے گھومتی گھامتی اپنی ایک سہیلی چینی مرغی کے گھر چلی گئی اور دونوں سہیلیاں مزے سے بیٹھ کر گپ شپ لگاتی رہیں۔ اب جو بی مرغی نے دیکھا کہ سورج تو بالکل سر پر آرہا ہے تو انہیں خیال آیا کہ بھئی بچوں کے گھر آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ انہوں نے فوراً ہی اپنی سہیلی سے اجازت لی کہ بہن دوپہر ہونے لگی ہے بچے گھر آتے ہی ہوں گے اب اجازت دو مجھے گھر جاکر کھانا بھی پکانا ہے ورنہ بچے شور کریں گے یہ کہہ کر بی مرغی جلدی جلدی اپنے گھر پہنچیں۔ اب گھر جاکر جیسے ہی وہ باورچی خانے میں گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹوکری جس میں انہوں نے بڑی احتیاط سے اپنے انڈے رکھے تھے کہیں نظر ہی نہیں آرہی۔ اب تو بی مرغی نے سارا گھر چھان مارا مگر ٹوکری انہیں مل کر ہی نہ دی۔ پریشانی میں گھر سے باہر نکل کر سوچنے لگیں کہ پتا نہیں میری انڈوں کی ٹوکری کون لے گیا۔ اتنے میں سامنے دریا میں بی بطخ تیرتی ہوئی آئیں بطخ نے جو مرغی کو یوں پریشان کھڑے دیکھا تو پوچھا کہ بی مرغی کیا بات ہے تم بہت پریشان نظر آرہی ہو؟ مرغی کہنے لگی بطخ بہن کیا کہوں میری انڈوں کی ٹوکری غائب ہو گئی ہے پتہ نہیں کون لے گیا۔ تم نے کسی کو میری ٹوکری لے جاتے تو نہیں دیکھا؟ بطخ کچھ سوچتے ہوئے بولی میں نے کسی کو ٹوکری لے جاتے تو نہیں دیکھا البتہ کچھ دیر پہلے تمہارے گھر کے سامنے ماٹو بندر ضرور کھڑا ہوا تھا۔ مرغی بولی ہو نہ ہو یہ ماٹو بندر ہی میری

انڈوں کی ٹوکری لے کر گیا ہے۔ اس نے سارے جنگل کے جانوروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ میں ابھی جاتی ہوں اور جا کر اس کی شیر سے شکایت کروں گی اور اس کو سخت سزا دلاؤں گی۔ بطخ نے کہا ہاں بی مرغی تم بالکل صحیح کہہ رہی ہو اس مانو بندر نے جنگل کے سارے جانوروں کو پریشان کر رکھا ہے کل تو اس نے حد ہی کر دی تھی میرے بچے اسکول جا رہے تھے تو راستے میں اس نے ان کا لنچ چھین کر کھا لیا اور میرے بچے سارے دن بھوکے رہے۔ یہ سن کر تو مرغی کو اور بھی غصہ آیا اور وہ غصہ میں پھولی اور کڑکڑاتی ہوئی شیر کے گھر کی طرف چل پڑی۔

شیر مزے سے اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا بہت سارے جانور اس کے سامنے ادب سے کھڑے تھے۔ خالہ لومڑی اور خالہ بلی اس کو جنگل کے اور جانوروں کی مشکلات اور حالات کے بارے میں تازہ تازہ خبریں سنا رہے تھے۔ اتنے میں شیر کی جو نظر پڑی تو دیکھا کہ بی مرغی غصہ میں پھولی اور کڑکڑ کرتی چلی آ رہی ہیں۔ شیر نے جو بی مرغی کو اس قدر غصہ میں دیکھا تو پوچھا کہ بی مرغی کیا بات ہے اتنے غصہ میں تو میں نے آپ کو آج تک نہیں دیکھا؟ مرغی غصہ سے بولی "آپ کو پتہ نہیں کہ یہ مانو بندر سارے جنگل میں شرارتیں کرتا پھرتا ہے اور سارے جانوروں کو پریشان کرتا رہتا ہے۔ کل بی بطخ کے بچوں کا لنچ کھا گیا اور وہ دن بھر بھوکے رہے۔ آج میرے گھر سے میری انڈوں کی بھری ٹوکری اٹھا کر لے گیا۔ آخر کوئی حد بھی ہوتی ہے۔ آپ کے کان پر تو جوں بھی نہیں رینگتی۔ بس اس کو سمجھا کر چھوڑ دیتے ہیں آپ اس سے میرے انڈے مجھے واپس دلائیں اور اس کو سخت سزا دیں تاکہ آئندہ وہ کسی جانور کو تنگ نہ کرے"۔

شیر نے یہ سن کر بی مرغی سے کہا "آپ تسلی رکھیں میں ابھی خود آپ کے ساتھ چل کر مانو بندر سے آپ کے انڈے اور ٹوکری دلاتا ہوں اور آج اس کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ وہ آئندہ جانوروں کو تنگ کرنا بھول جائے گا"۔

اب شیر اور مرغی دونوں ہی بندر کے ٹھکانے کی طرف چل پڑے اور چل لم چل چل لم چل بندر کے گھر پہنچ ہی گئے۔ بندر بڑے مزے سے ایک درخت پر بیٹھا مونگ پھلیاں کھا رہا تھا اس نے جو شیر اور مرغی کو ایک ساتھ اپنے گھر کی جانب آتے دیکھا تو فوراً ہی سمجھ گیا کہ بیٹا آج تو میری خیر نظر نہیں آتی بی مرغی نے میری شکایت شیر سے کی ہے اور اب تو شیر مجھے چھوڑے گا نہیں، جلدی سے کوئی ترکیب سوچنی چاہئے۔ سوچتے سوچتے بندر کو یہ ترکیب سمجھ میں آئی کہ میں کیوں نہ ایک اونچے سے درخت پر چڑھ جاؤں شیر کو درخت پر چڑھنا تو آتا ہی نہیں ہے۔ جب شیر میرے نیچے اترنے کا انتظار کر کے تھک کے چلا جائے گا تو میں مزے سے نیچے اتر آؤں گا اور پھر خوب مزے لے لے کر مرغی کے انڈے کھاؤں گا۔ یہ سوچ کر بندر جلدی سے ایک خوب اونچے درخت پر چڑھ گیا۔ شیر نے قریب آ کر بندر سے کہا کہ "مانو بندر تم جلدی سے نیچے اترو اور فوراً بی مرغی کے انڈے اور ان کی ٹوکری واپس کرو ورنہ آج میں تمہیں بڑی سخت سزا دوں گا"۔

بندر نے یہ سن کر بڑی زور سے قلقاری ماری اور کہنے لگا "میں نیچے اتروں گا تو آپ مجھے سزا دیں گے نا! میں تو نیچے اتروں گا ہی نہیں اور آپ کو درخت پر چڑھنا آتا نہیں تو آپ مجھے سزا کیسے دیں گے؟" اور یہ کہہ کر مرغی کو اس کے انڈے کی ٹوکری دکھا کر منہ بھی چڑانے لگا۔ شیر کو یہ باتیں سن کر اور بندر کا مرغی کو منہ چڑاتا دیکھ کر بہت سخت غصہ آیا اور اس نے زور سے دھاڑ کر ایک زبردست چھلانگ لگائی اور بندر کو گردن سے پکڑ کر نیچے لے آیا۔ بندر یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ شیر کو اگر درخت پر چڑھنا نہیں آتا تو کیا ہوا وہ چھلانگ تو بڑی اونچی لگا سکتا ہے۔ بس پھر شیر نے بندر سے مرغی کے انڈے اور اس کی ٹوکری واپس دلائی اور بندر کے کان پکڑ کر اس کو مرغا بنا دیا۔ پھر بندر نے اپنی شرارتوں سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی شرارت نہیں کرے گا۔

اندلس کا سوداگر

مقبول انور داؤدی

دوسری قسط

شہر کے گرد آلود تنگ و تاریک حصہ سے دور ایک وسیع میدان تھا۔ جو خوشنما سبز گھاس سے اپنی رونق کو دوبالا کر رہا تھا ہسپانیہ کی اسلامی حکومت نے اس میدان کو قریب کے دیہاتیوں اور شہریوں کے لئے تفریح کی خاطر مخصوص کر رکھا تھا۔ اس کے شمال کی طرف ایک عظیم الشان عمارت تھی۔ جس کے ارد گرد لوگوں کے بیٹھنے کے لئے بارہ دریاں اور چبوترے بنے ہوئے تھے اُس زمانہ میں ہسپانیہ میں مقابلہ کے کھیلوں کا عام رواج تھا۔ مقابلہ میں شرکت کے لئے کسی ذات پات کا خیال نہ رکھا جاتا تھا۔ اگرچہ حکومت مسلمانوں کی تھی۔ مگر یہودی، عیسائی اور حبشی تمام بلا تمیز ملت مقابلہ میں شریک ہو سکتے تھے۔ جب کبھی بھی کھیل شروع ہوتے۔ علمِ اسلام سب سے بلند عمارت پر لہراتا نظر آتا۔

ہر سال عید الفطر کے موقع پر یہ ٹورنامنٹ ہوتے فوجی پریڈ کے بعد فوجی مظاہرے اور فوجی اسلحہ کی نمائش بھی ہوتی اور مسلمان حکام عیسائی شہزادوں اور دوسرے مذاہب کے بہادروں کو گھڑ دوڑ، نیزہ بازی وغیرہ وغیرہ کھیلوں میں دوستانہ مقابلہ کی دعوت دیتے۔ دور اور نزدیک کے لوگ جمع ہوتے۔ جنہیں ہر قسم کی سہولتیں پہنچائی جاتیں۔ شہر کے مسلمان امراء ان اجنبیوں کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے اور لذیذ لذیذ کھانے کھلاتے۔ جو لوگ اُن کے ہاں نہ جاتے۔ اُن کے لئے حکومت نے اپنے مصارف پر ہوٹل کھولے ہوئے تھے۔

رمضان المبارک کا مہینہ قریب الاختتام تھا۔ لوگ بڑے شوق سے عید الفطر کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ہر ایک اپنے مہمانوں کی تواضع کرنے میں مشغول تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی اجنبی ٹورنامنٹ میں حصہ لینا چاہتا۔ وہ پہلے ہی شہر میں اپنے دوستوں کو اطلاع دے دیتا۔ جو اُس کے قیام کا بندوبست کر دیتے۔ ہر مردانہ کھیل کی نمائش کے لئے پروگرام شائع کئے جاتے۔ ان میں سے شہسواری، نیزہ بازی اور تیر اندازی کے کھیل، خصوصیت سے عوام کی توجہ کا مرکز بنتے۔ ابھی عید الفطر میں تین دن باقی تھے کہ تمام شہر میں ٹورنامنٹ میں حصہ لینے والے عیسائی شہزادے اور سردار کا نام مشتہر ہو گیا۔

ان تمام مقابلہ کرنے والوں میں صرف ایک نام ایسا تھا جو ہر ایک کی زبان پر تھا۔ یہ نام ادریس کے بیٹے طلحہ کا تھا۔ وہی ادریس جو اپنے مالک کے ساتھ ہسپانیہ چلا آیا تھا اور اس نے وہیں پر بود و باش اختیار کر لی تھی۔ مالک کی جان بچانے کے عوض میں وہ اس کا عزیز ترین مشیر بن گیا تھا کچھ عرصہ کے بعد سوداگر کی موت واقع ہو گئی۔ سوداگر نے اپنا ترکہ ادریس کے نام کر دیا تھا۔ اب ادریس خود رئیس اعظم تھا۔ وہ اپنے مال و دولت کا اکثر حصہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا کرتا اور ہر سال حج کے موقع پر نہایت قیمتی تحائف مکہ مکرمہ بھیجا کرتا۔ اس کی شادی ہو چکی تھی۔ مگر عرصہ دراز تک اس کے ہاں کوئی بچہ تولد نہ ہوا۔ اس کی عمر پینتالیس سال کی تھی۔ آخر خداوند تعالیٰ نے اُسے ایک بچہ عنایت کیا۔ جس کا نام طلحہ رکھا گیا۔ ادریس نے بڑی احتیاط سے اُسے اسلامی تعلیم دی۔ وہ تعلیم جو کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ہر ایک مسلمان پر فرض کی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ مردانہ کھیل مثلاً شہسواری، نیزہ بازی اور تیر اندازی میں خوب ماہر کیا۔ وہ ایک طاقتور اور ہوشیار نوجوان ثابت ہوا۔ اس نے ایسے کھیلوں میں کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔

دو سال متواتر تیر اندازی میں طلحہ نے طلائی کپ لیا

تھا۔ مگر اس سال شہر کے لوگ مضطرب تھے۔ کیونکہ اس دفعہ بہت دور دور سے عیسائی جوان آنے والے تھے۔

عیدالفطر کا یہ دن تیر اندازی کے پُرجوش مقابلہ کے لئے مخصوص تھا۔ صبح سویرے ہی سے لوگ اس میدان میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ شاہی باجہ بڑے میٹھی سُروں میں عوام کی سمع نوازی کر رہا تھا۔ ہر ایک آدمی اپنا بہترین لباس زیب تن کئے میدان کو جا رہا تھا۔ خواتین بھی بہت مشتاق اور خوش نظر آ رہی تھیں اور اپنے بہترین لباس میں ملبوس تھیں۔ ان میں کھیلوں کا شوق مردوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر نظر آ رہا تھا۔ ایسے موقعوں پر عورتوں کے لئے ایک طرف نشست گاہیں مخصوص کر دی جاتیں اور بادشاہ ملک کے اعلیٰ حکام اور شاہی مہمانوں کے لئے نشستوں کا خاص انتظام کیا جاتا۔

دس بجے کے قریب میدان مردوں، عورتوں، لڑکوں اور لڑکیوں سے بھر گیا۔ مقابلہ کرنے والے سب نوجوان تیار تھے۔ تمام جوان اپنے قومی لباس میں ملبوس اور بہترین گھوڑوں پر سوار خلیفتہ المسلمین کی آمد کے منتظر شاہی سائبان کے نزدیک قطار در قطار ایستادہ تھے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد نوبت کی آواز نے بادشاہ کی آمد کی اطلاع دی۔ شاہی گارڈ جلوس کے آگے آگے آ رہی تھی۔ یہ شاہی گارڈ صرف عربی جوانوں پر مشتمل تھی۔ جو تلواریں سونتے عربی گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے عقب میں ایک پیادہ پلٹن تھی۔ جن میں کار آزمودہ اور بہادر نوجوان اپنی مخصوص فوجی وردی میں چیتے ہوئے تمغے سجائے ہوئے تھے۔ اُن کے پیچھے ملک کے حکام تھے۔ جن کے جلو میں بادشاہ کے ذاتی محافظ شاہانہ لباس میں ملبوس، ہاتھوں میں نیزے اور کمر میں خنجر لٹکائے جلوس کی رونق کو دوبالا کر رہے تھے۔ آخر میں خلیفتہ المسلمین شہزادوں اور شاہی افراد خاندان کی معیت میں اپنے برف سے سفید گھوڑے پر سوار، شاہی درباری لباس میں ملبوس، ایک زرنگار تلوار کمر میں آویزاں کئے آ رہے تھے۔ سلطان کی پیشانی پر ایک بڑا سا ہیرا چمک رہا تھا۔ اس جلوس کی آمد پر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے چبوتروں اور نشست گاہوں سے گونج اُٹھے۔ خواتین نے اپنے ملتے ہوئے رومالوں سے بادشاہ کا خیر مقدم کیا اور بادشاہ سلامت اپنی خاص نشست پر جلوہ افروز ہوئے۔ ایک سردار نے مقابلہ میں حصہ لینے والے جوانوں کو فرداً فرداً خدمت ہمایونی میں پیش کیا۔ ان میں اکثر ایسے جوان تھے۔ جو اس سے پہلے مقابلوں میں حصہ لے چکے تھے اور بادشاہ سلامت اُنہیں پہلے سے جانتے تھے۔ مقابلہ میں نئے شرکاء کے باپ دادا کا نام لے کر پکارا جاتا تھا۔ طلحہ ان سب میں اول تھا۔ وہ گذشتہ دو سال کے مقابلوں میں سب سے اول رہ چکا تھا۔ جب طلحہ امیر المومنین کے روبرو تعظیم کے لئے جھکا تو ملک معظم نے مسکرا کر اس کو مبارکباد دی۔ اور ارشاد فرمایا "طلحہ! تم نے گذشتہ سال اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ اس سال معاملہ ذرا ٹیڑھا نظر آتا ہے۔ تمہارے مقابلہ میں اچھے اچھے تیر انداز آئے ہوئے ہیں"۔

طلحہ دوبارہ تعظیم کے لئے جھکا اور کہا:

"امیر المومنین! عنایت ایزدی کے ساتھ جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا کروں گا"۔

نوبت کی آواز پر مشتاق ہجوم کے سامنے کھلاڑیوں کا پہلا گروہ میدان میں آیا۔ اس گروہ میں مشکل ساٹھ جوانوں میں سے دس کامیاب نکلے۔ اب مقابلہ نہایت سخت تھا۔ کھیل کے میدان کے مرکز میں ایک طویل بانس گاڑ دیا گیا۔ جس کے سرے پر ایک خوبصورت سلک کا بنا ہوا جانور بیٹھا ہوا تھا۔ جسے ہوا کی تیزی گھما رہی تھی۔ مقابلہ کے نوجوانوں کا یہ کام تھا کہ اسے اپنے تیر کا نشانہ بنائیں۔ یکے بعد دیگرے پانچ تیر انداز ناکام رہے۔ حتیٰ کہ نو کے بعد دسویں نمبر پر طلحہ کی باری آئی۔

چونکہ وہ گذشتہ سال اول رہ چکا تھا۔ اس لئے کھیلوں کے قواعد کے مطابق اس کو سب سے آخر میں آنا پڑا۔ جونہی وہ آگے بڑھا۔ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج

اٹھی۔ جب اس نے کمان کا چلّہ چڑھایا تو مجمع پر ایک سکوت طاری ہو گیا۔ اس نے شست باندھی تو مجمع کی سانس رک گئی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ سلک کی بنی ہوئی چڑیا بانس کے سرے پر ہوا کی تیزی سے پھڑ پھڑا رہی تھی۔ مگر طلحہ تیز نگاہیں اور مضبوط ہاتھ رکھتا تھا۔ تیر ہوا میں سنسناتا ہوا تیر چڑیا کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ ہر طرف سے مرحبا! مرحبا!! کی صدائیں بلند ہوئیں۔ لیکن مقابلہ کی شرط ابھی پوری نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ چڑیا کو زمین پر گرانا تھا۔ طلحہ نے قسمت آزمائی کے لئے دوسری مرتبہ کمان میں تیر چڑھایا۔ اب تیر چڑیا کی چھاتی کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ ایک دفعہ پھر آفرین کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مگر چڑیا ابھی اپنی جگہ پر قائم تھی۔

تیسری مرتبہ پھر اس نے تیر مارا۔ اب کے اس کا تیر لوہے کی اس سلاخ پر لگا جس پر چڑیا پھڑ پھڑا رہی تھی۔ اللہ اکبر کی پُر شور صداؤں میں چڑیا زمین پر آ رہی۔ طلحہ نہایت مردانہ شان کے ساتھ اُٹھا اور خلیفتہ المسلمین کے سامنے تعظیم کے لئے جھک گیا۔ امیر المومنین نے اُسے سونے کا ایک کپ اور ٹورنامنٹ کی زرّاق انعام میں دی۔ طلحہ دونوں چیزوں کے عطا ہونے پر ایک بار پھر تعظیم بجا لایا اور دوستوں اور مدح خوانوں کے مجمع میں گھرا ہوا گھر کو روانہ ہوا۔

ادریس شہر سے کچھ فاصلے پر ایک خوب صورت دیہاتی محل میں رہتا تھا۔ اُس کے متعدد دوست بہت جلد اُسکے پاس آئے اور طلحہ کے پہنچنے سے پہلے اُسے مبارکباد دی۔ ادریس اب بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ تاہم وہ بھی خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔ اس نے انتظام کیا کہ باہر والے دروازے پر اپنے فتح مند فرزند کا استقبال کرے۔ مسرت سے لبریز جماعت یہاں پہنچی۔ طلحہ گھوڑے سے اُترا اور اپنے پیارے باپ کو تعظیم دی اور اُس نے فرزند کے خوبصورت گالوں پر محبت کا بوسہ دیا۔ قبل اس کے کہ یہ لوگ منتشر ہوں۔ ان کی تواضع عربی طریق پر قہوے اور پھلوں سے کی گئی۔

(جاری ہے)

فرصت نہیں ہے

سبق یاد کرنے کی فرصت کسے ہے
کہ خود بھول جانے کی فرصت نہیں ہے
مصیبت ہے وہ امتحانوں کی سر پر
کہ سر تک اٹھانے کی فرصت نہیں ہے
پلس اور مائنس کے جھگڑے نہ پوچھو
گھٹانے بڑھانے کی فرصت نہیں ہے
ہے کیمسٹ کوئی یہ جیومیٹری بھی
گھٹانے بڑھانے کی فرصت نہیں ہے
جو اپنے لکھیں ہم تو کیسے لکھیں ہم؟
کہ لکھنے لکھانے کی فرصت نہیں ہے
سوالات تاریخ کے کیا بتائیں
کہ سن دن گنانے کی فرصت نہیں ہے
پہاڑوں سے بڑھ کر ہیں بوجھل پہاڑے
یہ بوجھ اب اٹھانے کی فرصت نہیں ہے
سوالات اور وہ بھی لنگڑی کمر کے
ہمیں سر کھپانے کی فرصت نہیں ہے
عنایت کے اشعار ہوں لاکھ اچھے
ہمیں گنگنانے کی فرصت نہیں ہے

(پروفیسر عنایت علی خان)

بوجھو تو جانیں

ایک صندوق میں بارہ خانے
ہر خانے میں تیس دانے
☆☆☆
دو غاروں کے دو رکھوالے
دونوں لمبے دونوں کالے
☆☆☆
سر سے کھینچا، کان پہ رگڑا
جونہی رگڑا شعلہ سا نکلا

اونٹ کی گردن ہرن کی چال
عجب ہے جانور نہ دم نہ بال
☆☆☆
دیکھا اک ایسا دربار
جن کے لاکھوں پہرہ دار
لے کے بیٹھے سب ہتھیار
اے لوگو! رہنا ہوشیار

(مرسلہ: شاہدہ سلطان بخش)

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

جنید احمد۔ لاہور

صباحت ظہیر۔ لاہور

مسکرائیے

زاہدہ (صبا سے) : اری! تم تو کہہ رہی تھیں کہ میری نانی سیدھی سادی ہیں۔ مگر کل جب میں نے دیکھا تو ان کی کمر جھکی ہوئی تھی۔

(مرسلہ : منور قادری۔ محراب پور)

چچاجی نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی سے انہوں نے پانچ روپے مانگے مگر وہ فقط چار روپے دینے پر آمادہ ہوا۔ ابھی تکرار جاری تھی کہ ان کی آنکھ کھل گئی۔ اپنا ہاتھ خالی دیکھ کر چچاجی نے آنکھیں بند کرلیں اور تکیے پر سر رکھ کر ہاتھ بڑھایا اور بولے :

"اچھا لاؤ چار ہی سہی"

(مرسلہ : اسماء راحیلہ۔ محمود آباد)

ابرار دکاندار سے : سموسہ کتنے کا ہے ؟

دکاندار : ایک روپے کا

ابرار : اور چٹنی ؟

دکاندار : مفت

ابرار : اچھا تو پھر یہ پیالہ چٹنی سے بھر دو

(مرسلہ : منور قادری۔ محراب پور)

افسر (ملازم سے) : آج تم اتنی دیر سے کیوں آئے ؟

ملازم : جناب! بس نہیں مل رہی تھی۔

افسر : کتنی مرتبہ تم سے کہا ہے کہ دفتر جانے کے لئے رات کو ہی چیزیں ڈھونڈ کر رکھ لیا کرو۔

(مرسلہ : شاہدہ سلطان نقش۔ حیدر آباد)

ایک کنجوس کا سو کا نوٹ کہیں کھو گیا۔ وہ بہت پریشان ہوا اس نے کوٹ کی چھوٹی جیب کے سوا باقی سب جیبوں کو بار بار الٹ کر دیکھا مگر چھوٹی جیب کو ہاتھ نہ لگایا۔ اس کی بیوی نے پوچھا تم اس چھوٹی جیب کو ہاتھ کیوں نہیں لگاتے، اس میں دیکھو شاید اسی میں ہو۔

وہ بولا " میں ڈرتا ہوں کہ اگر اس جیب سے بھی نہ ملا تو کہیں میرا ہارٹ فیل نہ ہو جائے "۔

(مرسلہ : امبر فرید۔ محمود آباد، کراچی)

منی زور سے سیٹی بجا رہی تھی باجی نے کہا خدا کے لئے سیٹی نہ بجاؤ میرا سر پھٹا جارہا ہے منی نے سن کر منہ سے سیٹی نکالی اور معصومیت سے کہا "اگر ایسی بات ہے تو اپنا سر ادھر لائیے میں سوئی دھاگے سے سی دیتی ہوں "۔

(مرسلہ : الماس حمید۔ محمود آباد، کراچی)

☆☆☆

انعامی مقابلوں کے نتائج

اس ماہ کے بہترین مضامین جنوری ۲۰۰۰ء کے بہترین مضامین منتخب کرنے والوں میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والے خوش قسمت **محمد یاسر فاروق۔ فیصل آباد** قرار پائے ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ محمد یاسر فاروق کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے کتاب جلد ہی ارسال کردی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

1- بقا کا رستہ .... (جمیل احمد خان)

2- کائنات کیسے بنی ؟ .... (منیر حسین صدیقی)

3- قرآنی توحید .... (اخلاق احمد مغل)

4- مادہ اور نفس .... (ہما ناز)

5- موت کا تخلیقی اور روحانی پہلو .... (عرفان محمود)

"بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" کے تحت 12 سال سے کم عمر بچوں کی تصاویر کے لئے ایک صفحہ مخصوص ہے۔ آپ بھی اپنے بچوں کی ارسال کر سکتے ہیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں اور چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔ تصاویر کے ہمراہ نیچے دیئے گئے ٹوکن کو پُر کر کے لازماً ارسال فرمائیں۔ تصاویر کی پشت پر نام اور شہر کا نام بھی تحریر کردیں۔

✂ -

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

نام ____________ ولدیت ____________

عمر ____________ کلاس ____________

مکمل پتہ ____________

____

____

اسکول کا نام ____________

معلوماتِ عالم جنوری سنہ ۲۰۰۰ء

جنوری ۲۰۰۰ء کے شمارے میں شائع ہونے والے سوالات کے بے شمار خواتین وحضرات نے جوابات ارسال کئے۔ قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والے خوش قسمت **ڈاکٹر محمود علی یوسف ۔ ڈیرہ غازی خان** قرار پائے ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ محمد ڈاکٹر محمود علی یوسف کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کتاب جلد ہی ارسال کردی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

جنوری سنہ ۲۰۰۰ء کے صحیح جوابات

۱۔ قرآن پاک میں کُل 114 سورتیں ہیں۔
۲۔ حضرت مریمؑ وہ واحد خاتون ہیں جن کا نام قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے۔
۳۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چار نسلیں صحابی تھیں۔
۴۔ پاکستان کا سب سے لمبا دریا "دریائے سندھ" ہے۔
۵۔ دنیا کی سب سے خالص زبان عربی ہے۔
۶۔ نظامِ شمسی کا سب سے بڑا سیارہ مشتری ہے۔
۷۔ مرزا غالب کا اصل نام "اسد اللہ خان" تھا۔
۸۔ قیامِ پاکستان کے وقت قلندر بابا اولیاءؒ کی عمر 49 برس تھی۔

آٹھ درست جوابات بھیجنے والوں کے نام :- کراچی :- محمد حنیف۔ روحی علی انصاری۔ کنول تنویر۔ حضرت اللہ۔ نسیم۔ محمد امجد عثمان۔ سائرہ خان۔ عاصم حبیب۔ فوزیہ رحمٰن۔ طلعت جبین۔ شازیہ شاد۔ محمد جاوید تحسین۔ حنا ثمر۔ فوزیہ تبسم۔ راحیلہ محمد مبین۔ عدنان یوسف۔ حنا تبسم نیتاں۔ سیما فاضل۔ ثمینہ ناز۔ محمد نعیم۔ سمیرا رحمٰن۔ مسعود اکبر عالم۔ حرا ساجد۔ فرید احمد خان۔ شیخ محمد اسماعیل۔ یوسف جمال مرزا۔ حیدر آباد :- شبانہ۔ محمد علی۔ ملک محمد اصغر۔ اللہ دتو سامیتو۔ غلام دستگیر۔ محمد علی عباسی۔ ڈاکٹر سید عطا مصطفیٰ۔ لاہور :- محمد عمران خالد روپ علی۔ دلاور حسین۔ شعیب حسن۔ راولپنڈی :- محمد نعیم۔ منان لطیف ستی۔ محمد رمضان۔ فرحت شاہین۔ مظفر گڑھ :- محمد بلال عارف۔ قیصر امین۔ سید تنویر عباسی۔ سید قیصر عباس۔ چارسدہ :- ایچ خان محمد۔ پشاور :- شیر نواز گل۔ مشال۔ ساہیوال :- محمد تنویر احمد۔ محمد یونس نقشبندی۔ ملک محمد نواز نوشاد۔ ہری پور :- شوکت نواز خٹک۔ ملتان :- غلام مرتضیٰ۔ محمد جمیل قادری۔ کوہاٹ :- نائلہ افتخار۔ لاڑکانہ :- شاہ محمد شیخ۔ دریا خان :- شکیل احمد۔ محمد اقبال۔ محمد حنیف۔ نصرت پروین۔ ٹنڈو آدم :- ندیم رضا خان۔ ڈیرہ غازی خان :- محمد صادق۔ رحیم یار خان :- نوید شہزاد۔ افشاں باری۔ شہداد پور :- ارسلان مرتضیٰ۔ میرپور خاص :- عادل یونس۔ عدیل یونس۔ جہلم :- حرا زینب۔ حافظ شاہد محمود۔ پاکپتن :- محمد صہیب ریاض ہودلہ۔ مردان :- گوہر شاہ۔ کوئٹہ :- جاوید احمد شیخ۔ سکھر :- سید زبیر علی شاہ۔ شیخوپورہ :- فضل الرحمٰن عابد۔ گجرات :- محمد عباس عالم۔ فیصل آباد :- ہمایوں عبدالستار۔ بالہ :- اعجاز احمد لودھی۔ جعفر آباد :- عبدالعزیز۔ خیرپور میرس :- ارم بانو میمن۔ خانیوال :- ملک محمد اشیر۔ درگاہی شاہ کالیہ :- شائستہ ملک۔ لیہ :- مصباح فردوس۔ سانگھڑ :- محمد عظیم۔ میانوالی :- محمد ایوب۔

سات درست جوابات بھیجنے والوں کے نام :- کراچی :- لیاقت۔ مہک تاج۔ شعیب عالم صدیقی۔ امجد علی خان۔ سلمان آفاقی۔ مجدی خانم۔ محمد عقیل احمد۔ انعمار فاطمہ۔ لبنیٰ رئیسہ خان۔ محمد سلمان شہزاد۔ اسماء عبدالحق۔ عامر بیگ جنیدی۔ فرخندہ۔ محمد خلیل۔ حیدر آباد :- ندیم اختر۔ شبانہ طارق۔ صادر سلطان۔ لاہور :- طاہرہ پروین۔ انیلہ اسلم۔ عائشہ مظفر۔ ڈاکٹر ہارون الرشید کاشمیری۔ نوشین رضا۔ رحیم یار خان :- رخسانہ کنول رانا۔ زبیدہ رفیق۔ جام عمار رفیق۔ اسلام آباد :- محمد بلال سلیم۔ یعقوب علی۔ شیخ محمد سعید۔ میرپور خاص :- عبدالغفار شیخ۔ محمد فیضان خان۔ فیصل آباد :- مہوش خلیل۔ محمد یاسر فاروقی۔ ذکاء اللہ ذکی۔ سیالکوٹ :- مدثر سمیرا اجمل۔ مدثر ضیاء۔ زشبہ کنول۔ پشاور :- صفدر علی۔ امجد خوشحال۔ مظفر آباد :- عبدالحمید قریشی۔ سید فرخ صبا کوکب ہمدانی۔ سبی :- عبدالرب عرف ارشاد۔ عبدالمنان کھوکھر۔ کوئٹہ :- بدر علی اسحاق مغل۔ محراب پور :- محمد عارف فوٹوگرافر۔ سانگھڑ :- عبدالرشید۔ بہاولپور :- مہر منیر احمد۔ بھکر :- رانا نظام دین۔ چکوال :- مظہر حسین۔ شکارپور :- شاکر حسین شیخ۔ ہری پور :- شمرہ شہزادی۔ مانسہرہ :- اظہر نبی خان۔ ملتان :- خالد حسین خان۔ راولپنڈی :- مس صدف نشین۔ جھنگ :- محمد افضل جنجوعہ۔ کوہاٹ :- شفیع اللہ خان۔ جہلم :- رفیعہ سلطانہ۔ سرگودھا :- بلال رشید مغل۔ ڈنمارک :- بلیحہ رؤف۔

دار المطالعہ

کسی قوم کی ابتری یا برتری کا دارومدار علم پر ہوتا ہے۔ علم سے محروم افراد اور قومیں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے پستی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ علم کے فروغ کے لئے سلسلہ عظیمیہ کے کارکنان نے "عظیمیہ روحانی لائبریری" کے نام سے کراچی اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں دار المطالعہ قائم کئے ہیں۔ جہاں پر ہر خاص وعام کے لئے مفت مطالعہ اور ممبر شپ فری کی سہولت موجود ہے۔

1- 1-106 نزد شہنائی پیلس۔ شاہ فیصل کالونی نمبر 3
2- پلاٹ نمبر 542 سیکٹر 8، ایل۔ مین چالیس کا روڈ، نزد فاطمہ کلینک، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی
3- سیکٹر نمبر B-5/3 پہلوی روڈ، منظور کالونی۔ کراچی
4- F-2/854 نزد طیبہ مسجد، سعود آباد، ملیر کالونی
5- R127/9 دستگیر سوسائٹی، فیڈرل بی ایریا نزد رضیہ اسپتال۔ کراچی
6- ایریا 73 - B کہکشاں سوسائٹی۔ ملیر ہالٹ۔ کراچی
7- مکان نمبر 32 سیکٹر A/3 شاہراہ وقاص، سعید آباد بلدیہ ٹاؤن۔ کراچی
8- D 36 مکان نمبر 86 نزد بلدیہ گرلز اسکول، فٹبال گراؤنڈ (زمان آباد) لانڈھی۔ کراچی
9- A/8 ، C-1 ایریا ، لیاقت آباد۔ کراچی
10- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی
11- گلی نمبر 26، بلاک B، محمدی روڈ، شیر شاہ کراچی
12- مکان نمبر 286 سیکٹر 4-E نزد جامع مسجد محمدی اورنگی ٹاؤن۔ کراچی
13- مکان نمبر R 748 سیکٹر 15A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم، بفر زون، نارتھ کراچی۔
14- نوالین گلی نمبر 3، محراب خان، عیسیٰ خان روڈ۔ لیاری
15- ایریا 14-B نزد مرحوم رحمت اللہ فری آئی ہسپتال۔ کورنگی نمبر ڈھائی، ڈبل روڈ۔ کراچی
16- مکان نمبر 8 مسجد حنفیہ نزد بلاک نمبر 116 سیکٹر 11-F نیو کراچی۔
17- (برائے خواتین) مکان نمبر 261 سیکٹر 13-F اورنگی ٹاؤن۔ کراچی
18- (برائے خواتین) مکان نمبر 10-9 گلی نمبر 1 سیکٹر C ، پنجاب روڈ منظور کالونی۔ کراچی
19- 104/4 بالمقابل عید گاہ پارک "D" روڈ، بہار کالونی، لیاری۔ کراچی
20- SC-8 باغ ابراہیم بالمقابل دانش گاہ ہائی اسکول، ملیر سٹی۔ کراچی
21- 31/4 شیٹ نمبر 23 نزد 9C بس اسٹاپ، ماڈل کالونی۔ کراچی
22- 10/7 کاشانہ کلثوم، ڈرگ روڈ کینٹ بازار، نزد روحی ڈیکوریشن۔ کراچی
23- (برائے خواتین) D-37 گلی نمبر 19۔ محمود آباد 5
24- گلشن بہار سیکٹر 16 نزد عظیم ڈیکوریشن۔ اورنگی ٹاؤن
25- L-384 سیکٹر 5-D معمار آباد، سرجانی ٹاؤن۔ کراچی
26- (برائے خواتین) مکان نمبر R-1-3/13 قصبہ کالونی، منگھوپیر روڈ۔ کراچی
27- (برائے خواتین) D4/99 ملیر کالونی، نزد نشتر اسکوائر
28- گلی نمبر 26 محمود آباد نمبر ساڑھے پانچ۔ کراچی
29- A-349 فیز 1، گلشن حدید۔ کراچی
30- (برائے خواتین) BN-48 بلاک "M" بے نظیر کالونی، سیکٹر 1/2 11 اورنگی ٹاؤن۔ کراچی
31- نزد درگاہ شاہ مبین، شاہ کمال روڈ۔ ٹھٹھہ
32- بالمقابل پیراڈائز، نرسری کینٹ روڈ۔ بدین
33- (برائے خواتین) معرفت لیاقت علی، صدیق کمہار گوٹھ، مکان نمبر 542 وارڈ نمبر 6۔ بدین
34- خانزادہ محلہ یونٹ نمبر 5 شاہی بازار نوشہرو فیروز
35- نزد سندھ الیکٹرک اسٹور بھریا سٹی۔ ضلع نوشہرو فیروز

36- یونٹ 9 راول ٹاؤن، محراب پور۔ ضلع نوشہرو فیروز
37- حق باہو آٹو ورکس، اسٹیشن روڈ، بھریا روڈ۔ ضلع نوشہرو فیروز
38- بنگلہ قاضی الطاف علی زمیندار، ہالانی شہر۔ ضلع نوشہرو فیروز
39- B,11,12 قلعہ ایریا عقب پولیس اسٹیشن، ٹنڈوالہ یار، ضلع حیدرآباد
40- مکان نمبر 68 بلاک D یونٹ 9 لطیف آباد حیدر آباد
41- (برائے خواتین) کلیم ولیج 48/C بلاک E یونٹ نمبر 8 لطیف آباد حیدر آباد
42- (برائے خواتین) جماعت اسلام اسکول، گاڑی کھاتہ قاضی عبدالقیوم روڈ۔ حیدر آباد
43- (برائے خواتین) ہاؤس ڈاکٹر ذوالفقار علی سیف نور اسلام محلہ ۔ سانگھڑ
44- (برائے خواتین) مکان نمبر 250 بلاک 2، نزد مجید سائیکل ورکس ، ایم اے جناح روڈ۔ سانگھڑ
45- (برائے خواتین) معرفت منور احمد خان فوڈ انسپکٹر شاہی بازار شاہ پور چاکر، ضلع سانگھڑ
46- (برائے خواتین) مکان نمبر 1649 وارڈ نمبر 4 پاک کالونی نزد پرانا واپڈا ہاؤس۔ نواب شاہ
47- (برائے خواتین) مکان نمبر 46/1 لین پارک شالیمار سائیکل ورکس، سلطھا سنگھ کوٹھ۔ نواب شاہ
48- دکان نمبر 485 بلاک C بلدیہ شاپنگ کمپلیکس ، میر پور خاص
49- (برائے خواتین) مکان نمبر F-137/657 اسکیم نمبر 2۔ میر پور خاص
50- (برائے خواتین) کریم ٹاؤن نزد سیٹلائٹ ٹاؤن۔ میر پور خاص
51- نزد حبیب بینک ڈگری، ٹنڈو غلام علی روڈ ڈگری ضلع میر پور خاص
52- (برائے خواتین) نزد مہاجر مسجد ٹنڈو غلام علی روڈ۔ ڈگری
53- (برائے خواتین) علی کلینک، میر محلّہ۔ ٹنڈو محمد خان
54- نزد تاج امروٹی مسجد، محلّہ رحمت پور۔ لاڑکانہ
55- محلّہ کرمی عطا محمد۔ شکار پور
56- (برائے خواتین) 88/A-2 پنجاب گورنمنٹ ہاؤسنگ سوسائٹی ، نزد جوہر ٹاؤن۔ لاہور
57- (برائے خواتین) 9 - ہیڈن روڈ۔ لاہور
58- بہار کالونی نمبر 2 نزد اتفاق ہسپتال کوٹ لکھپت روڈ۔ لاہور
59- اقبال پورہ گلی نمبر 4 سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ
60- سپر مارکیٹ نزد امجد ہسپتال، منڈی بہاؤالدین
61- مقام ڈاکخانہ پھلوکی براہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ
62- گلی نمبر 6/17 نزد آفس کچھا کونسلر محمد پورہ۔ فیصل آباد
63- گلی نمبر 2 محلّہ رحمت آباد سرگودھا روڈ۔ گجرات
64- کمرہ نمبر 109 فرسٹ فلور، قادر منزل، محلّہ عثمان پورہ۔ راولپنڈی
65- نزد فیلکن پبلک اسکول فیصل کالونی نمبر 2 فیصل آباد روڈ ۔ اوکاڑہ
66- سی پلازہ گھنٹہ گھر ۔ پشاور
67- (برائے خواتین) 10-9/2856 قلات اسٹریٹ عبداللہ جان کالونی، جبل روڈ ہزہ۔ کوئٹہ
68- (برائے خواتین) مکان نمبر 4 شیخان اسٹریٹ محلّہ شیراز آباد، ارباب خان روڈ۔ کوئٹہ
69- 17- کلیال بلڈنگ چوک شہیداں، میر پور آزاد کشمیر
70- بالمقابل فرنیچر 2000، دوسری منزل ریڈیو اسٹیشن چوک، مظفر آباد۔ آزاد کشمیر

ایسے خواتین و حضرات جو عظیمیہ روحانی لائبریری کے قیام، اغراض و مقاصد سے آگاہی یا دیگر معلومات کے خواہشمند ہوں، ان سے گذارش ہے کہ وہ اس پتہ پر رابطہ کریں:

نگران شعبہ عظیمیہ روحانی لائبریریز۔ پوسٹ بکس 18180۔ کراچی

عرس مبارک

رپورٹ : مشعل رحیم

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے ۲۱ ویں عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز ہوا تو دنیا بھر سے بڑی تعداد میں معتقدین متوسلین، راہ سلوک کے مسافر، روحانی طلباء و طالبات اور سلسلہ عظیمیہ کے کارکنان خواتین و حضرات کی مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں شروع ہو گئی۔ سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی ناسازئ طبع کی خبر ہر ایک کو اداس کر گئی۔ سب ہی کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے۔ ان کے لئے جو اللہ کے بندوں کے لئے مجسم دعا کی علامت بن چکے ہیں۔ عظیمی صاحب سخت بخار کے باوجود ۲۷ جنوری ۲۰۰۰ء کو سارا دن مرکزی مراقبہ ہال میں موجود رہے۔ عرس کے انتظامات کا جائزہ لیا، مہمانوں کا استقبال کیا۔ مقالہ نگاروں کے مقالات سنے اور نعت ومنقبت خوانوں سے نعت ومنقبت بھی سنیں۔ یہ انہی کی ہمت ہے اور انہی کا خاصہ ہے کہ سخت بخار میں بھی تمام معمولات انجام دیتے رہے۔

حضرت عظیمی صاحب حاضرین محفل سے مخاطب ہیں

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس مبارک کی روحانی محفل سے خانوادہ سلسلہ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں اولیاء اللہ اور عام انسانوں میں بنیادی فرق، حیات و ممات کے فلسفے کی عام ذہن کے مطابق مختلف مثالوں کے ذریعے تشریح۔ تغیر، کشش اور گریز کے موضوعات پر نہایت آسان پیرائے میں بصیرت افروز گفتگو فرمائی۔ یہاں ہم آپ کے صدارتی خطاب سے کچھ اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"ہم دیکھتے ہیں کہ ایک اللہ کا بندہ جب کہیں بیٹھ جاتا ہے تو اس کے ارد گرد بہت سارے لوگ جمع ہو جاتے ہیں، وہ لوگوں سے بھاگتا ہے لیکن ہجوم عاشقاں اس کو ہمہ وقت گھیرے رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نہ ہی اپنا کوئی وقت ہوتا ہے نہ ہی اسے آرام کا موقع ملتا ہے۔

اس کے برعکس کچھ لوگ بیچارے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگوں کا ہجوم ان کے ارد گرد جمع ہو، لیکن اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ ان کے پاس نہیں جاتے یعنی ان کے اندر اتنی کشش نہیں ہوتی کہ عوام و خواص جوق در جوق اس کے گرد جمع ہو جائیں۔ جبکہ اللہ والوں کی تو بات ہی نرالی ہوتی ہے۔ میں نے تو عجیب ہی نظارہ دیکھا ہے کہ اللہ والوں کے گرد جمع ہونے والے ہجوم عاشقاں میں انسانوں کی بہ نسبت جنات اور فرشتوں کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ غور و فکر کا مقام ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اللہ

کے اس بندے میں آخر ایسا کون سا وصف اور خوبی ہے؟ اس کے اندر کیا اور انیت ہے؟

کیا اس کے خورد و نوش، سونا جاگنا اور دیگر معمولاتِ زندگی عام انسانوں سے مختلف ہیں لیکن جب ہم اللہ والوں کے معمولاتِ زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال درست نہیں بلکہ اللہ والوں کا کھانا پینا، سونا جاگنا غرض تمام معمولاتِ زندگی وہی کچھ ہے جو دیگر انسانوں کا ہے۔

آخر اللہ والوں میں ایسا کون سا وصف یا کشش ہے کہ انسانوں کی بڑی تعداد ان سے محبت و عشق کرتی ہے، اس کے پس پردہ اس کی تعریف بھی کرتی ہے، لوگ اس کے فراق میں آہ و بکا بھی کرتے ہیں۔ تو جناب آج کی نشست میں ہم اس سوال کا جواب تلاش کریں گے۔

آج حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا سالانہ عرس مبارک ہے۔ حضور بابا صاحبؒ کو پردہ فرمائے ہوئے ۲۱ سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ ایک عام آدمی جب اس دنیا سے پردہ کرتا ہے تو زیادہ سے زیادہ سال بھر میں ہی لوگ اس کا تذکرہ بھول جاتے ہیں لیکن اللہ والوں کے وصال کو جیسے جیسے زیادہ وقت گزرتا ہے اسی مناسبت سے لوگوں کے دل ان کی طرف زیادہ مائل ہونے لگتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کے وصال کو ایک ہزار سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ آپ اگر کبھی ان کے مزار پر حاضری کے لئے گئے ہوں تو یقیناً آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں عام دنوں میں بھی کس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ ہر وقت لنگر تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ قرآن خوانی، درود اور فاتحہ خوانی کا سلسلہ بھی ہر وقت جاری رہتا ہے۔ لوگوں کی بڑی تعداد کو وہاں جا کر سکون ملتا ہے۔ لوگوں کی دعائیں داتا صاحبؒ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

آیئے تلاش کریں کہ ان اللہ والوں میں آخر کون سی خوبی ہے جو عام انسانوں میں نہیں پائی جاتی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت لعل شہباز قلندرؒ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ۔ ان تمام بزرگوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ مر گئے ہیں، میرے خیال میں دنیا بھر میں اس سے بڑی کوئی جہالت نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ والوں کی تو شان ہی نرالی ہے۔ ایک عام آدمی کے متعلق بھی یہ کہنا کہ مرنے کے بعد وہ نیست و نابود ہو گیا، لاعلمی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

اس بات کو ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک آدمی افریقہ میں مقیم ہے اور اس کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے تو کیا اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ مر گیا۔ جب وہ شخص افریقہ میں زندہ ہے تو یہاں کے لئے بھی زندہ ہے۔ اسی طرح ایک اللہ کا بندہ اس دنیا سے جانے کے بعد عالم اعراف میں زندہ ہے تو افریقہ میں کسی شخص کا زندہ ہونا اور عالم اعراف میں زندہ ہونے میں کیا فرق ہوگا؟ یہ فرق ضرور ہے کہ افریقہ اسی عالم ناسوت میں موجود ہے جبکہ عالم اعراف اس مادی دنیا سے اوپر کا ایک عالم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں شہداء کے بارے میں فرمایا ہے کہ "یہ مرتے نہیں ہیں بلکہ یہ ایسے زندہ ہیں کہ انہیں تو رزق دیا جاتا ہے۔ تم لوگوں کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے"۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی مقام ہے کہ "جب تم قبرستان میں جاؤ تو کہو السلام علیکم یا اھل القبور"۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "یہ اہل قبور تمہارے سلام کا جواب دیتے لیکن تم سنتے نہیں"۔

اہل قبور یعنی اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جانے والے لوگ تمہاری آواز سنتے ہیں، تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں، تمہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں لیکن تم نہ سنتے ہو نہ دیکھتے ہو اور نہ شعور رکھتے ہو۔ ایسا کیوں ہے؟

آپ اس لئے نہیں سنتے کہ آپ نے اس آواز کو سننے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ مثلاً آپ کے پاس بہترین قلم موجود ہے اور آپ اس قلم کو کبھی استعمال ہی نہ کریں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ قلم بے کار ہے یا قلم کا لکھنا ساقط ہو گیا ہے۔ جب بھی کوئی شخص اس قلم سے کام لے گا قلم لکھنا شروع کر دے گا۔

اب فرض کریں ایک شخص افریقہ چلا گیا اور برسوں گزر گئے وہ پاکستان واپس نہیں لوٹا۔ لیکن وہ افریقہ میں خوشحال زندگی بسر کر رہا ہے۔ بس صرف اتنا ہے کہ آپ سے اس کا میل جول قائم نہیں رہ سکا تو کیا آپ اسے زندہ کہیں گے یا مُردہ؟ ظاہر ہے آپ اسے زندہ ہی کہیں گے۔ اسی طرح ایک شخص اس دنیا سے چلا گیا۔ جہاں گیا اس جگہ کا نام عالم اعراف ہے، عالم اعراف میں وہ زندگی کے تمام معمولات پورے کر رہا ہے تو اسے آپ اپنی دنیا میں مُردہ نہیں کہہ سکتے۔ ایک آدمی ساری دنیا میں ساٹھ سال کی زندگی گزارنے کے بعد دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتا ہے تو اسے ہم ہرگز مُردہ نہیں کہہ سکتے۔ منتقل ہونے والے انسانوں کو اگر ہم مردہ جان رہے ہیں تو ہماری سوچ، طرز فکر اور زاویہ نظر غلط ہے۔ "انتقال" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی مطلب ہے منتقل ہونا اور "مرنا" ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں امر ہو جانا۔ یعنی مرنے والا شخص ایسی دنیا میں چلا گیا جہاں سے اب کبھی بھی واپس نہیں آئے گا۔ اب آپ مرنے جینے سے متعلق اپنے معاشرے میں رائج طرز فکر کا تجزیہ کریں۔ مرنے کے متعلق ہمارے ہاں جو تصورات ہیں کیا وہ درست ہیں؟

ایک مثال اور ہے کہ ایک آدمی ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہو جاتا ہے جہاں اس جیسے ہی انسان آباد ہیں، جہاں زندگی کی سہولتیں اس کے اپنے ملک سے کہیں زیادہ ہیں پابندیاں کم ہیں۔ جس طرح ہمارے بہت سے پاکستانی بھائی ملک چھوڑ کر دیگر ممالک منتقل ہو جاتے ہیں جہاں وہ محنت و مشقت بھی اپنے ملک سے کہیں زیادہ کرتے ہیں لیکن وہاں سے وطن واپس نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ یہاں زیادہ سکون ہے۔

اسی طرح مرنے کا مطلب نیست و نابود ہو جانا نہیں بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جانا ہے۔ جیسے یہاں سرجانی ٹاؤن سے آپ لانڈھی منتقل ہو گئے، لانڈھی سے کلفٹن منتقل ہو گئے اور کلفٹن سے پھر آپ کسی دوسرے علاقے میں منتقل Shift ہو گئے۔ اس مثال کو آپ نئی وائز بھی کر سکتے ہیں کہ کراچی سے لاہور پھر لاہور سے پشاور منتقل ہو جائیں۔ اب چاہے آپ اس سلسلے کو کتنا ہی پھیلا دیں اور چاہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتنا ہی مختصر کیوں نہ کر دیں زندگی محض ردوبدل کا ہی نام ہے۔ جب تک ردوبدل نہ ہو زندگی آگے ہی نہیں بڑھے گی۔ یہ تغیر ہی ہماری زندگی کو قائم رکھتا ہے۔ آپ اپنی پیدائش پر ہی غور کر لیں جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

"اور ہم نے بنایا آدمی کو بجتی مٹی سے۔ پھر ہم نے رکھا اس نطفہ کو قرارِ مکین (رحم مادر) میں پھر بنایا نطفہ سے علقہ پھر بنایا اس علقہ سے مضغہ، پھر بنایا مضغہ سے عظما اور پھر چڑھایا عظما پر لحما پھر اٹھا کر کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں۔ سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے"۔

جب اللہ تعالیٰ انسان کو پیدائش کے تمام تغیرات سے گزار کر دنیا میں لے آتے ہیں تو یہاں بھی تغیرات ہی اس کے منتظر ہوتے ہیں۔ تغیرات سے مراد یہ ہے کہ رات گزر گئی دن گزر گیا، گھنٹے، منٹ، سیکنڈ لمحات سب گزر گئے۔ آپ کے سامنے ایک بچہ ایک سال کا ہو، دوسرا دس سال کا لڑکا ہو، تیسرا بیس سال کا نوجوان ہو اور چوتھا تیس سال کا جوان..... اور آپ سے پوچھا جائے کہ ان چاروں میں کیا فرق ہے تو آپ یہی کہیں گے کہ عمر کا فرق ہے..... سوال یہ ہے کہ عمر کیسے بڑھ گئی...؟ دراصل جو دس سال کے تغیرات سے گزر گیا وہ دس سال کا ہو گیا اور جو بیس سال کے تغیرات سے گزر گیا وہ بیس سال کا ہو گیا اسی طرح تیس سال کے تغیرات سے گزر جانے والا فرد تیس سال کا کہلائے گا۔ زندگی کے نشیب و فراز اور شب و روز تغیر کے سوا کچھ نہیں۔ اٹھارہ سال کے تغیرات کی چکی نے کچھ اس

طرح آپ کو پیسا کہ جو کچھ حاصل ہوا اس کا نام جوانی رکھ دیا گیا۔ پچاس سال کے تغیرات کا حاصل بڑھاپا ہے۔ ساٹھ سال میں جسم پے در پے تغیرات کی بناء پر اس قدر کمزور ہو گیا اور اس قابل نہیں رہا کہ وہ زمانے کے نشیب و فراز کو برداشت کر سکے۔ دنیا کی فضا میں موجود غم اور پریشانیوں کو برداشت کرتے کرتے وہ اتنا عاجز آگیا اور پکار اٹھا کہ اب مزید گنجائش نہیں ہے تو وہ اس تغیر سے نکل کر ایک مختلف قسم کے تغیر میں داخل ہو گیا۔

اولیاء اللہ اور عام انسانوں میں بنیادی فرق یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علوم کے وارثین میں سے کسی کو بھی جب شعور حاصل ہوتا ہے تو وہ سوچتے ہیں کہ یہ زندگی کیا ہے؟ اس سوال کا جواب انہیں یہ ملتا ہے کہ یہ زندگی کچھ بھی نہیں۔ زندگی اس تغیر کا نام ہے جس میں کسی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اللہ کے دوستوں کے یقین میں یہ بات شامل ہو جاتی ہے کہ یہاں تغیر کے علاوہ کچھ نہیں اور اس تغیر پر کسی کو کوئی دسترس بھی حاصل نہیں ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ ذہنی معذور بچوں کے جسم کی نشوونما اسی طرح ہوتی ہے جس طرح صحت مند بچوں کی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ بھی جوان ہو جاتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی عقل مندی سے جوان ہوا ہے۔ ایک پاگل شخص جسے کسی بات کا ہوش نہیں وہ پھر کیسے جوان ہو گیا۔ اسی طرح بوڑھے ہونے پر آپ کا کوئی اختیار نہیں۔ آپ کو اپنی پیدائش پر ہی کیا اختیار ہے، اللہ کے حکم کے مطابق جہاں اور جس وقت اس نے چاہا آپ کو پیدا کر دیا۔ دنیا کا ایک فرد بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق پیدا ہوا ہے۔ دنیا سے کوئی جانا بھی نہیں چاہتا لیکن اس کے باوجود بھی کوئی موت سے رستگاری حاصل نہیں کر سکا۔

اولیاء اللہ اس حقیقت کو جاننے کے بعد کہ یہاں جو کچھ ہے وہ سب کا سب تغیر ہے تو وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہر چیز تغیر پذیر ہے اور کسی چیز پر ہمارا اختیار بھی نہیں ہے تو ہمیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ ہم یہاں دل لگائیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ہر شئے میں کام کرنے والی معین مقداروں کے قانون سے واقف ہو جاتے ہیں اور معین مقداروں کے قانون کے ذریعے ہی ہر شئے اپنی انفرادیت قائم رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے ہاتھ ملائیے۔ آپ کے ہاتھ ایک دوسرے سے اس قدر جڑ گئے ہیں کہ بظاہر درمیان میں کوئی خلاء باقی نہیں رہا لیکن آپ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں جذب ہو گئے ہیں۔ ہاتھ آپ کو الگ الگ ہی محسوس ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معین مقداریں ہر صورت برقرار رہتی ہیں۔ جہاں کشش ہے وہاں گریز بھی موجود ہے۔

اب وہ آدمی دنیا کی طرف جیسے جیسے بڑھتا ہے دنیا اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے پیچھے ہٹتی ہے۔ اس کے برعکس جب آپ دنیا سے گریز کریں گے دنیا آپ کی کشش میں اور آپ کے بعد اپنے درمیان معین مقداروں کو قائم رکھنے کے لئے آگے بڑھے گی۔ ایک انسان دوسرے انسان میں اپنے ارادے اور اختیار سے جذب ہو جاتا ہے لیکن سینٹی میٹر کے ہزارویں حصے کے برابر خلاء نہ ہونے کے باوجود دونوں

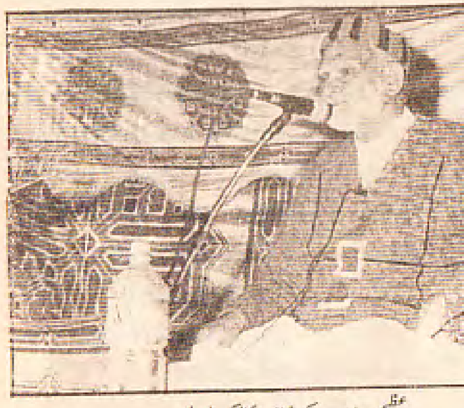

عظیمی صاحب کے خطاب کا ایک انداز

انسان الگ الگ رہتے ہیں، خود کو الگ الگ محسوس کرتے ہیں۔ قانون یہ ہوا کہ مقداروں میں تعین ہی انفرادیت قائم کرتا ہے۔ کوئی انسان اس تخلیقی قانون کو توڑ نہیں سکتا۔ جس طرح ایک انسان اور اک رکھتا ہے اسی طرح مال و زر اور دولت بھی اور اک رکھتی ہے۔ جب کوئی انسان دولت کے تشخص سے فرار اختیار کرتا ہے تو مقداروں کے قانون کے مطابق توازن برقرار رکھنے کے لئے دولت اس کے پیچھے بھاگتی ہے اور جب کوئی انسان دولت کے پیچھے بھاگتا ہے تو دولت اس کے ساتھ بے وفائی کرتی ہے اور عذاب بن کر اس کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے۔ اللہ والوں نے دنیا سے لاتعلقی اختیار نہیں کی بلکہ دنیا کے تمام معمولات پورے کئے لیکن دنیا کو بھی تغیرات کا شکار ہوتا دیکھ کر اس کو مجبور محض سمجھا اور اپنا رشتہ اس ہستی سے قائم کر لیا جو تمام تغیرات سے ماوراء ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے سلاطین اور بڑے بڑے بادشاہ ننگے پیر اور ننگے سر میلوں پیدل چل کر ان کے درباروں میں ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔ دراصل تغیر پذیر دنیا سے انہوں نے اتنا ہی رشتہ قائم رکھا جتنا ضروری ہے۔ اس لئے لوگ بھی ان کے پاس بھی جاتے ہیں ان کی باتیں بھی سنتے ہیں، ان سے کشش بھی محسوس کرتے ہیں اور اپنے دکھ درد کا ان سے مداوا بھی کراتے ہیں۔ اللہ کے یہ برگزیدہ بندے ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور ان تمام روحانی بزرگوں کی تعلیمات یہی ہیں کہ انسان تغیرات سے واقف ہو کر اس سے خود کو اتنا آزاد کر لے کہ یہ تغیر بھی خود اس کے پیچھے آجائے"۔

آخر میں عظیمی صاحب نے اپنی تقریر کو سمیٹتے ہوئے فرمایا" میرے عزیز دوستو! حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی ذات گرامی ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے۔ بابا صاحبؒ کی تعلیمات جس قدر لطیف اور روشن ہیں اسی قدر پُر استدلال اور لاجک سے بھرپور بھی ہیں۔ حضور بابا صاحبؒ کی تعلیمات میں سائنس بھی ہے اور مثالیں بھی ہیں۔ اگر آپ نے حضور بابا صاحبؒ کی تعلیمات پر عمل کر لیا تو آپ کی زندگی بڑی پر سکون گزر جائے گی۔

اس دنیا کے بعد جو دنیا درپیش ہے، تغیر وہاں بھی ہے لیکن وہاں کا تغیر مادی دنیا کے تغیر سے بہت مختلف ہے۔ مثلاً یہاں انسان کی زیادہ سے زیادہ عمر ۱۰۰ سال ہے تو وہاں ممکن ہے انسان کی عمر ایک لاکھ سال سے بھی کہیں زیادہ ہو۔ مرنے کے بعد کی دنیا میں بھی آدمی مستقل نہیں رہ سکے گا، اس دنیا کے بعد عالم حشر و نشر ہے پھر جنت ہے پھر ابد اور پھر ابدالآباد کی دنیائیں درپیش ہوں گی۔ یعنی ہر دنیا میں ایک تغیر ہے اور باقی قائم و دائم رہنے والی بس ایک ذات ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا تعلق جس قدر مضبوط ہوتا جائے گا اسی قدر آپ اس تغیراتی جھمیلے میں خوش اور آزاد رہیں گے۔ اگر خدانخواستہ تغیر ہی میں آپ دفن ہو گئے تو خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق اس دنیا میں بھی گھاٹا ہے اور آخرت میں بھی گھاٹا ہی ملے گا"۔

تقریر کے اختتام پر عظیمی صاحب نے "یااللہ، یارحمن یارحیم "کا ذکر جہر کرایا۔ ذکر کے دوران ماحول پر ایک ماورائیت سی چھاگئی۔ ذکر سے بجنے والے ردھم سے بڑی حد تک شرکاء محفل کے ذہن یکسو ہو گئے۔ پھر عظیمی صاحب کی نگرانی میں مراقبہ ہوا۔ عرس کی تقریبات کے لئے عارضی طور پر قائم کئے گئے آڈیٹوریم کی تمام لائٹس بند کر دی گئی تھیں اور مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بے انتہا پُرسکون ماحول میں سب نے مراقبہ کیا۔ مراقبہ کے بعد حضرت عظیمی صاحب نے حاضرین سے دریافت کیا کہ "اگر کسی بھائی یا بہن نے مراقبے کے دوران روشنی کا مشاہدہ کیا ہو یا پھر سرور آمیز کیفیات سے گزرا ہو یا مراقبہ کے بعد اپنے اندر تبدیلی محسوس کی ہو تو اپنے ہاتھ کھڑے کریں" عظیمی صاحب کے جواب میں حاضرین کی اکثریت نے اپنے ہاتھ بلند کئے۔

قبل ازیں پروگرام کی ابتداء تلاوتِ قرآن پاک سے ہوئی۔ قاری کاشف نعیم قریشی نے قرآن پاک کی مقدس

عرس مبارک کی محفل سے مقالا نگار نعت و منقبت خواں خواتین و حضرات اپنی اپنی کاوشوں کا اظہار کر رہے ہیں

آیات تلاوت کیں۔ اٹک شہر کے خالد محمود نے "عرفان ذات اور عرفان الٰہی" کے موضوع پر، ہری پور کے خان افسر نے "صلوٰۃ قربت الٰہی کا ایک موثر ذریعہ ہے"، راولپنڈی کے شیخ طارق محمود نے "موجودہ سائنس اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات"، آزاد کشمیر کی خالدہ پروین نے "مذاہب عالم میں مراقبہ کی اہمیت"، گوجرانوالہ کے رانا تسنیم احمد نے "صوفیائے کرام کے مشن کی پیش رفت میں اولیاء اللہ اور ان کے شاگردوں کی کوششیں کس حد تک کامیاب ہوتی ہیں"، لاہور کی عرفانہ فاروقی نے "روشنی زندگی"، لاہور ہی کے برہان شجاع فاروقی نے "پاکستان کے صوفیاء کرام"، فیصل آباد کے رانا محمد صادق نے "اللہ کی قربت سے سکون حاصل ہوتا ہے"، چنیوٹ کے پروفیسر محمد طاہر نے "اشرف المخلوقات کی تشریح"، حیدر آباد کی پروفیسر منظور النساء نے "روحانی علوم کے فروغ میں حضرت لعل شہباز قلندرؒ، حضرت بچل سرمستؒ اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی شاعری کا کردار" کے موضوعات پر سیر حاصل مقالات پیش کئے۔

لاہور کے محمد انیس حجازی نے حضور قلندر باباؒ کی شان اقدس میں منقبت کے اشعار پیش کئے۔ جبکہ حمیدہ ستار (کراچی)، فائزہ مسعود (لاہور)، فرخ منظور (ہری پور)، احمد مختار (کراچی)، سکینہ جعفر (کراچی)، رخسانہ صادق (فیصل آباد) نے بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ عقیدت پیش کئے۔ گوجرانوالہ کے عبدالغفار نے حضور بابا صاحبؒ کی رباعیات کو خوبصورت لحن کے ساتھ پیش کیا۔

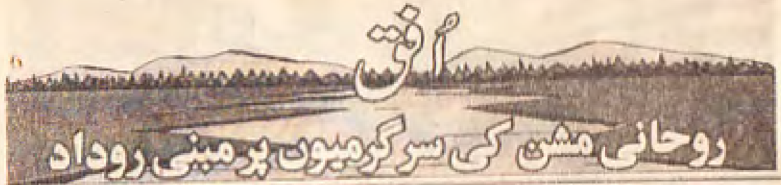

ملک کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہالز کے نگران اور عظیمیہ روحانی لائبریریز کے لائبریرین خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ اگر آپ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال یا اُفق کے کالم کے لئے کسی پروگرام کی رپورٹ ارسال فرما رہے ہیں تو ازراہ مہربانی مراقبہ ہال یا عظیمیہ روحانی لائبریری کے مصدقہ لیٹر ہیڈ پر ارسال کریں۔ بصورت دیگر رپورٹ یا خبر کی اشاعت ممکن نہ ہو سکے گی۔ اہم تقاریب کی رپورٹ کے ہمراہ تصاویر بھی ارسال فرمائیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں۔ مقررین کی تصاویر ایک ہی رخ اور یکساں فاصلے سے لی گئی ہوں نیز مخاطب کے چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔

چھٹی سالانہ روحانی ٹریننگ ورکشاپ

(رپورٹ: رفعت طلعت)

28 جنوری بروز جمعہ مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں سلسلہ عظیمیہ کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط کے موضوع پر ایک روزہ روحانی ٹریننگ ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر وقار یوسف عظیمی نے الشیخ عظیمی کا تحریری خطاب پڑھ کر سنایا۔

"سلسلہ عظیمیہ کا مقصد ہی یہ ہے کہ نوع انسانی کی خدمت کی جائے جس طرح بارش ہر جگہ برستی ہے کیچڑ، خشک زمین، سنگلاخ چٹانوں پر جنگلات پر حتٰی کہ سمندروں پر بھی برستی ہے جہاں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح سلسلہ عظیمیہ کا پیغام یہ ہے کہ ہر آدم زاد حضرت آدم کے رشتے سے ہمارا بھائی اور دنیا کی ہر خاتون حواؑ کے رشتے سے ہماری بہن، بیٹی، ماں ہے۔ کسی سلسلے کی تعلیمات کو اپنے اوپر جاری کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی سلسلے کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط سے واقف ہو لہٰذا سلسلہ عظیمیہ کے ارکان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ سلسلہ کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط پر غور و خوض کریں"۔

ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ حکیم وقار یوسف عظیمی نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا "اس روحانی ٹریننگ ورکشاپ کا مقصد یہ ہے کہ شرکاء اپنی اپنی شخصی تعمیر پر خصوصی توجہ دیں اور سلسلہ عظیمیہ کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط پر عمل پیرا ہو کر وہ اوصاف پیدا کریں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرز فکر حاصل کر سکیں، اپنا روحانی شعور بیدار کر سکیں"۔

ورکشاپ کے آغاز میں قاری کاشف نعیم قریشی نے

پوزیشن حاصل کرنے والے گروپس کے کوآرڈینیٹرز نگران مراقبہ ہال راولپنڈی قاضی مقصود احمد سے تعریفی اسناد وصول کر رہے ہیں۔ ہمراہ نگران مراقبہ ہال پشاور نیاز احمد خان اور نگران مراقبہ ہال لاہور میاں مشتاق احمد بھی کھڑے ہیں۔

پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے گروپس کے کوآرڈینیٹرز اور اراکین ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ وقار یوسف عظیمی، نگران مراقبہ ہال لاہور میاں مشتاق احمد، نگران مراقبہ ہال راولپنڈی قاضی مقصود احمد اور نگران مراقبہ ہال پشاور نیاز احمد خان کے ہمراہ

تلاوت کلام پاک کی۔ ورکشاپ کی آرگنائزر رفعت طلعت نے ورکشاپ کا تعارف پیش کیا اور ورکشاپ کے مقاصد شرکاء پر واضح کئے۔ ورکشاپ میں پاکستان اور بیرون پاکستان سے تقریباً 400 افراد نے رجسٹریشن کرائی۔ ورکشاپ میں شرکاء کے 33 گروپ بنائے گئے تھے۔ ہر گروپ 8 سے 10 افراد پر مشتمل تھا۔

روحانی ٹریننگ ورکشاپ میں راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے کوآرڈینیٹر ناصر رضا کی معیت میں پہلی پوزیشن گروپ نمبر 20 نے حاصل کی، دوسری پوزیشن حیدر آباد کی شہناز خالد کے گروپ نمبر 21 نے جبکہ تیسری پوزیشن دو

پہلے گروپ کے کوآرڈینیٹر ناصر رضا، میاں مشتاق احمد سے تعریفی سند وصول کر رہے ہیں

ورکشاپ آرگنائزنگ کمیٹی کے اراکین رفعت طلعت، محمد یاسین، سلمان سلطان، مبین الحق، محمد اظہر، عرفانہ کوثر، نصرت فاطمہ اور اقبال حسن کا ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ وقار یوسف عظیمی، میاں مشتاق احمد، قاضی مقصود احمد اور نیاز احمد خان کے ہمراہ ایک گروپ فوٹو

گروپس نے مشترکہ طور پر حاصل کی۔ گروپ نمبر 24 کے کوآرڈینیٹر راولپنڈی کے شیخ طارق محمود جبکہ گروپ 5 کے کوآرڈینیٹر کراچی کے ڈاکٹر جاوید مسیح تھے۔

اس پروگرام کی مینجنگ کمیٹی میں حکیم وقار یوسف عظیمی، ڈاکٹر ممتاز ظفر اور کامران باسط شامل تھے جبکہ سہیل احمد اور زینب اشرفی نے مشاورت کی۔ آرگنائزنگ کمیٹی میں رفعت طلعت، سلمان سلطان، شوکت علی، اشرف سلطانہ، محمد عارف، مبین الحق، محمد یاسین، محمد اظہر، عرفانہ کوثر اور ثروت شامل تھے جبکہ دیگر انتظامی امور میں نصرت فاطمہ، محمد سعید، آصف رضا، اقبال حسن اور مرزا حسن علی نے حصہ لیا۔

☆☆☆

پاکستان سمیت دنیا کے دیگر ممالک میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا عرس مبارک عقیدت اور احترام کے ساتھ منایا گیا۔

نیویارک (رپورٹ: ناصر الدین)

نیویارک میں سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس مبارک کی تقریب منعقد ہوئی جس میں ہر مکتبہ فکر کے حامل افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کا ٹیلیفونک رابطے کے ذریعے کراچی سے براہ راست لیکچر سنا۔ مراقبہ ہال نیویارک کی نگران زاہدہ رفیق اور چودھری رفیق کی رات دن کی انتھک محنت بالآخر رنگ لائی اور ان کا گھر جو مراقبہ ہال بھی ہے، میں آج کی شام یہاں عرس مبارک کی تقریب منعقد ہوئی۔ عرس کی محفل میں خواتین و حضرات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز ذکاء اللہ نے قرآن پاک کی تلاوت سے کیا۔ حمدِ باری تعالیٰ وقار عباس اور نعتِ رسولِ مقبول فرح احمد نے پیش کی۔ اس کے بعد روبینہ شاہد نے سلسلہ عظیمیہ کے اغراض و مقاصد پیش کئے۔ جس کے فوراً بعد میاں عبدالرزاق نے نسبتِ فیضان پر ایک سیر حاصل مقالہ پیش کیا۔ عفت شہزاد کی تقریر کا موضوع مراقبہ اور عملی زندگی تھا۔ میاں عبدالرزاق نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی شان میں منقبت پیش کی جو کہ خود ان کی لکھی ہوئی تھی۔ نظامت کے فرائض ناصر الدین انجام دے رہے تھے۔ اس پروگرام کا سب سے اہم حصہ کراچی سے سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کا ٹیلیفونک خطاب تھا۔ الشیخ عظیمی کے خطاب کے بعد شرکاء نے عظیمی صاحب سے سوالات بھی کئے۔ خطاب اور سوال و جواب کا یہ سلسلہ ایک گھنٹہ سے زائد وقت تک جاری رہا۔ عظیمی صاحب نے فرداً فرداً ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔

اس تمام پروگرام کے انتظامی امور میں فرقان اکرم، ندیم احسان، جمیل احمد، صبیح رفیق اور خاص طور پر

نیویارک امریکہ میں منعقدہ عرس مبارک کی محفل میں شریک افراد کا ایک گروپ فوٹو

چودھری رفیق نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ دوسری طرف خواتین میں انجم وقار اور روبینہ شاہد نے بھی خدمات انجام دیں۔ عفت شہزاد، عظمٰی اودھی، فرح احمد وغیرہ نے بھی بڑھ چڑھ کر ہر کام میں حصہ لیا۔

برمنگھم (رپورٹ: محمد شبیر)

عرس مبارک کی تقریب کا آغاز محمد رمضان شاہین نے ابتدائی کلمات سے کیا۔ آپ سلسلہ عظیمیہ کے سینئر رکن ہیں آپ نے حاضرین کے سامنے اپنا پُر مغز مقالہ بھی پیش کیا۔ صدارتی خطاب میں نگران مراقبہ ہال برائے خواتین سکینہ نے مختصر الفاظ میں روحانیت، مراقبہ، سلسلہ عظیمیہ اور حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کا تعارف پیش کیا اور حاضرین محفل کو اس بات کی دعوت دی کہ "ہر ایک اگر اپنی نقل (جسم) کے لئے ہمہ دم فکر میں ہے تو وہ اپنی اصل (روح) کی طرف بھی توجہ دے، اس لئے کہ نقل تو پھر نقل ہے ایک روز ختم ہو جائے جبکہ اصل کو دوام ہے"۔

قبل ازیں تلاوت قرآن پاک محمد شبیر نے پیش کی۔ مسرت چوہان نے بارگاہِ رسالت میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ غلام عباس نے مقالہ پیش کیا۔ ایک ننھے دوست شکیل نے انگریزی زبان میں سلسلہ عظیمیہ کا تعارف پیش کیا۔ نظامت کے فرائض محمد شبیر نے انجام دیئے۔ آخر میں حاضرینِ محفل کے لئے لنگر کا اہتمام کیا گیا تھا۔

حیدر آباد (رپورٹ: نائلہ)

حیدر آباد مراقبہ ہال گلشن شہباز میں عرس کی پر نور تقریب ہوئی۔ صدر مجلس جناب سہیل احمد صاحب (روحانی کالم نگار "اخبار جہاں") تھے۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا: "حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی تعلیمات میں اس نکتے پر زور دیا ہے کہ تمام مادی قوانین روحانی قوانین کا اتباع کرتے ہیں۔ روحانی قوانین سے مادی قوانین کو سمجھ لینا علم لدنی اور انبیاءؑ کا ورثہ ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں اگر انفرادی اور اجتماعی زندگی کو تشکیل دیا جائے تو انسان کو سکون آشنا زندگی میسر آسکتی ہے"۔

قبل ازیں پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ نعتِ رسول مقبولؐ کی سعادت افضال، صبا، ذیشان اور حمیدہ پنہور، نے حاصل کی۔ پروفیسر منظور النساء (نگران مراقبہ ہال برائے خواتین قاسم آباد) نے شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کا سندھ میں روحانی کردار پر مقالہ پڑھا، بہاؤالدین بلوچ لیکچرر زرعی یونیورسٹی ٹنڈوجام نے "نماز" پر مقالہ پیش کیا۔ نسیم بروہی (سابقہ پرنسپل) نے سلسلہ عظیمیہ اور حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی خدمات کو سراہا اور عقیدت بھرے خیالات کا اظہار کیا۔

منقبت کی سعادت کنول اور شمع نے حاصل کی۔ نظامت کے فرائض نائلہ نے ادا کئے اور فیروزہ ندیم (نگران

مراقبہ ہال برائے خواتین لطیف آباد) کی درخواست پر بزرگ ہستی محترم سیف الکبیر صاحب نے دعا فرمائی۔

عرس میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور آخر میں نگران مراقبہ ہال حیدر آباد محترم ممتاز علی صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا اور معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

فیصل آباد (رپورٹ: جمال کھوکھر)

21 جنوری 2000ء بروز جمعۃ المبارک الٰہی ٹاؤن نزد گوکھووال مراقبہ ہال میں امام سلسلہ عظیمیہ حسن اخریٰ سید محمد عظیم برخیا المعروف حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے اکیسویں عرس مبارک کی تقریب نہایت عقیدت و احترام سے منائی گئی۔

اس مبارک موقع پر اراکین مراقبہ ہال نے روحانی سیمینار کا اہتمام کیا تھا سیمینار کے مہمانانِ خصوصی ڈاکٹر غلام رسول چوہدری اور سردار محمد تھے جبکہ صدارت ڈپٹی ڈائریکٹر فیسکو لطیف طاہر نے کی۔ اس موقع پر نگراں مراقبہ ہال ذوالفقار کھوکھر نے خطاب کرتے ہوئے کہا نوعِ انسانی کو اپنے ازلی شرف سے متعارف ہونے کیلئے ضروری ہے کہ انسان غم، خوف، ڈر، غصہ اور اضطراب و اضمحلال کی زندگی سے نکل کر اپنے خالق کا عرفان حاصل کرے۔ اس مقصد کے لئے بہترین عمل رسول اللہ ﷺ کی غارِ حرا والی پہلی سنت "مراقبہ" ہے۔

رخسانہ صادق نے اردو میں نزہت نے انگریزی میں مقالات پیش کئے۔ سیمینار سے جمال کھوکھر اور رانا محمود صادق نے قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات اور سوانح حیات پر روشنی ڈالی جبکہ فواد بشیر نے انگریزی میں کن فیکون پر تحقیقی مقالہ پڑھا۔ قلندر بابا اولیاءؒ حسنِ کارکردگی ایوارڈ 1999ء محمد معراج کو دیا گیا۔ قبل ازیں عدیلہ نے تلاوتِ کلام پاک کی سعادت حاصل کی۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں گلہائے عقیدت نائلہ خورشید اور رانا مقصود نے پیش کئے۔ ساجد فاروق سلطان نے مرشد کریم کے حضور منقبت پیش کی۔ سیمینار کے آرگنائزر رانا تجمل حسین، حاجی محمد سلیم ملک عبدالرشید اور ظہیر احمد تھے۔ سیمینار میں نظامت کے فرائض ظہیر احمد نے ادا کئے۔

وہاڑی (رپورٹ: اورنگزیب)

عرس مبارک حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی صدارت نگران مراقبہ ہال وہاڑی شوکت علی نے کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلام پاک سے اللہ داد نے کیا۔ محمد عادل نے نعت پیش کی۔ مدثر ریاض نے "حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ منور ریاض نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ اس کے بعد غلام مصطفٰی نے "حضور قلندر بابا اولیاءؒ اور خانقاہی نظام" پر روشنی ڈالی۔

چنیوٹ (رپورٹ: محمد سعید اظہر)

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ کا سالانہ عرس مبارک 21 جنوری کو مراقبہ ہال چنیوٹ میں منعقد ہوا تقریب کا آغاز تلاوتِ کلام سے محمد قاسم نے کیا۔ جبکہ میاں محمد رمضان ایڈوکیٹ نے نعت پیش کی پروفیسر محمد طاہر نگراں مراقبہ ہال نے قلندر بابا اولیاءؒ کے حالاتِ زندگی اور تعلیمات پر مفصل روشنی ڈالی اور مراقبہ ٹیکنالوجی کی وضاحت کی دیگر مقررین میں رفعت قادری صدر فیڈرل یونین آف جرنلسٹ، میاں افتخار احمد مینجنگ ایڈیٹر روزنامہ پناہ، زاہد نواز عزیز الحسن، پروفیسر محمد الیاس شامل تھے۔ محمود احمد فضل، حافظ مزمل طاہر، یاسین نقشبندی نے ہدیہ نعت اور صفدر علی اور محمد علی نے قلندر بابا اولیاءؒ کے حضور منقبت پیش کی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض محمد ارشاد نے انجام دیئے۔ دیگر معزز شہریوں میں علامہ مولانا مسعود احمد سروری، علامہ غازی غلام رسول سیالوی، محمد اسلم خان ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج چنیوٹ، پروفیسر راؤ منظور علی خان، پروفیسر محمد سلیم اختر، قاضی مشرف حسن ایڈوکیٹ صدر بار ایسوسی ایشن چنیوٹ، ملک محمد نعیم ایڈیٹر روزنامہ صورتحال فیصل آباد، علی اصغر ڈپٹی ایڈیٹر اینٹی کرپشن اسٹائل لاہور نے شرکت کی۔ جبکہ تقریب کو سجانے میں محمد قاسم، اقبال اسلم، ذوالفقار علی، امیر علی، محمد علی، شاہد منیر، عاشق علی، حامد علی، صادق

علی، ابوبکر، محمد عدیل، صفدر علی، محمد ارشاد، ڈاکٹر تنویر علی، ڈاکٹر ارشاد، فریدہ طاہر، شمشاد بیگم، نسرین رانی، نجمہ بیگم نے خاص طور پر حصہ لیا۔

دریا خان (رپورٹ: شکیل احمد)

عرس تقریب سے نگران مراقبہ ہال دریا خان صوفی محمد یامین نے اپنے خطاب میں حدیث شریف من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تشریح مختلف زاویوں سے کی۔

قبل ازیں پروگرام کا آغاز بعد از نماز جمعہ قرآن خوانی سے ہوا اس کے بعد ختم درود شریف و آیت کریمہ ہوا صوفی محمد یامین نے اجتماعی دعا کی۔ عرس مبارک کے موقع پر اہلیان دریا خان کے گرد و نواح کے باسیوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

حجرہ شاہ مقیم (رپورٹ: نسرین)

21 جنوری بروز جمعہ حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ کا عرس مبارک بڑی عقیدت و احترام سے منایا گیا پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کیا گیا جس کی سعادت فضیلت اسلم نے حاصل کی اس کے بعد مدیحہ ثناء نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ ایگل پبلک اسکول کے بچوں نے بھی اس محفل میں حصہ لیا اور حضور اکرم ﷺ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ ارسلان، شاہد منیر، عاصم نے نعتیں پیش کیں اس کے بعد حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ کی تعلیمات پر روشنی ڈالی گئی ثمینہ اسلم اور ساجدہ ہاشمی نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ فضیلت نے ہدیہ عقیدت پیش کیا اور آخر میں نگران مراقبہ ہال برائے خواتین حجرہ شاہ مقیم پروین اختر نے خواتین سے خطاب کیا اس کے بعد دعا کی گئی اور لنگر تقسیم کیا گیا۔

سیالکوٹ (رپورٹ: یاسر ذیشان مغل)

مراقبہ ہال سیالکوٹ میں 21 جنوری 2000 بروز جمعۃ المبارک کو حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ کا عرس مبارک منایا گیا۔ تلاوت قرآن مجید فاروق وحید نے کی۔ اس کے بعد عابد محمود اور محمد شہزاد نے نعت رسول مقبول پیش کی اور نوید انجم نے حضور قلندر باباؒ کی شان میں منقبت پیش کی۔ کمپیرنگ فیصل محمود نے کی پھر یاسر ذیشان، تنویر یوسف اور مسعود الرحمان خان نے مقالات پیش کئے۔

اجتماعی مراقبہ کے بعد آخر میں حافظ محمد اسلم نے اجتماعی دعا کی گئی۔ عرس مبارک میں سیالکوٹ کے ہر طبقہ فکر کے افراد نے شرکت کی۔ انتظامیہ میں ڈاکٹر زاہد، عابد محمود، احسن عدیل اور شہزاد شامل تھے۔

سکھر (رپورٹ: کاشف علی)

ڈاکٹر اکرام اللہ کی زیر نگرانی حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ کے عرس کی تقریب منعقد کی گئی۔ جس کے انعقاد میں جناب جاوید احمد، قمر، کاشف علی، مقصود احمد مغل اور دیگر اہل محلہ بوا گلی غریب آباد نے بھرپور حصہ لیا۔

قرآن خوانی کے بعد نعت خواں طاہر مغل اور مقصود احمد مغل نے سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

سوات (رپورٹ: افضل حیات)

21 جنوری کو سوات مراقبہ ہال میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس مبارک کا اہتمام کیا گیا۔ تلاوتِ قرآن جاوید نے کی ہدیہ نعت افضل اور افضل حیات نے پیش کیا۔ نگران مراقبہ ہال حکیم خان نے خطاب فرمایا پھر گروپ کمار نے مقالہ پیش کیا۔ پروگرام کا اختتام اجتماعی دعا سے ہوا۔

گوجر خان (رپورٹ: عبدالستار)

مراقبہ ہال گوجر خان میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا عرس مبارک بروز جمعۃ المبارک 21, جنوری نہایت عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ بعد از ختم شریف اور قرآن خوانی تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت کلام پاک عبدالستار نے پیش کی، نعت شریف حضور سرور کونین کی سعادت اختر، ولید صابری، طاہر قریشی نے حاصل کی۔ بعد میں نگران مراقبہ ہال نے خطاب کیا۔ محفل کے اختتام پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا گیا اور بعد از محفل لنگر تقسیم ہوا۔ کمپیرنگ کے فرائض غضنفر علی نے انجام دیئے۔

تین روزہ تربیتی پروگرام

برائے لائبریرین

عظیمیہ روحانی لائبریری

(رپورٹ: سید احمد ظفر علی)

سلسلہ عظیمیہ کے تحت قائم کی جانے والی عظیمیہ روحانی لائبریریز کا نیٹ ورک اب ملک بھر میں پھیل چکا ہے۔ مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں قائم شعبہ لائبریریز کی نگرانی میں 70 عظیمیہ روحانی لائبریریز کو منظم کیا گیا ہے۔ یہ شعبہ لائبریرین اور لائبریری کارکنان کی تربیت اور شعوری وسعت کو بڑھانے کے لئے وقتاً فوقتاً تربیتی پروگرام کا انعقاد کرتا رہتا ہے۔ یہ تربیتی نشست بھی اسی سلسلے کا ایک حصہ تھی جس میں بیرون کراچی قائم عظیمیہ روحانی لائبریریز کے لائبریرین نے شرکت کی۔ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اس تربیتی نشست کے انعقاد کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ آپ خواتین و حضرات کو روحانی علوم کی ترویج کے حوالے سے کچھ باتیں ایسی بتائی جائیں جن پر عمل کر کے آپ کا ذہن وسیع ہو سکے اور روحانی علم کو حاصل کرنے میں آپ زیادہ بہتر طریقے سے کوشش کر سکیں"۔

عظیمی صاحب نے متعدد مثالوں سے شرکاء پر یہ بات واضح کی کہ انسان اور حیوان میں بنیادی فرق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "جس طرح انسان اپنی زندگی گزارنے کے لئے علم حاصل کرتا ہے اسی طرح کسی جانور کو بھی اپنی زندگی گزارنے کے حوالے سے مکمل علم حاصل ہوتا ہے۔ صرف تفکر ہی وہ صلاحیت ہے جو انسانوں کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ تفکر ہی ہے جس کی وجہ سے نت نئی ایجادات، اختراعات اور انکشافات سامنے آتے ہیں۔ مختلف علوم کی بنیاد پڑتی ہے۔ عظیمیہ روحانی لائبریری کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمانوں میں بالخصوص اور نوع انسانی میں بالعموم تفکر کو بیدار کیا جائے تاکہ انسان حیوانات کی صف سے نکل کر اپنی اشرفیت کو حاصل کرے"

تربیتی نشست سے ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ حکیم وقار یوسف عظیمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا "سلسلہ عظیمیہ کے نصب العین میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے ہم نئی کہہ سکیں بلکہ اگر آپ غور کریں تو یہ بات آپ پر واضح ہو جائے گی کہ یہ وہی نصب العین ہے جو تمام پیغمبران علیہم السلام کا تھا اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بھی یہی نصب العین تھا کہ لوگ قدم بقدم چل کر اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کر لیں۔ سلسلہ عظیمیہ کی انفرادیت یہ ہے کہ سلسلہ کے بزرگوں نے پیغمبروں کی تعلیمات کو موجودہ دور کے ذہن اور تقاضوں کے مطابق لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے"۔

قلندر شعور اکیڈمی کے لیکچرر نور عالم نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ "خوش رہنے سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر وقت قہقہے لگائے جائیں بلکہ خوش رہنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی اصل سے واقفیت حاصل کی جائے، اپنے اندر موجود روحانی حواس پر دسترس حاصل کی جائے۔ جب ایسا ہو جائے گا تو آپ ایک ایسی کیفیت میں داخل ہو جائیں گے جسے خوشی، سکون اور اطمینان قلب کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا"۔ نور عالم صاحب نے یہ بھی کہا کہ "مبلغ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شعوری سطح کا اندازہ کرے اور اسے بلند کرنے کی ہمہ تن کوشش میں مصروف رہے۔ اگر شعور حیوانی سطح سے بلند نہیں ہو سکا ہے تو اس سطح سے کی جانے والی تمام کوششیں خسارے کی بنیاد بھی بن سکتی ہیں۔ یعنی آپ کے الفاظ ایک طرف مرہم بھی رکھ سکتے ہیں تو دوسری طرف وہی الفاظ لب ولہجے کی تلخی یا تناؤ کی وجہ سے زخم بھی لگا سکتے ہیں"۔

نگران شعبہ عظیمیہ روحانی لائبریریز حامد علی خان نے لائبریرین خواتین و حضرات پر زور دیا کہ "آپ اپنے عمل کے ذریعے لوگوں کی فکر میں تبدیلی کی بنیاد رکھیں۔ محض زبانی جمع خرچ سے قائم کیا جانے والا تاثر وقتی ہوتا ہے

اور عمل کے اثرات دیرپا ہوتے ہیں۔ ایک شخص خود مطالعے، تفکر اور ریسرچ کا ذوق نہیں رکھتا وہ کس طرح لوگوں کو اس جانب راغب کرسکتا ہے۔ اس کی جانب سے دی جانے والی تمام ترغیب نہ صرف یہ کہ ضائع ہوسکتی ہے بلکہ آگے چل کر اس کے لئے پریشانی کا سبب بھی بن سکتی ہے"۔

تربیتی پروگرام میں نجم الدین، سیّد احمد ظفر علی اور شمشیر خان نے بھی اپنے مقالات پیش کئے۔ انتظامی امور میں 35 افراد نے حصہ لیا اور مختلف خدمات انجام دیں۔ ان شرکاء میں محمد جمیل، معصوم احمد چشتی، سیّد احمد ظفر علی، ساجد حسین، نجم الدین اور ندیم اختر نمایاں رہے۔ تین روزہ تربیتی پروگرام کے ذریعے شرکاء میں وقت کی پابندی، کم کھانا، کم بولنا، کم سونا کی غیر محسوس طریقے سے عادت ڈالی گئی۔ عظیمی صاحب نے اپنی ناسازی طبیعت کے باوجود خاصہ وقت ورکشاپ کے شرکاء کے ساتھ گزارا۔

"حرا"

(رپورٹ: سیّد اسد علی)

اہرام مصر اپنے طرز تعمیر، مخصوص ساخت اور خصوصیات کی بدولت نہ صرف ایک منفرد تخلیق کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ تقریباً پانچ ہزار سال قبل پائی جانے والی مصری تہذیب کی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کی علامت بھی ہیں جو اپنے اندر موجودہ دور کی سائنس کے لئے تفکر کا ایک ایسا سوال بھی بنے ہوئے ہیں جس کے جواب میں بے شمار سائنسی حقائق پوشیدہ ہیں۔ عظیمیہ روحانی لائبریری بفر زون کے زیر اہتمام سیّد اسد علی، زاہد علی اور زرتاب فہیم الحق پر مشتمل ٹیم نے اہرام پر تحقیق اور عام افراد کی دلچسپی کے لئے ٹرانسپیرنٹ پلاسٹک (ایکولک فائبر) کا اہرام، اس کی مخصوص تکونیاتی اور زاویاتی نسبتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت دلجمعی اور محنت سے تیار کیا۔ جس کی چوڑائی پانچ فٹ تین انچ اور اسٹینڈ کے ساتھ کل لمبائی چھ فٹ سات انچ ہے۔ جس میں ایک آدمی بیٹھ کر بآسانی مراقبہ کرسکتا ہے۔

مذکورہ پیرامڈ (Pyramid) کو مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس کے مبارک اور پُرسعادت موقع پر مندوبین عرس کی دلچسپی کے لئے پیش کیا گیا۔ دوران عرس سینکڑوں افراد نے اہرام میں بیٹھ کر مراقبہ کیا اور اپنے تاثرات قلمبند کئے۔ جس میں انہوں نے تحریر کیا کہ انہیں اہرام میں مراقب ہوتے ہی ذہنی یکسوئی کا احساس ہوا۔ ایک خاتون طاہرہ احمد نے بتایا کہ مراقبے کی حالت میں ان کے سر درد کو کافی سکون ملا اور تناؤ کم ہوگیا۔ محمود صاحب نے کہا کہ اہرام میں مراقبے کے لئے بیٹھا تو صرف چند لمحوں بعد یہ محسوس کیا کہ میں بہت ہلکا ہوگیا ہوں اور اپنے آپ کو معلق محسوس کیا۔ عبدالرزاق صاحب نے بتایا کہ دوران مراقبہ انہیں روضہ رسولؐ اور گنبدِ خضریٰ کی زیارت ہوئی اور اپنے پیر و مرشد سے ملاقات بھی ہوئی۔ عظیمیہ روحانی لائبریری بفر زون کے اس اسٹال پر ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ جناب وقار یوسف عظیمی اور نگران شعبہ عظیمیہ روحانی لائبریریز حامد علی خان نے بھی وزٹ کیا اور لائبریری کارکنان کی اس تحقیقی کاوش کو سراہا۔

روحانی سیمینار

(رپورٹ: سیما المصطفیٰ)

عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین نشتر اسکوائر ملیر کے زیر اہتمام ایک روحانی سیمینار کا انعقاد گورنمنٹ گرلز سعودیہ کالج ملیر میں کیا گیا۔ کالج کی پرنسپل محترمہ محفوظ صاحبہ مہمانِ خصوصی تھیں۔ پروگرام کالج کے آڈیٹوریم میں منعقد کیا گیا۔ کالج کی انتظامی گرلز گائیڈ نے بھی مکمل تعاون کیا۔ منتظم لائبریری جمیلہ انیس نے طالبات سے خصوصی خطاب کیا۔ صائمہ شمیم، رخسانہ یاسمین اور مسز صفیہ خالد نے مختلف موضوعات پر مقالات پیش کئے۔

مہمانِ خصوصی پرنسپل صاحبہ نے پروگرام کے موضوع کی اہمیت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اس قسم کے پروگراموں کے مسلسل انعقاد پر زور دیا۔ اس پروگرام میں کالج کی سینکڑوں طالبات نے شرکت کی۔

تیسرا حصہ

چشمِ ماروشن دلِ ماشاد

عظیمی صاحب کا دورہ لندن

راوی: ڈاکٹر محمد طارق

گذشتہ سے پیوستہ......

محترم شیخ الجامعہ نے سیمینار کے موضوع پر اپنے علم تجربہ اور مشاہداتی حوالے سے ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا اور اس دوران آپ بھی صاحب صدر جب مرشد کریم کے حوالے سے مخاطب ہوئے تو ایسا گمان ہوا کہ وہ تمام سلسلہ ہی کی نہیں بلکہ ہال میں موجود صاحب دل افراد کی ترجمانی کر رہے ہوں جو بقول مولانائے روم "مشک نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا، بلا مقصد اور بغیر قیاس و انداز کے سو منزلوں کی راہ طے کرنے سے بہتر ہے"۔ کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ شیخ الجامعہ نے ان الفاظ میں اپنے خطاب کا اختتام کیا کہ "میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا جبکہ میں خود بھی عظیمی صاحب کے ارشادات سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں اور میں آپ سب کا شکر گزار ہوں" تو تمام شرکاء مجلس کی نگاہیں مرشد کریم کی ذات پر مرکوز ہوگئیں جو قرآنی و روحانی علوم، نظریہ رنگ و نور، اسلامی و روحانی سائنس کے داعی اور ممتاز روحانی اسکالر کے طور پر ایک دنیا میں متعارف ہیں۔ آپ کا انداز خطابت شرکائے محفل کو مبہوت کئے ہوئے تھا۔ انسان و دیگر مخلوقات کے علم و شعور کا موازنہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تسخیر کائنات کے واقعات، انسان کے اصل شرف اور کامیابی کا شعور ان نکات پر آپ کے عالمانہ اور عارفانہ کلام کے نکات دل و دماغ میں اترتے چلے جارہے تھے۔

الشیخ عظیمی نے اپنے خطاب کا آغاز اس بات کے تذکرہ سے کیا کہ انسان کا شرف کیا ہے اور اس کو دوسری مخلوقات پر کیا فضیلت حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر فضیلت کی بنیاد شعور پر رکھی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی میں نظم و ضبط اور تنظیم انسان سے کہیں بہتر پائی جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ وحی نازل کرتے ہیں۔ ہم کتے کو نجس اور ناپاک کہتے ہیں اور دوسری طرف منشیات سونگھنے کے لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اس کی حسیات انسان سے بہتر ہیں۔ پرندوں میں بیائی عقل و شعور کو دیکھ کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں جب وہ اپنے گھونسلے میں روشنی حاصل کرنے کے لئے جگنو کو مقید کر دیتا ہے۔ چیونٹیوں میں نظم و نسق قائم کرنے کا پورا انتظام متحرک ہوتا ہے اور برسات کے آنے سے پہلے غلہ جمع کرلیا جاتا ہے اسی طرح ہر پرندہ اور جانور یہ جانتا ہے کہ اس نے کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا جیسے بکری گوشت نہیں کھاتی اور شیر گھاس نہیں کھاتا۔

انہوں نے کہا کہ آپ اس پر جتنا بھی غور و فکر کریں گے یہ بات واضح ہوتی چلی جائے گی کہ عقل و شعور کی بناء پر انسان زمین کی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق سے لے کر بڑی سے بڑی مخلوق پر ہرگز ہرگز ممتاز نہیں۔ اسی طرح آدمی روزی کمانے کے لئے جو کوشش و محنت کرتا ہے۔ دیگر مخلوقات چرند و پرند بھی اپنے بچوں اور اپنے لئے رزق تلاش کرتے ہیں۔ جہاں تک بیماریوں کا تعلق ہے تو انسان میں حیوانات کی نسبت بیماریاں زیادہ اور پیچیدہ ہوتی ہیں۔

پھر آپ نے بتایا کہ انسان کا شرف دراصل اس بات پر ہے کہ اللہ نے آدم کو وہ علوم سکھائے ہیں جو کسی اور مخلوق کو نہیں سکھائے۔ ان علوم کو قرآن حکیم کی زبان میں علم الاسماء کہا گیا ہے۔ یہ اسماء اللہ کے نام اور صفات ہیں اور صفات الٰہیہ تخلیقی مراحل کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ خالق کی

صفت یہ ہے کہ اسے تخلیقی فارمولوں کا علم آتا ہے۔ اللہ نے انسان کو تخلیقی فارمولوں کا علم سکھایا تاکہ اس کی نیابت اور خلافت کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ آپ نے واضح کیا کہ جس طرح گورنر صدر کے نائب کے طور پر اختیار استعمال کر کے صدر نہیں بن جاتا اس طرح بندہ خالق نہیں بن جاتا بلکہ وہ مخلوق ہی رہتا ہے۔ لیکن اللہ کا نائب اور خلیفہ بن جاتا ہے۔

مرشد کریم نے فرمایا کہ دورِ جدید ہو یا قدیم، علم کی اہمیت و افادیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔ علم کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔ ایک مفروضہ اور مادی علوم اور دوسرا حقیقی علم جو مادہ کو تخلیق کرتا ہے۔ انسان علم کے ان دو دائروں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اسی طرح انسان بھی مادے اور حقیقت دونوں حالتوں کا مرکب ہے۔ ہمارا جسم مادی وجود ہے اور اس کو متحرک رکھنے والی اصل حقیقت روح ہے۔ روح کا علم حقیقی علم ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ علم انسان کے علاوہ کسی اور مخلوق کو نہیں دیا۔ یہی وہ علم ہے جس کی بناء پر انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اور اسی علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے چاند، سورج، ستاروں کو مسخر کر دیا ہے کہ وہ چاہے تو ان میں تصرف کر سکے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، پتھر کی تسخیر کے معجزات دکھائے۔

اور یہ سب علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھپائے نہیں۔ جو علم اللہ نے رسول کریم ﷺ کو عطا فرمایا آپ نے اپنی امت کے لئے آشکار کر دیا۔ لیکن ہم نے قرآن کو سمجھنے پر کبھی توجہ ہی نہیں دی۔ دنیاوی مسائل کے لئے قرآن حکیم سے آیات پڑھ لینا یا قرآن کریم کو برکت کے لئے طاقچوں میں رکھ لینا ان علوم سے اعراض ہے جو تسخیر کائنات کے لئے اس دستاویز میں موجود ہیں۔ ان علوم کا جو حشر ہم نے کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا ہے، ہے کوئی جو اس کو سمجھنا چاہے۔

ہمارے اسلاف نے تفکر کر کے جو علوم و فنون رائج کئے غیر مسلم انہی علوم میں ترقی کر رہے ہیں اور آج ہم ہر ایک چیز کے لئے ان کے محتاج بن گئے ہیں۔ آپ نے اپنے خطاب کو سمیٹتے ہوئے یہ واضح کیا کہ جب کوئی قوم خود اپنی ترقی و تبدیلی نہیں چاہتی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بلاشبہ دورِ جدید کی ترقی نوعِ انسان کا کمال ہے کہ اس نے جدوجہد اور تفکر سے اللہ کی نشانیوں کو ایک نیا رنگ و روپ دیا ہے لیکن اس کی بنیادی خرابی یہی ہے کہ ایک قوم ساری دنیا پر اللہ کی بجائے اپنا اقتدارِ اعلیٰ قائم کرنا چاہتی ہے اور جن لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اقتدار قائم کریں وہ نہ تو خود اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور نہ ہی قرآن کی طرف متوجہ ہیں۔ اس مادی ترقی کے پیچھے جب تک مادیت کار فرما رہے گی نوعِ انسانی بے چین و پریشان رہے گی۔ روحانی اور مادی طرزِ فکر میں یہی بنیادی فرق ہوتا ہے۔ مادی آدمی کے پیشِ نظر اللہ نہیں ہوتا۔ پیسہ حرص و لالچ ہوتی ہے جبکہ روحانی آدمی جو کچھ بھی کرتا ہے، کوئی بات سمجھتا ہے، کوئی علم سیکھتا ہے تو اس کا مطمع نظر دنیا نہیں بلکہ اللہ ہوتا ہے۔

خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی اور تقریب کے اختتام پر کولڈ ڈرنکس پیش کی گئیں۔ شرکاء میں روحانی تعلیمات پر مبنی سوینئر، تعارف سلسلہ عظیمیہ اور کوئٹہ مراقبہ کی جانب سے شائع کردہ کتابچہ "عرفان روح" خصوصی طور پر تقسیم کئے گئے۔ کوئٹہ مراقبہ ہال کے کارکنوں میں نمایاں خدمات پر سرٹیفکیٹ تقسیم کئے گئے۔ مرشد کریم نے شیخ الجامعہ کو گھر میں طعام کی دعوت دی اور اس طرح یہ باوقار روحانی سیمینار اختتام کو پہنچا۔

گھر میں ظہرانے پر مرشد کریم اور شیخ الجامعہ کی دیر تک نشست رہی اور اس کے بعد آپ نے باہر گیٹ پر شیخ الجامعہ کو رخصت فرمایا تو آسمان پر ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سیمینار میں آپ کے خطاب کے دوران ہی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ یہ خوبصورت منظر دیکھتے ہوئے

مرشد کریم نے فرمایا آج تو بارش ہو رہی ہے۔ راوی جو ابھی تک مرشد کے خطاب کے سحر میں کھویا ہوا اس کے اثرات قلب میں محسوس کر رہا تھا۔ آپ سے گویا ہوا آج نہ صرف باہر بلکہ اندر بھی بارش ہو رہی ہے اور دلوں میں بھی قطرے ٹپکے ہیں۔

عصر کے بعد ہم ڈاکٹر جمال ناصر کے ہمراہ واک کے لئے کینٹ گئے۔ یہاں شارع گلستان پر گھنے درختوں کے نیچے سبزہ اور پھولوں کے درمیان پیدل چلنے کے لئے علیحدہ پختہ روش موجود ہے جو کوہ مردار کے دامن تک چلا جاتا ہے اس خوشگوار ماحول اور ٹھنڈی شام کے دھندلکے میں مرشد کے ہمراہ سیر کا لطف بہت پر کیف تھا۔ اس دوران آپ نے ہماری تربیت کے لئے مختلف علمی، روحانی اور نجی موضوعات پر علم و دانش کے موتی بکھیرے جو شعور کی بالیدگی اور وجدان میں انشراح کا باعث بنے۔ مرشد کریم نے بتایا کہ کس طرح ان کی ملاقات حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے اردو ڈان کراچی کے دفتر میں ہوئی، تعلق خاطر بڑھا تو آپ کے روحانی درجات کا علم و مشاہدہ ہوا۔

راوی کو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ قلندر بابا اولیاءؒ کا ان کے مرشد حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ سے تعارف کا ذریعہ بھی حضور الشیخ عظیمی بنے تھے۔ آپ نے حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ کی تصنیف تالیف ایک کتاب حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو لا کر دی یہ کتاب حضور قلندر بابا جی کو بہت پسند آئی اور ان کی آپس میں ملاقات کا باعث بنی اور بعد ازاں حضور قلندر بابا اولیاءؒ ان سے بیعت ہوئے۔ کتاب پسند کرتے ہوئے حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے مرشد کریم الشیخ عظیمی سے فرمایا:

"اگر ایک خاص زاویہ نظر سے کسی کتاب کو پڑھا جائے تو مصنف کا ذہن سامنے آجاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے یہ کتاب کس نسبت اور نیت سے لکھی ہے"۔

روحانی کیفیات و واردات میں مشاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"شروع دنوں میں جب میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے خطوط پڑھ کر آپ کو سناتا تھا تو ان میں خواتین و حضرات کے مشاہدات کا ذکر ہوتا تھا۔ جنہیں پڑھ کر میں بہت رنجیدہ ہوتا کہ میں ہر دم آپ کی صحبت و قربت میں ہونے کے باوجود مشاہدہ سے محروم ہوں اور جو دور ہیں ان پر اتنی نظرِ کرم ہے۔ بہر حال میں اپنے اسباق اور کام میں لگا رہا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ مسکین پر کیا فضل و کرم فرما دیا۔ الحمد للہ!"۔

راوی نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ اور مرشد کریم کی 16 سولہ سالوں پر محیط قربت اور اس میں شامل محبت و عقیدت اور اخلاص و وفا کو ذہن میں لاتے ہوئے عرض کیا کہ آپ نے اپنے مرشد سے بے مثال محبت و خلوص کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ یہ سن کر مرشد کریم چلتے چلتے رک گئے اور فرمایا "لوہا مقناطیس کو نہیں کھینچتا بلکہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ کشش لوہے میں نہیں مقناطیس میں ہے۔ یہ مرشد ہی کی محبت و الفت ہوتی ہے جو وہ اپنے مرید کے لئے رکھتا ہے اور مرید مرشد کی محبت کا عکس ہوتا ہے جس کو وہ اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے، جس کی شدتِ محبت ہی مرشد کریم سے فیض منتقل ہونے کا باعث بن جاتی ہے"۔

بات روحانی علوم سے نفسیات پر آگئی اور سگمنڈ فرائیڈ کا تذکرہ آنے پر فرمایا کہ میں نے اس کے نظریات کا مطالعہ کیا ہے اس نے جنسِ مخالف میں کشش کی بنیادی وجہ جنس بتائی ہے اور یہ کہ ماں اپ بیٹی کا پیار تو اس نے دیکھا لیکن ماں بیٹی اور ماں بیٹے کا پیار اس کو نظر نہیں آیا۔

بات کی لطافت اور سچائی ذہن پر گہرا نقش چھوڑ گئی اور اس سے تفکر کی راہ کھلتی چلی گئی کہ محبت تو وہ پاکیزہ جذبہ اور آفاقی اصول ہے جس کی بناء پر یہ نظام کائنات متحرک ہے۔ مغرب کے وقت ہم مراقبہ ہال پہنچے جہاں مرشد کریم کی زیرِ نگرانی مراقبہ ہوا۔ اس کے بعد رات دس بجے تک آپ نے موجود حضرات سے ملاقات فرمائی۔ پھر ہم نواب خان کی بند

خلوص دعوت پر کیفے چائنہ چلے گئے اور واپسی پر راستہ میں کوئٹہ مراقبہ ہال کے نائب نگران اور شعبہ تعلیم و تربیت کے نگران علی محمد بارکزئی کے گھر رات گئے تک قیام کیا۔

صبح نماز فجر کے بعد مرشد کریم نے اپنے مخصوص مدھر انداز میں نفی اثبات کا ذکر جہر کرایا اور بعد ازاں اجتماعی مراقبہ ہوا۔ آج پانچویں روز کی مصروفیت اسلامیہ گرلز کالج میں "روحانی علوم اور خواتین کا کردار" کے موضوع پر ایک سیمینار تھا۔ خواتین اور بچیوں کے اس اجتماع میں ماہ جبیں چشتی نے مراقبہ کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔ الشیخ عظیمی نے بات کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا "بچوں میں وہی معصومیت اور بھولپن ہوتا ہے جو فرشتوں میں ہے۔ میں آپ کو چند بنیادی باتیں بتانا چاہتا ہوں جن پر عمل کر کے انشاء اللہ مستقبل روشن ہوگا۔

جہاں تک مرد اور عورت کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نظام کے مطابق اس میں نہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے اور نہ عورت کو مرد پر۔ قرآن حکیم میں دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر ہے۔

ترجمہ: "تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور نگہبانی کرنے والے اپنی عصمت کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کے بہت اور یاد کرنے والیاں، تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور ان دونوں کا اجر اللہ کے ہاں عظیم ہے"۔

دونوں میں سے کسی کو اگر فضیلت ہے تو وہ اس بناء پر ہے کہ عورت یا مرد کا اللہ سے کتنا تعلق ہے۔

کائنات میں نسل انسانی کے تخلیقی مراحل پر غور کیا جائے تو عورت کا جتنا کام ہے۔ مرد اس کا عشر عشیر بھی نہیں کرتا۔ پیدائش تک ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق، پیدائش کا مرحلہ پھر بچے کی پرورش اور دودھ پلانا۔ ان تمام مراحل پر عورت ہی تخلیقی رکن کے طور پر سامنے آتی ہے۔ ماں بچے کے لئے ساری ساری رات جاگ کر گزارتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ترجمہ: "میں اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہوں"۔

اولیاء اللہ خواتین کے لئے ہم نے تحقیق و تلاش کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ اب تک دو سو پینتیس 235 اولیاء اللہ خواتین کے حالات کشف و کرامات اور واردات جمع ہو چکے ہیں۔

تاریخ میں اسلام سے قبل معاشرہ میں عورت پر وہ ستم ڈھائے گئے کہ اس کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ کنیزوں جیسا سلوک روا رکھا گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر قید و بند میں رکھا جاتا تھا اور مال مویشی کی طرح عورتوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ نے اپنے محبوب بندے اور رسول ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا۔ آپ نے عورت کو اس ظلم و ستم اور ذلت و رسوائی سے بچانے کے لئے قوانین بنائے۔ لوگوں کو بتایا کہ عورت اور مرد دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔

دین اسلام میں خواتین کا بہت بڑا حصہ ہے۔ سب سے پہلی ہستی جو ایمان لائیں وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہیں۔ اسلام میں پہلی شہید بھی ایک خاتون حضرت سمیہ ؓ ہیں"۔

الشیخ عظیمی نے اسلام کے فروغ میں خواتین کے عملی کردار پر تفصیل سے بات کرتے ہوئے سیرت طیبہ پر اپنی تالیف کتاب محمد رسول اللہ ﷺ کا حوالہ دیا اور فرمایا "اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی اسلام کی آبیاری کے لئے نمایاں جدوجہد کی ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ تمام انبیاء عورت سے ہی پیدا

ہوئے اللہ کے حبیب، رحمۃ للعالمین جو تخلیق کائنات میں نور اول ہیں۔ بی بی آمنہ ؓ ان کی والدہ ماجدہ ہیں۔ مرد اور عورت دونوں ہی واجب الاحترام ہیں۔ دونوں کے مساوی حقوق ہیں۔ ماں کا بہت بڑا مقام ہے۔ جنت ماں کے قدموں میں ہے۔ اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ کیا کوئی ذی ہوش اپنے لباس کو نوچتا کھسوٹتا ہے؟ اگر میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات سے آگاہ نہیں ہیں۔ اگر مرد علم حاصل کر کے فضیلت حاصل کر سکتا ہے تو عورت بھی یہ فضیلت حاصل کر سکتی ہے۔ آپ نے حضرت رابعہ بصری ؒ کے بارے میں سنا ہوگا عجیب ستم ظریفی ہے کہ ان کو آدھا قلندر کہا جاتا ہے۔ کیا عورت آدھی ڈاکٹر یا آدھی انجینئر ہوتی ہے۔

عورت ہر میدان میں اگر وہ چاہے تو فضیلت حاصل کر سکتی ہے۔ چاہے وہ سائنس ہو، دستکاری ہو، صنعت و حرفت ہو، میڈیکل ہو انجینئرنگ ہو، علم دین ہو یا روحانیت۔ دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے تین صحابہ میں حضرت عائشہ ؓ بھی شامل ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی کنیت اپنی بیٹی کے نام سے اس لئے رکھی کیونکہ فقہی مسائل میں وہی ان کو مشورے دیا کرتی تھیں"۔

آپ نے فرمایا "دور بدلتے رہتے ہیں۔ ایک دور مسلمانوں کا تھا۔ ساری دنیا پر حکمران تھے۔ اب مسلمان اپنے اعمال کی وجہ سے وطن ہوتے ہوئے بھی غریب الدیار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہر دس ہزار سال بعد دنیا کا جغرافیہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ بصیرت کے تحت یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آئندہ دور خواتین کا ہوگا۔ ان کو دنیا کا نظام چلانا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلم عورت آگے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے دین اور مشن کو اس طرح پھیلا دے کہ ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے۔ اگر خواتین اسلام کی تعلیمات کو سمجھ لیں، رسول اللہ ﷺ کے مشن کو جان لیں۔ حضرت سمیہ ؓ کی طرح جانباز بن جائیں حضرت رابعہ بصری ؒ کی طرح اپنی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کر لیں تو مسلمان عورت ساری دنیا میں قابل احترام بن جائے گی"۔

آخر میں آپ نے روحانی آگاہی کے لئے اپنی روح کے عرفان پر زور دیتے ہوئے اس کے حصول کے لئے مراقبہ کی اہمیت جامع اور دلنشین انداز میں بیان کی اس کے بعد مراقبہ ہال کی ممتاز خواتین میں اعزازی سرٹیفکیٹس تقسیم کئے گئے اور یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

یہاں سے فارغ ہو کر ہم دن کے ڈیڑھ بجے مراقبہ ہال سے وادی اوڑک روانہ ہوئے۔ کوئٹہ کے شمال مشرق میں واقع یہ وادی سیب، آڑو اور خوبانی کے باغات کے لئے مشہور ہے۔ قد آدم جنگلی گلاب کے پودے سڑک کے ساتھ ساتھ باغات کے کنارے نہایت بھلے لگتے ہیں اور پھل و پھول کی خوشبو وادی میں داخل ہونے والے افراد کو خوش آمدید کہتی ہے۔ یہاں ولی تنگی ڈیم سے آنے والا قدرتی چشموں کا صاف، شفاف اور ٹھنڈا پانی آبشار کی صورت میں گرتا ہے۔ پھلوں کے باغات اور قدرتی مناظر کے درمیان بہنے والا یہ پانی وادی کے فطری حسن کو دوبالا کرتا ہے۔ ریسٹ ہاؤس میں ون ڈش پارٹی کا اہتمام تھا۔ سبھی میزبان اور مہمان موجود تھے۔ ٹیرس پر قسم قسم کے کھانے سجے تھے اور بھوک بھی خوب لگ رہی تھی مرشد کریم کے ہمراہ ہر ساتھی نے کھانے کا دوہرا لطف محسوس کیا۔

کھانے سے فارغ ہو کر سب بہن بھائی مرشد کریم کے ہمراہ ریسٹ ہاؤس سے اوپر آبنوشی کے لئے تعمیر کئے گئے ڈیم کی جانب روانہ ہوئے۔ اونچے پتھریلے پہاڑوں، صاف شفاف فضاء اور ٹھنڈے موسم میں بہتے پانی کا شور اور وادی کا حسن ہر ایک کو اپنی جانب متوجہ کئے ہوئے تھا۔ ہم سب ڈیم سے آگے بہتے پانی کے کنارے ایک درخت کے نیچے مرشد کریم کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے۔

ایک سوال کے جواب میں مرشد کریم نے فرمایا "روحانیت کا پہلا سبق مراقبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر آدمی

کی استعداد مختلف ہوتی ہے۔ طالب کو زیادہ سے زیادہ وقت مراقبہ کے لئے دینا چاہئے تاکہ وہ روحانیت کی دنیا میں قدم رکھ سکے اگر کوئی شخص محنت نہیں کرتا اور روحانیت کو پھونکوں کا مرہونِ منت سمجھتا ہے تو یہ غلطی فہمی ہے۔ ہر سالک کو چاہئے کہ وہ سلسلے کا لٹریچر پڑھے تاکہ اسے تھیوری کا علم حاصل ہو سکے اور پھر مراقبہ کرے تاکہ وہ عملی طور پر (پریکٹیکل کر کے) روحانیت سیکھ سکے"۔

اس محفل میں اب قدرتی مناظر کی جائے ہر کسی کی توجہ اس ہستی کی طرف مبذول و مرکوز ہو چکی تھی جو انہیں اپنے جلو میں لئے وہاں آئے تھے اور محفل میں عرفان و آگہی کی روشنی الفاظ کی کرنوں کی صورت میں پھیلتی جا رہی تھی جس سے شعور کی تاریکی دل و دماغ کی جلاء میں تبدیل ہو رہی تھی۔

آپ نے کہا "ہمارا شعور ایک چراغ کی طرح ہے۔ جس میں مرشد تیل ڈالتا ہے۔ جب تیل بھر جاتا ہے مرشد دیا سلائی سے اس چراغ کو روشن کر دیتا ہے۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ چراغ جلنے کے لئے ضروری ہے کہ مرشد جو کہے وہ کریں۔ ذکر و فکر میں کوتاہی نہ کریں۔ ٹیم ورک میں ایک دوسرے کا بہت زیادہ احترام کریں۔ دوسرے مذاہب کے افراد کو برا نہ کہیں۔ اولاد کی سرزنش کسی دوسرے کے سامنے نہ کریں اور نہ ہی اولاد کی برائی کسی کے سامنے بیان کریں۔ اس طرح اولاد نافرمان ہو جاتی ہے۔ خواتین قرآن کریم میں اپنے حقوق کا بغور مطالعہ کریں۔ غصہ سے بچیں۔ غصے کے وقت سامنے سے ہٹ جائیں اور ٹھنڈے پانی پر یا دودھ پڑھ کر پی لیں۔ خوش رہا کریں۔ دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کریں۔ مناسب طریقہ سے سمجھائیں۔ اتنی زیادہ معافی دیں کہ انا ٹوٹ جائے بحسب ضرورت ہو وہاں سرزنش بھی کریں والدین کا بہت زیادہ ادب کریں۔ ان کی خدمت کریں۔ ان کے پاس وقت نکال کر بیٹھیں۔ ان کی دعائیں لیں"۔

سلسلے کے قواعد و ضوابط کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "سلسلہ کے اغراض و مقاصد اکثر پڑھتے رہنا چاہئے۔ ہفتے میں کم از کم ایک بار ضرور پڑھیں۔ اللہ تک پہنچنے کا آسان راستہ دین و دنیا کو اعتدال میں ساتھ ساتھ لے کر چلنا اور اس عمل پر استقامت ہے۔ معاش میں بھرپور جدوجہد کریں لیکن دنیا کو مقصدِ حیات نہ بنائیں۔ جو کچھ استاد کہے اسے تسلیم کریں۔ سمجھ میں نہ آئے تو استاد سے پوچھیں۔

تعلیم میں محنت اور وقت کی پابندی ضروری ہے۔ اپنی کم علمی اور دوسرے کی صلاحیت کو تسلیم کریں۔ اللہ نے جو مقام آپ سے اوپر والوں کو دیا ہے اس کا احترام کریں آپ کے افسر کے حقوق بھی آپ کے ذمے ہیں اور ماتحت کے حقوق بھی آپ کے ذمے ہیں۔ پہلے خود کو اور اپنا گھر کو درست کریں۔ جو آپ اندر ہیں وہ باہر رہیں۔ جو باہر ہیں وہ اندر ہونا چاہئے۔ منافقت آدمی کو دیمک بن کر چاٹ جاتی ہے۔

اللہ تک رسائی حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس سلسلے میں جتنی بھی ضروریات ہیں ان کو پورا کریں دنیاوی علم حاصل کریں باطنی علوم بھی سیکھیں۔ پیغام پہنچانے سے پہلے اپنے اندر صلاحیت بیدار کرنا ضروری ہے۔ وہ طرز فکر پیدا کریں جو اللہ تک پہنچاتی ہے۔ طرز فکر دو قسم کی ہوتی ہے۔ عارضی طرز فکر اور مستقل طرز فکر۔ مرشد کی طرز فکر مستقل ہوتی ہے۔ اس کا رنگ کچا نہیں ہوتا .... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔

دھیمے لیکن جاندار، پُر اثر اور مضبوط لہجے میں کی گئی یہ تمام گفتگو وہاں موجود حاضرین کے اندر روشنی بکھیر گئی۔ سب ہی ماحول سے بے خبر شیریں کلام کی چاشنی میں کھوئے ہوئے تھے۔

شام کے ڈھلتے سائے اس محفل پر چھا رہے تھے۔ سب واپس ریسٹ ہاؤس پہنچے لیکن آگاہی کا یہ سفر ابھی جاری تھا۔

(جاری ہے)

محفل مراقبہ

خدمت خلق کے تحت مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں جمعہ کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین کو صبح ۷ بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح ۸ سے ۱۲ بجے تک ہوتی ہے۔ مرد حضرات کو بعد نمازِ جمعہ نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات ساڑھے تین بجے سے ہوتی ہے۔ ہر ہفتے بعد نمازِ جمعہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی زیرِ سرپرستی اجتماعی محفل مراقبہ منعقد کی جاتی ہے۔ جس کے بعد درود شریف اور آیت کریمہ کا ختم ہوتا ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو بعد نماز عصر روحانی اور سائنسی علوم پر مبنی لیکچر دیا جاتا ہے۔ محفل مراقبہ کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو مرد حضرات کے لئے روحانی علاج کی سہولت نہیں ہوتی۔ جمعہ کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔

کراچی: سلیم ہاشمی۔ اختریار خان۔ حمیرا مقبول۔ شبیر احمد۔ شبانہ شاہین۔ آفتاب عالم۔ عبدالرشید۔ شاہد علی۔ اشتیاق احمد۔ حرا۔ مبینہ۔ بشریٰ۔ منیرہ جاوید۔ شمیم اختر۔ کامران اقبال۔ عزیزہ فاطمہ۔ ریحانہ ناز۔ محمد شاہد۔ ثریا بیگم۔ سعدیہ ماہین۔ نسیم اختر۔ زیشان تبسم۔ فاطمہ۔ عشرت۔ رحمت عادل۔ تاجور شاہین۔ عظمیٰ نوشین۔ تبین۔ نعمان عظیم۔ فرحان عظیم۔ ذیشان عظیم۔ دانش عظیم۔ فرحانہ ناز۔ جواد مسعود۔ رضوان احمد۔ عظیم احمد۔ صاحبہ کاشف۔ صدف قاسم۔ محمد علی عاصم۔ محمد علی کاشف۔ حمیرا نعیم۔ اسماء کرن۔ صائمہ کرن۔ حمیر اصلاح الدین۔ اقبال حسن۔ پروین اختر۔ شہلا حمیرا۔ صدیقہ عبداللہ۔ سید عبدالباسط۔ صلاح الدین عامر۔ مظفر حسین۔ روبینہ۔ رشید ولی بی۔ بسم اللہ۔ محمد عبدالباسط۔ آمنہ بائی۔ زبیدہ اللہ رکھی۔ عابدہ سلطانہ۔ خاور خان۔ راؤ نور شاہ۔ حسیب عرفان خان۔ نعمان سہیل۔ عثمان سہیل۔ خادم حسین۔ صادق حسین۔ فدا حسین۔ محمد حسین۔ زوجہ حسین۔ نوشابہ حسین۔ دانش حسین۔ ناظم حسین۔ عادل حسین۔ محمد یٰسین۔ ریحانہ یٰسین۔ اسماء سحر۔ محمد یاسر۔ کوثر یٰسین۔ حکیم محمد کلیم۔ ظہور الاسلام۔ جمیل احمد خان۔ ظاہر شاہ۔ محمد جاوید حمید۔ مبین الحق۔ عبدالحفیظ۔ یعقوب شاہ۔ عبداللطیف۔ عائشہ۔ عنبرین صدیقی۔ عذرا۔ شمس الدین۔ فاطمہ بیگم۔ رزاق عمران۔ ثریا اقبال۔ ثمرین۔ محمد ندیم اختر۔ بلقیس فاطمہ۔ مسعود احمد۔ جاوید۔ زیب النساء۔ عمران۔ فرحت حسین۔ یاسمین۔ کبیرا۔ نازش۔ ثمینہ اعجاز۔ عائشہ صدیقی۔ محمد کامران خان۔ واحد۔ مہوش مستجاب۔ مزمل صدیقی۔ آفتاب۔ سید راشد علی۔ صائمہ۔ راشد۔ فرزانہ۔ نزہت۔ بدر عالم خان۔ محمد طارق خان۔ عرشیہ بانو۔ محمد فیصل۔ زرینہ۔ ظفر سلطانہ۔ عظمیٰ حسین۔ سلمیٰ یاسمین۔ محمد یاسین۔ محمد اعجاز۔ عامر۔ نصرت۔ عبدالکریم۔ شہناز لطیف۔ مسز تحسین باسط۔ غلام باسط۔ عبدالمنان باسط۔ محمد سلیمان باسط۔ عبدالحنان باسط۔ فضل محمد عاصی۔ رشید ولی بی۔ راحت سعید خان۔ نازلی اسماعیل۔ مشہود الحسن۔ عمر انور خان۔ رخسانہ۔ خالد جاوید صدیقی۔ منورہ نور۔ رعنا یاسمین۔ محمد طاہر۔ محمد یاسر۔ ارشاد۔ نصرت حسین۔ عبدالتسمین۔ شمیم اقبال۔ سید سعد علی شاہ۔ طلعت پروین۔ الطاف بی بی۔ تحسینہ کوثر۔ ارم شاہین۔ عارف۔ منیر حسین۔ وقار حسین۔ شاہد حسین۔ شبینہ۔ صبیحہ سلطانہ۔ وقار احمد۔ روبینہ۔ شگفتہ۔ ناہید خلیل۔ عذرا تاج۔ طارق سعید۔ نوید حمید۔ آصف ملک۔ بشریٰ زیدی۔ فرحانہ اسلم۔ غلام مصطفیٰ۔ محمد شاہد۔ محمد یونس۔ مائرہ۔ معید۔ عمران۔ نوشابہ۔ فرح۔ ماہ نور خالق۔ محسن زیدی۔ فرح الیاس۔ کرن الیاس۔ صباح اظہر۔ سید مشرف حسین۔ قمر جہاں بیگم۔ فرخ زمان۔ عثمان علی۔ عبدالرحمن۔ مظفر قریشی۔ منور سلطانہ۔ محمد اکبر ملک۔ بشریٰ آفرین۔ فرخ۔ بدر الدین۔ عبدالخالق۔ عبدالوہاب۔ طاہرہ۔ خورشید۔ فردوس سعیدہ۔ فخر النساء۔ نور الصباح۔ صباحت خاتون۔ ثروت۔ شبانہ جلیل۔ خالد مرتضیٰ۔ اشتیاق احمد۔ ایلیا حیدر۔ ماریہ۔ صلاح الدین عامر۔ سویدہ عزیز۔ ثوبیہ۔ اسامہ۔ دردانہ۔ سید اظہر عامر۔ سیما احمد۔ غزالہ نعیم۔ محمد نعیم۔ فرقان طاہر۔ عالیہ ریاض۔ محمد سعد۔ شکیلہ اسد۔ اسد علی اعوان۔ جویریہ اسد۔ ملک محمد ندیم اکرم۔ شاہد حسین اعجازی۔ شازیہ۔ فاروق احمد۔ بدر النساء۔ حمید

خان۔ حامد علی۔ گلشن۔ گل حسن۔ آفتاب احمد۔ رفعت۔ عطیہ۔ تبسم۔ ثاقب۔ فرحت فاطمہ۔ حنا زیدی۔ فرخ غنی۔ عاصمہ جبین۔ نواب مشتاق احمد۔ کرم علی۔ سالک دین۔ سلطانہ۔ ثمینہ۔ فوزیہ۔ حامد علی کیانی۔ فاطمہ بیگم۔ شہریز۔ کاشف اقبال۔ فدا حیدر زیدی۔ ڈاکٹر قاضی جاوید۔ شہلا خان۔ محمد مسعود خان۔ صغریٰ۔ فرح۔ نورین۔ جمیلہ۔ آصف ملک۔ محمودہ بیگم۔ مزملہ۔ سلمان۔ حسن بانو۔ پروین اختر۔ نور بی بی۔ مغیث۔ احتشام۔ ایاز محمد۔ ظہور الٰہی۔ مریم۔ سید صوفی رضا۔ رفعت ہما۔ مہر النساء۔ صائمہ بیگم۔ احمد رضا۔ محمد آصف قریشی۔ محمد عاطف قریشی۔ مدثر عالم۔ نادر محمود۔ عمر جاوید۔ عذرا عمر جاوید۔ فرحان عمر جاوید۔ عبدالعزیز۔ غلام حسین۔ ممتاز بیگم۔ عبدالرحمٰن۔ عزیزہ بیگم۔ محمد صادق۔ فدا حسین۔ رضیہ بیگم۔ نسیم اختر۔ عادل حسین۔ ناظم حسین۔ محمد ریاض۔ محمد علی۔ زینب۔ عظمیٰ خانم۔ شاہدہ خانم۔ محمد سلیم۔ مسز رانا انور۔ عارف حسین۔ مہوش۔ رضوانہ فاطمہ۔ نظام الدین۔ انصار خان۔ ایثار خان۔ قرۃ العین علی۔ عابدہ۔ نیلم۔ کنول۔ کرن۔ عمران احمد۔ افتخار صدیقی۔ مدیحہ۔ اعجاز احمد۔ عثمان احمد۔ سید ماجد علی۔ امان اللہ۔ نکہت محمود۔ قادری بیگم۔ محمد ارشد۔ سیدہ نازنین شاہ۔ شہلا سعید۔ صائمہ راشد۔ شہباز۔ نیلوفر۔ سلیم اللہ۔ حسینہ بیگم۔ طاہرہ بشیر۔ مختار بیگم۔ رخسانہ عفت۔ ساجد علی۔ عامر علی۔ محمد حنیف۔ فرح دیبا۔ سجاد علی۔ نسرین۔ شائستہ۔ شاہد جمال۔ فضا راشد۔ عبدالستار عزیزی۔ زاہدہ۔ نسیم احمد خان۔ محمد حلیم صدیقی۔ احسن۔ اصغر۔ ریما۔ محمد مقیم۔ محمد وسیم۔ محمد الیاس۔ محمد فاروق۔ نجم جمیل۔ حنیف احمد۔ مسز شہناز۔ آصف رضوی۔ فریحہ عنبر۔ ثناء صدیقی۔ مسز صدیق۔ عادل جنید شیخ۔ فیصل صدیقی۔ شعیب۔ آمنہ شعیب۔ نثار اے شیخ۔ حسن آراء۔ آفتاب کامران۔ عظمیٰ آفاق۔ نازلی عابد۔ سائرہ حمید۔ رانا الیاس۔

حیدر آباد :. محمد مشتاق۔ حاجی سید پیر علی۔ حاجی محمد اختر۔ حاجی محمد افضل۔ نوید اختر۔ انیس اختر۔ محمد اقبال۔ سجاد اختر۔ اللہ ورائیو۔ افروز بیگم۔ شکیلہ بیگم۔ امراہ بیگم۔ حمزہ۔ اقراء۔ طارق رحیم۔ طاہر رحیم۔ پرویز حسین۔ پرویز اقبال۔ نیاز احمد عباسی۔ لعل خان۔ دائم خان۔ حسیب عالم۔ شریفاں بی بی۔ ارشد علی۔ ثمینہ ناز۔ آصفہ ناز۔ راشدہ محمود۔ ضمیرہ بیگم۔ محمد لطیف۔ نور جہاں بی بی۔ آصف عدنان۔ خطیب عالم۔ نسرین۔ عدیل محمد۔ جاوید اختر۔ صغیرہ خاتون۔ اختری۔ محمد عاقل ندیم۔ شاہدہ سلیم۔ محمد سلیم۔ جہانگیر خان۔ محمد فاضل ذواجہ۔ محمد یوسف خان۔ سائرہ یوسف۔ محمد نذیر۔ فرزانہ ندیم۔ محمد فرحان ندیم۔ بہاؤالدین۔

وقار الدین۔ محمد بدر الدین۔ زینب۔ شمس الدین۔ ناہید۔ ڈاکٹر شاہد۔ سونیا۔ عبدالرؤف۔ عابد حسین۔ مرحوم بدر الدین۔ ظہیر الدین۔ شمع پروین۔ محمد حنیف۔ کرن۔ ارسلان۔ ایم عاطف۔ ذیشان۔ اسماء۔ شکیل۔ شعیب۔ مبشر بیگ۔ زاہدہ۔ خورشید بیگم۔ جلیل الدین۔ رابعہ۔ اعجاز فاطمہ۔ نعیم الدین۔ فہیم الدین۔ رشیدہ۔ سید ابوالحسن۔ ثمینہ اشفاق۔ شبانہ ناز۔ عالیہ ناز۔ انیس احمد۔ محمد رفیق۔ پروین صفدر۔ زبیر احمد قریشی۔ عارف احمد قریشی۔ ضیاء الدین قریشی۔ سلیم الدین قریشی۔ عمران احمد۔ محمد فرخ عظیم۔ محمد زمان۔ طاہر خان۔ حاجی عبدالستار۔ عشرت جہاں۔ جاوید۔ دلاور حسین۔ شبینہ۔ تجمل۔ ناصر۔ دلشاد۔ صبا احمد۔ مہینہ۔ نرگس۔ راشدہ۔ عبدالغفار۔ امتیاز حسین۔ محمد منور۔ ارجمند محمود۔ نور العین۔ فرخندہ۔ نجمہ۔ محمد اکبر۔ محمود حسین۔ سیدہ عنبرین بانو۔ زبیدہ۔ حاجی نور محمد۔ احمد کبیر۔ محمد علیم۔ شاہ نور۔ محمد فیصل۔ محمد دانش۔ رضوان احمد۔ زیب النساء۔ ریاض الدین شیخ۔ نعیم۔ حکیم محمد یوسف۔ انور عادل۔ ریحانہ انجم۔ فرحانہ انجم۔ محمد اشرف۔ محمد عارف۔ حاجرہ۔ کیسومل۔ زاہدہ۔ راحیل احمد۔ ماریہ۔ شمشاد۔

لاڑکانہ :. شہزاد احمد۔ راج کمار۔ جمال حسین۔ خالد محمود۔ شکیل احمد۔ ناصر علی۔ آصف احمد۔ طاہر علی۔ مزمل احمد۔ رب نواز۔ جان محمد۔ محمد اسمٰعیل۔ غلام قادر۔ شفقت علی۔ ذوالفقار علی۔ سلیم احمد۔ منظور احمد۔ محمد انور۔ امتیاز احمد۔ نریش کمار۔ بے پال۔ طارق احمد۔ احمد علی۔ امجد علی۔ فیصل علی۔ خرم علی۔ علی رضا۔ اقبال احمد۔ ایوب احمد۔ ابراہیم احمد۔ محمد اکرم۔ محمد اختر۔ عامر احمد۔ عمران خان۔ سعید احمد۔ محمد ریاض۔ طالب حسین۔ وحید خان۔ غلام حیدر۔ عبدالغفور۔ آفتاب احمد۔ محمد علی۔ رمضان۔ عابد علی۔ زاہد احمد۔ لیاقت احمد۔ شوکت علی۔ ظہیر احمد۔ محمد عرفان۔ فقیر محمد۔ عبدالشکور۔ نفیس خان۔ محمد مستقیم۔ سلیم خان۔ نظیر احمد۔ نصیر احمد۔ مقیم احمد۔ وسیم احمد۔ چاند احمد۔ کرتار لعل۔ سیول داس۔ سنتوش۔ جہانگیر احمد۔ شاہد احمد۔ شمشاد غوری۔ ندیم۔

رحیم یار خان :. غلام رسول۔ جمیلہ۔ صفیہ رسول۔ رابعہ رسول۔ راشد رسول۔ محمد حنیف۔ خالدہ۔ نفیسہ۔ محمد علی۔ برکت علی۔ عبدالستار۔ بشیر احمد۔ رانا شوکت۔ ریاض حسین۔ محمد صالح۔ امان اللہ۔ عبدالستار۔ عبدالقیوم۔ محمد اکرم۔ ندیم احمد۔ مطلوب۔ لیاقت طارق۔ قربان علی۔ غوث بخش سومرو۔ گلزار احمد جوکھیو۔ رب نواز۔ ایوب خان۔ محمد قاسم۔ امجد علی۔ اجمل جلبانی۔ ریاض جلبانی۔ امداد علی جلبانی۔ محمود جلبانی۔ نذیر احمد لیدو۔ ملک محمد علی۔ شہباز۔ محمد یوسف۔ استاد محبوب۔ محمد صوفی۔ عبدالفتاح

۔ عبدالرشید۔ محمد رفیق۔ شفیق احمد۔ عبدالعزیز۔ نظام الدین۔ محمد ابراہیم۔ مختار احمد کھوسو۔ نذیر احمد سومرو۔ مریم بی بی۔ بلقیس۔ غلام سکینہ۔ الٰہی بخش۔ غلام رضا۔ محمد اعظم۔ غلام سرور۔ غلام مرتضیٰ۔ ذاکر حسین۔ گل منیر۔ پیرل۔ شکیل احمد۔ راجہ کامران۔ دلدار احمد۔ ارشاد بی بی۔ شگفتہ یاسمین۔ صفیہ یاسمین۔ محمد شفیق۔

شاہ کوٹ :. محمد شفیق۔ احتشام احمد۔ محمد وقار احمد۔ محمد اعظم۔ منیر احمد۔ خالدہ شاہد۔ شازیہ۔ جنت بی بی۔ رشیدہ بی بی۔ منظوراں بی بی۔ زبیدہ اسحٰق۔ صفیہ بی بی۔ رضیہ اختر۔ عابدہ اکرم۔ جمیلہ اختر۔ سحر انجم۔ کاشفہ مزمل۔ ناصرہ تبسم۔ حسن بی بی۔ پروین اختر۔ بشریٰ سلطانہ۔ شہناز اختر۔ زاہدہ مجید۔ بلقیس بانو۔ احمد نواب۔ تابش حسین۔ ملکہ خان۔ غزالہ خان۔ عظیم خان۔ عنایت گل۔ رخسانہ شاہین۔ صفیہ ناز۔ شائستہ خان۔ اسماء خان۔ مریم خان۔ عائشہ خان۔ حنیفہ خان۔ میمونہ بی بی۔ فرح۔ نسرین۔ نسیم فردوس۔ شازیہ۔ مہتاب سلطان۔ زیتون۔ گلناز۔ سحرش صبا۔ اسماء۔ سمیرا بی بی۔ واجدہ بی بی۔ آسیہ۔ نازیہ۔ یاسمین۔ رفعت۔ نور جمال۔ محمد صدیق۔ محمد زاہد۔ محمد شاہد۔ محمد اسحٰق۔ امتیاز ربانی۔ فرزانہ بشیر۔ محمد امین۔ غلام رسول خانزادہ۔ صنوبر خان۔

ہزارہ :. نسرین محمود۔ ناظمہ رشید۔ نسرین جدون۔ ناظمہ خان۔ نسیم فردوس۔ ثمینہ زاہد۔ فرح منظور۔ نجمہ گل۔ نورین۔ رفعت۔ شفیقہ۔ میمونہ۔ زاہدہ۔ فریدہ انجم۔ واجدہ نواز۔ روبینہ گل۔ سعادت۔ شازیہ۔ نگہت۔ نصرت۔ عیدن۔ فرح۔ عائشہ۔ مریم۔ مدیحہ۔ ذیشان احمد۔ سجاد اکبر۔ زریں انجم۔ غزالہ خان۔ شائستہ خان۔ اسماء خان۔ حنیفہ خان۔ عنایت گل۔ سحرش صبا۔ صفیہ ناز۔ شہناز اشرف۔ اللہ داد۔ رب نواز۔ دلشاد بیگم۔ غزالہ۔ مسرت جبیں۔ حنا ہمایوں۔ دلاور خان۔ اللہ وسایو۔ کلثوم ناز۔

گوجرانوالہ :. محمد سعید۔ حاجی خوشی محمد۔ زینب نجیب۔ محمد صدیق ڈار۔ نوید انجم۔ شہناز بیگم۔ ارم۔ صوفی محمد اکبر۔ محمد طارق۔ خالدہ۔ عمران۔ اعجاز احمد۔ عمران حمید۔ رانا تسنیم احمد۔ نوشابہ تسنیم۔ صدف سلیم۔ ماہ نور۔ ثمرین ارشاد۔ جاوید اقبال۔ رانا عبدالوحید۔ منصور علی۔ محمد بشیر۔ شہباز احمد۔ رانا محمد شکیل۔ شمیم اختر۔ رانا ادریس احمد۔ عدیل احمد۔ محمد سرور انصاری۔ عبدالرؤف۔ اسرار احمد۔ نواب علی۔ محمد منشاء۔ رابعہ نور۔ رشیدہ کوثر۔ بشیراں بی بی۔ رضیہ سرور۔ شازیہ انصاری۔ عمران انصاری۔ نوید سرور۔ شبنم نائلہ۔ شاہد عثمان۔ مریم انصاری۔ سید قمر الاسلام نقوی۔ عبدالصمد۔ عمانوئیل۔ ڈاکٹر عبدالرشید۔ فرخندہ چیمہ۔ زبیدہ بیگم۔ شبانہ۔ مسرت۔ نور آسیہ۔ عائشہ صدیقہ۔

مسرت اعوان۔ ساجدہ۔ عائشہ بی بی۔ نور بیگم۔ ثریا بیگم۔ فاطمہ بی بی۔ ولایت بیگم۔ ریاض بیگم۔ میمونہ۔ نوید احمد۔ ملکہ ثریا۔ مائرہ۔ نصرت۔ رشیدہ چوہدری۔ الیاس چوہدری۔ بشیر احمد انصاری۔ صفیہ بشیر۔ عمر ارشاد۔ رحیم غنی۔ خورشید احمد۔ ذکیہ صدیقی۔ محمد جمیل۔ عدیل زاہد۔ فاروق علی۔ صبیحہ اعجاز۔ زاہد اصغر۔ حمزہ عباس۔ نایاب حیدر۔ عبدالسلام آکاش۔ عبداللطیف۔ دیبا میر۔ حمیرا نصرت۔ نوید کوثر۔ سید مہتاب علی۔ سید نثار علی۔ انور حسین۔ سہیل۔ نوید یزدانی۔ مولوی محمد یوسف۔ زلیخا بی بی۔

گجرات :. ڈاکٹر محمد سلیم۔ اعجاز احمد۔ ڈاکٹر تنویر۔ ملک محمد انور۔ نذیر احمد۔ خالدہ نذیر احمد۔ زبیر احمد۔ حسن احمد۔ سلطان احمد۔ نزہت نذیر۔ کلثوم نذیر۔ فائزہ نذیر۔ محمد اصغر۔ عطاء الرحمٰن۔ امتیاز احمد۔ سہیل احمد وڑائچ۔ یاسمین انجم۔ روبینہ شاہین۔ محمد شفیع شاہد۔ غلام سرور۔ طفیل محمد۔ رب نواز۔ آسیہ بی بی۔ سلمٰی بی بی۔ منظور بی بی۔ زاہدہ بی بی۔ نورین۔ صفیہ۔ سکینہ بی بی۔ آمنہ بی بی۔ غلام قادر۔ محمد صدیق۔ سعید اختر۔ شاہد صدیقی۔ نذیر احمد۔ خالد تارڑ۔ خرم شہزاد۔ آصف عمران۔ طلعت شفیق۔ عامر مجید۔ محمد طارق ہمایوں۔ ڈاکٹر سلیم۔ ملک انور۔ بشیر احمد۔ محمد ایوب۔ حاجی اکرم انصاری۔ عطیہ بانو۔ وقاص اکرم۔ وقار اکرم۔ امان اکرم۔ نیلم اکرم۔ فرحان اکرم۔ ماہ نور اکرم۔ جمیل احمد۔ خرم۔ محمد شفیع بھٹی۔ رانا امجد۔ سجاد حسین گوندل۔ احمد نواز۔ قاسم علی۔

حجرہ شاہ مقیم :. شمسہ منیر۔ شائلہ اسلم۔ مدیحہ شاہ۔ فضیلت۔ کوثر پروین۔ فریحہ شاہ۔ ساجدہ نازلی۔ تسکین زارا۔ ثمینہ بی بی۔ پروین۔ نسرین۔ شمیم اختر۔ ماریہ وسیم۔ ثناء وسیم۔ صغریٰ منیر۔ حلیمہ بی بی۔ بلقیس فاطمہ۔ شہزادی۔ ریحانہ اسلم۔ فہمیدہ نسرین۔ اللہ رکھی۔ کنیز فاطمہ۔ اسامہ لیاقت۔ خورشید بی بی۔ صفیہ نذیر۔ ثریا اسلم۔ رضیہ بی بی۔ رحمت بی بی۔ عشرت بی بی۔ سعیدہ بی بی۔ عشرت انور۔ شکیلہ انور۔ یاسمین۔ آمنہ۔ رشیدہ۔ امام بی بی۔ سلطانہ ظفر۔ کلثوم۔ شگفتہ عنایت۔ قادر بلوچ۔

چنیوٹ :. فریدہ۔ خدیجہ۔ خالدہ۔ زاہد۔ شاہد۔ طاہر۔ کاشف۔ آصف۔ عبید۔ ارشد۔ مظاہر۔ احمد حسن۔ سینہ۔ نوشی۔ سعیدہ۔ انعام۔ اکرام۔ احتشام۔ سمیرا۔ ثریا۔ منور۔ زاہد نواز۔ محمد عظیم۔ شمشاد۔ نجمہ۔ الٰہی نور۔ عذرا۔ فرحت۔ راحت۔ نزہت۔ زاہد عرفان۔ محمد ارشاد۔ اختر علی۔ محمد علی۔ شبیر حیدر۔ حامد علی۔ شاہد منیر۔ عاشق علی۔ تنویر علی۔ منیر مجاہد۔ رمشا۔ مسز علوی۔ سید پرویز شاہ۔ عارف رضا زیدی۔ میر رضا حیدر۔ کرنل نذر حسین۔ روبی طارق۔ محمد قاسم۔ اقبال اسلم۔ ابوبکر۔ عدیل۔

خان۔ حامد علی۔ گلشن۔ گل حسن۔ آفتاب احمد۔ رفعت۔ عطیہ۔ تجسم۔ ثاقب۔ فرحت فاطمہ۔ حنا زیدی۔ فرخ غنی۔ عاصمہ جبیں۔ نواب مختیار احمد۔ کرم علی۔ سالک دین۔ سلطانہ۔ ثمینہ۔ فوزیہ۔ حامد علی کیانی۔ فاطمہ بیگم۔ شہریز۔ کاشف اقبال۔ فدا حیدر زیدی۔ ڈاکٹر قاضی جاوید۔ شہلا خان۔ محمد مسعود خان۔ صغریٰ۔ فرح۔ نورین۔ جمیلہ۔ آصف ملک۔ محمودہ بیگم۔ مزملہ۔ سلمان۔ حسن بانو۔ پروین اختر۔ نور بی بی۔ مغیث۔ احتشام۔ ایاز محمد۔ ظہور الٰہی۔ مریم۔ سید صوفی رضا۔ رفعت ہما۔ مہر النساء۔ صائمہ بیگم۔ احمد رضا۔ محمد آصف قریشی۔ محمد عاطف قریشی۔ مدثر عالم۔ نادر محمود۔ عمر جاوید۔ عذرا عمر جاوید۔ فرحان عمر جاوید۔ عبدالعزیز۔ خادم حسین۔ ممتاز بیگم۔ عبدالرحمن۔ عزیزہ بیگم۔ محمد صادق۔ فدا حسین۔ رضیہ بیگم۔ نسیم اختر۔ عادل حسین۔ ناظم حسین۔ محمد ریاض۔ محمد علی۔ زینب۔ عظمیٰ خانم۔ شاہدہ خانم۔ محمد سلیم۔ مسز رانا انوار۔ عارف حسین۔ مہوش۔ رضوانہ فاطمہ۔ نظام الدین۔ ابصار خان۔ ایثار خان۔ قرۃ العین علی۔ عابدہ۔ نیلم۔ کنول۔ کرن۔ عمران احمد۔ افتخار صدیقی۔ مدیحہ۔ اعجاز احمد۔ عثمان احمد۔ سید ماجد علی۔ امان اللہ۔ نکہت محمود۔ قادری بیگم۔ محمد ارشد۔ سیدہ نازنین شاہ۔ شہلا سعید۔ صائمہ راشد۔ شہباز۔ نیلوفر۔ سلیم اللہ۔ حسینہ بیگم۔ طاہرہ بشیر۔ مختار بیگم۔ رخسانہ عفت۔ ساجد علی۔ عامر علی۔ محمد حنیف۔ فرح دیبا۔ سجاد علی۔ نسرین۔ شائستہ۔ شاہد جمال۔ فضا و راشد۔ عبدالستار عزیزی۔ زاہدہ۔ تسیم احمد خان۔ محمد حلیم صدیقی۔ احسن۔ اصغر۔ ریما۔ محمد نعیم۔ محمد وسیم۔ محمد الیاس۔ محمد فاروق۔ نجم جمیل۔ حنیف احمد۔ مسز شہناز۔ آصف رضوی۔ فریحہ عنبر۔ ثناء صدیقی۔ مسز صدیقی۔ عادل جنید شیخ۔ فیصل صدیقی۔ شعیب۔ آمنہ شعیب۔ نثار احمد شیخ۔ حسن آراء۔ آفتاب کامران۔ عظمیٰ آفاق۔ نازلی عابد۔ سائرہ حمید۔ رانا الیاس۔

حیدر آباد :۔ محمد مشتاق۔ حاجی سید پیر علی۔ حاجی محمد اختر۔ حاجی محمد افضل۔ نوید اختر۔ انیس اختر۔ محمد اقبال۔ سجاد اختر۔ اللہ وسایو۔ افروز بیگم۔ شکیلہ بیگم۔ امراء بیگم۔ حمزہ۔ اقراء۔ طارق رحیم۔ طاہر رحیم۔ پرویز حسین۔ پرویز اقبال۔ نیاز احمد عباسی۔ لعل خان۔ دائم خان۔ حبیب عالم۔ شریفاں بی بی۔ ارشد علی۔ ثمینہ ناز۔ آصفہ ناز۔ راشدہ محمود۔ ضمیرہ بیگم۔ محمد لطیف۔ نور جہاں بی بی۔ آصف عدنان۔ خطیب عالم۔ نسرین۔ عدیل محمد۔ جاوید اختر۔ صغیرہ خاتون۔ اختری۔ محمد عاقل ندیم۔ شاہدہ سلیم۔ محمد سلیم۔ جہانگیر خان۔ محمد فاضل خواجہ۔ محمد یوسف خان۔ سائرہ یوسف۔ محمد نذیر۔ فرزانہ ندیم۔ محمد فرحان ندیم۔ بہاؤالدین۔

وقار الدین۔ محمد بدرالدین۔ زینب۔ شمس الدین۔ ناہید۔ ڈاکٹر شاہد۔ سونیا۔ عبدالرؤف۔ عابد حسین۔ مرحوم بدرالدین۔ ظہیر الدین۔ شمع پروین۔ محمد حنیف۔ کرن۔ ارسلان۔ ایم عاطف۔ ذیشان۔ اسماء۔ شکیل۔ شعیب۔ مبشر بیگ۔ زاہدہ۔ خورشید بیگم۔ جلیل الدین۔ رابعہ۔ اعجاز فاطمہ۔ فہیم الدین۔ نعیم الدین۔ رشیدہ۔ سید ابوالحسن۔ ثمینہ اشفاق۔ شبانہ ناز۔ عالیہ ناز۔ انیس احمد۔ محمد رفیق۔ پروین صفدر۔ زبیر احمد قریشی۔ عارف احمد قریشی۔ ضیاء الدین قریشی۔ سلیم الدین قریشی۔ عمران احمد۔ محمد فرخ عظیم۔ محمد زمان۔ طاہر خان۔ حاجی عبدالستار۔ عشرت جہاں۔ جاوید۔ دلاور حسین۔ شبینہ۔ تجمل۔ ناصر۔ دلشاد۔ صبا احمد۔ میمونہ۔ نرگس۔ راشدہ۔ عبدالغفار۔ امتیاز حسین۔ محمد منور۔ ارجمند محمود۔ نورالعین۔ فرخندہ۔ نجمہ۔ محمد اکبر۔ محمود حسین۔ سیدہ عنبرین بانو۔ زبیدہ۔ حاجی نور محمد۔ احمد کبیر۔ محمد علیم۔ شاہ نور۔ محمد فیصل۔ محمد دانش۔ رضوان احمد۔ زیب النساء۔ ریاض الدین شیخ۔ شمیم۔ حکیم محمد یوسف۔ انور عادل۔ ریحانہ انجم۔ فرحانہ انجم۔ محمد اشرف۔ محمد عارف۔ حاجرہ۔ کیسومل۔ زاہدہ۔ راحیل احمد۔ ماریہ۔ شمشاد۔

لاڑکانہ :۔ شہزاد احمد۔ راج کمار۔ جمال حسین۔ خالد محمود۔ شکیل احمد۔ ناصر علی۔ آصف احمد۔ طاہر علی۔ مزمل احمد۔ رب نواز۔ جان محمد۔ محمد اسمٰعیل۔ غلام قادر۔ شفقت علی۔ ذوالفقار علی۔ سلیم احمد۔ منظور احمد۔ محمد انور۔ امتیاز احمد۔ نریش کمار۔ جے پال۔ طارق احمد۔ احمد علی۔ امجد علی۔ فیصل علی۔ خرم علی۔ علی رضا۔ اقبال احمد۔ ایوب احمد۔ ابراہیم احمد۔ محمد اکرم۔ محمد اختر۔ عامر احمد۔ عمران خان۔ سعید احمد۔ محمد ریاض۔ طالب حسین۔ وحید خان۔ غلام حیدر۔ عبدالغفور۔ آفتاب احمد۔ محمد علی۔ رمضان۔ عابد علی۔ زاہد احمد۔ لیاقت احمد۔ شوکت علی۔ ظہیر احمد۔ محمد عرفان۔ فقیر محمد۔ عبدالشکور۔ نفیس خان۔ محمد مستقیم۔ سلیم خان۔ نظیر احمد۔ نصیر احمد۔ مقیم احمد۔ وسیم احمد۔ چاند احمد۔ کرتار لعل۔ سیول داس۔ سنتوش۔ جہانگیر احمد۔ شاہد احمد۔ شمشاد غوری۔ ندیم۔

رحیم یار خان :۔ غلام رسول۔ جمیلہ۔ صفیہ رسول۔ رابعہ رسول۔ راشد رسول۔ محمد حنیف۔ خالدہ۔ نفیسہ۔ محمد علی۔ برکت علی۔ عبدالستار۔ اشیر احمد۔ رانا شوکت۔ ریاض حسین۔ محمد صالح۔ امان اللہ۔ عبدالستار۔ عبدالقیوم۔ محمد اکرم۔ ندیم احمد۔ مطلوب۔ لیاقت طارق۔ قربان علی۔ غوث بخش سومرو۔ گلزار احمد جوکھیو۔ رب نواز۔ ایوب خان۔ محمد قاسم۔ امجد علی۔ اجمل جلبانی۔ ریاض جلبانی۔ امداد علی جلبانی۔ محمود جمالی۔ نذیر احمد اوڈھو۔ ملک محمد علی۔ شہباز۔ محمد یوسف۔ استاد محبوب۔ محمد سوفی۔ عبدالفتاح

۔ عبدالرشید۔ محمد رفیق۔ شفیق احمد۔ عبدالعزیز۔ نظام الدین۔ محمد ابراہیم۔ مختار احمد کھوسو۔ نذیر احمد سومرو۔ مریم بی بی۔ بلقیس۔ غلام سکینہ۔ الٰہی بخش۔ غلام رضا۔ محمد اعظم۔ غلام سرور۔ غلام مرتضیٰ۔ ذاکر حسین۔ گل منیر۔ پیرل۔ شکیل احمد۔ راجہ کامران۔ دلدار احمد۔ ارشاد بی بی۔ شگفتہ یاسمین۔ صفیہ یاسمین۔ محمد شفیق۔

شاہ کوٹ :۔ محمد شفیق۔ احتشام احمد۔ محمد وقار احمد۔ محمد اعظم۔ منیر احمد۔ خالدہ شاہد۔ شازیہ۔ جنت بی بی۔ رشیدہ بی بی۔ منظوراں بی بی۔ زبیدہ اسحٰق۔ صفیہ بی بی۔ رضیہ اختر۔ عابدہ اکرم۔ جمیلہ اختر۔ سحر انجم۔ کاشفہ مزمل۔ ناصرہ تجسم۔ حسن بی بی۔ پروین اختر۔ اشرفی سلطانہ۔ شہناز اختر۔ زاہدہ مجید۔ بلقیس بانو۔ احمد نواب۔ تابش حسین۔ ملکہ خان۔ غزالہ خان۔ عظیم خان۔ عنایت گل۔ رخسانہ شاہین۔ صفیہ ناز۔ شائستہ خان۔ اسماء خان۔ مریم خان۔ عائشہ خان۔ حنیفہ خان۔ میمونہ بی بی۔ فرح۔ نسرین۔ نسیم فردوس۔ شازیہ۔ مجاب سلطان۔ زیتون۔ گلناز۔ سحرش صبا۔ اسماء۔ سمیرا بی بی۔ واجدہ بی بی۔ آسیہ۔ نازیہ۔ یاسمین۔ رفعت۔ نور جمال۔ محمد صدیق۔ محمد زاہد۔ محمد شاہد۔ محمد اسحٰق۔ امتیاز ربانی۔ فرزانہ بشیر۔ محمد امین۔ غلام رسول خانزادہ۔ صنوبر خان۔

ہزارہ :۔ نسرین محمود۔ نائلہ رشید۔ نسرین جدون۔ نائلہ خان۔ نسیم فردوس۔ ثمینہ زاہد۔ فرح منظور۔ نجمہ گل۔ نورین۔ رفعت۔ شفیقہ۔ میمونہ۔ زاہدہ۔ فریدہ انجم۔ واجدہ نواز۔ روبینہ گل۔ سعادت۔ شازیہ۔ نگہت۔ نصرت۔ عیدن۔ فرح۔ عائشہ۔ مریم۔ مدیحہ۔ ذیشان احمد۔ سجاد اکبر۔ زریں انجم۔ غزالہ خان۔ شائستہ خان۔ اسماء خان۔ حنیفہ خان۔ عنایت گل۔ سحرش صبا۔ صفیہ ناز۔ شہناز اشرف۔ اللہ دتہ۔ رب نواز۔ دلشاد بیگم۔ غزالہ۔ مسرت جبیں۔ حنا ہمایوں۔ دلاور خان۔ اللہ وسایو۔ کلثوم ناز۔

گوجرانوالہ :۔ محمد سعید۔ حاجی خوشی محمد۔ زینب نجیب۔ محمد صدیق ڈار۔ نوید انجم۔ شہناز بیگم۔ ارم۔ صوفی محمد اکبر۔ محمد طارق۔ خالدہ۔ عمران۔ اعجاز احمد۔ عمران حمید۔ رانا تسنیم احمد۔ نوشابہ تسنیم۔ صدف سلیم۔ ماہ نور۔ ثمرین ارشاد۔ جاوید اقبال۔ رانا عبدالوحید۔ منصور علی۔ محمد بشیر۔ شہباز احمد۔ رانا محمد کفیل۔ عظیم اختر۔ رانا رئیس احمد۔ عدیل احمد۔ محمد سرور انصاری۔ عبدالرؤف۔ اسرار احمد۔ نواب علی۔ محمد عشاء۔ رابعہ نور۔ رشیدہ کوثر۔ بشیراں بی بی۔ رضیہ سرور۔ شازیہ انصاری۔ عمران انصاری۔ نوید سرور۔ شبنم نائلہ۔ شاہد عثمان۔ مریم انصاری۔ سید قمر الاسلام نقوی۔ عبدالصمد۔ عمانوئیل۔ ڈاکٹر عبدالرشید۔ فرخندہ چیمہ۔ زبیدہ بیگم۔ شبانہ۔ مسرت۔ نور آسیہ۔ عائشہ صدیقہ۔

مسرت اعوان۔ ساجدہ۔ عائشہ بی بی۔ نور بیگم۔ ثریا بیگم۔ فاطمہ بی بی۔ ولایت بیگم۔ ریاض بیگم۔ میمونہ۔ نوید احمد۔ ملکہ ثریا۔ مائزہ۔ نصرت۔ رشیدہ چوہدری۔ الماس چوہدری۔ بشیر احمد انصاری۔ صفیہ بشیر۔ عمر ارشاد۔ رحیم غنی۔ خورشید احمد۔ ذکیہ صدیقی۔ محمد جمیل۔ عدیل زاہد۔ فاروق علی۔ صبیحہ اعجاز۔ زاہد اصغر۔ حمزہ عباس۔ نایاب حیدر۔ عبدالسلام آکاش۔ عبداللطیف۔ دیبا میر۔ حمیرا نصرت۔ نوید کوثر۔ سید مہتاب علی۔ سید نثار علی۔ ابرار حسین۔ سہیل۔ نوید یزدانی۔ مولوی محمد یوسف۔ زلیخا بی بی۔

گجرات :۔ ڈاکٹر محمد سلیم۔ اعجاز احمد۔ ڈاکٹر تنویر۔ ملک محمد انور۔ نذیر احمد۔ خالدہ نذیر احمد۔ زبیر احمد۔ حسن احمد۔ سلطان احمد۔ نزہت نذیر۔ کلثوم نذیر۔ فائزہ نذیر۔ محمد اصغر۔ عطاء الرحمن۔ امتیاز احمد۔ سہیل احمد وڑائچ۔ یاسمین انجم۔ روبینہ شاہین۔ محمد شفیع شاہد۔ غلام سرور۔ طفیل محمد۔ رب نواز۔ آسیہ بی بی۔ سلمیٰ بی بی۔ منظور بی بی۔ زاہدہ بی بی۔ نورین۔ صفیہ۔ سکینہ بی بی۔ آمنہ بی بی۔ غلام قادر۔ محمد صدیق۔ سعید اختر۔ شاہد صدیق۔ نذیر احمد۔ خالد تارڑ۔ خرم شہزاد۔ آصف عمران۔ عدالت شفیق۔ عامر مجید۔ محمد طارق ہمایوں۔ ڈاکٹر سلیم۔ ملک انور۔ بشیر احمد۔ محمد ایوب۔ حاجی اکرم انصاری۔ عطیہ بانو۔ وقاص اکرم۔ وقار اکرم۔ امان اکرم۔ نیلم اکرم۔ فرحان اکرم۔ ماہ نور اکرم۔ جمیل احمد۔ خرم۔ محمد شفیع بھٹی۔ رانا مجید۔ سجاد حسین گوندل۔ احمد نواز۔ قاسم علی۔

حجرہ شاہ مقیم :۔ شمسہ منیر۔ ثمینہ اسلم۔ مدیحہ ثناء۔ فضیلت۔ کوثر پروین۔ فریحہ ثناء۔ ساجدہ وڑائچ۔ تسکین زارا۔ ثمینہ بی بی۔ پروین۔ نسرین۔ عظیم اختر۔ مائدہ وسیم۔ ثناء وسیم۔ صغریٰ منیر۔ حلیمہ بی بی۔ بلقیس فاطمہ۔ شہزادی۔ ریحانہ اسلم۔ فہمیدہ نسرین۔ اللہ رکھی۔ کنیز فاطمہ۔ اسامہ لیاقت۔ خورشید بی بی۔ صفیہ نذیر۔ ثریا اسلم۔ رضیہ بی بی۔ رحمت بی بی۔ عشرت بی بی۔ سعیدہ بی بی۔ عشرت انور۔ شکیلہ انور۔ یاسمین۔ آمنہ۔ رشیدہ۔ امام بی بی۔ سلطانہ ظفر۔ کلثوم۔ شگفتہ عنایت۔ قادر بلوچ۔

چنیوٹ :۔ فریدہ۔ خدیجہ۔ خالدہ۔ زاہد۔ شاہد۔ طاہر۔ کاشف۔ آصف۔ عبید۔ ارشد۔ مظاہر۔ احمد حسن۔ سینہ۔ نوشی۔ سعیدہ۔ انعام۔ اکرام۔ احتشام۔ سمیرا۔ ثریا۔ منور۔ زاہد نواز۔ محمد عظیم۔ شمشاد۔ نجمہ۔ الٰہی نور۔ عذرا۔ فرحت۔ راحت۔ نزہت۔ زاہد عرفان۔ محمد ارشاد۔ اختر علی۔ محمد علی۔ شبیر حیدر۔ حامد علی۔ شاہد منیر۔ عاشق علی۔ تنویر علی۔ منیر مجاہد۔ رمشا۔ مسز علوی۔ سید پرویز شاہ۔ عارف رضا زیدی۔ میر رضا حیدر۔ کرنل نذر حسین۔ روبی طارق۔ محمد قاسم۔ اقبال اسلم۔ ابوبکر۔ عدیل۔

بہاول شیر ۔ راجہ فیاض ۔ ملک کاشف ۔ ملک نثار ۔ میاں ساجد حسین ۔ ماسٹر غلام رسول ۔ محمد یعقوب ۔ چشتی مجاہد ۔ رانا منظور علی خان ۔ محمد سلیمان ۔ میاں احمد علی ۔ حفیظ الرحمٰن ۔ محمد الماس ۔ قاضی باور علی ۔ مران مسعود ۔ محمد مسعود الحسن ۔ قاضی عادل ۔

نوشہرو فیروز :: محمد حنیف ۔ خالدہ ۔ نفیسہ ۔ محمد علی ۔ برکت علی ۔ عبدالستار ۔ بشیر احمد ۔ رانا شوکت ۔ ریاض حسین ۔ محمد صالح ۔ امان اللہ ۔ عبدالستار ۔ عبدالقیوم ۔ محمد اکرم ۔ ندیم احمد ۔ مطلوب ۔ لیاقت طارق ۔ قربان علی ۔ غوث بخش سومرو ۔ گلزار احمد جوکھیو ۔ رب نواز ۔ ایوب خان ۔ محمد قاسم ۔ امجد علی ۔ اجمل جلبانی ۔ محمد ابراہیم ۔ مختار احمد کھوسو ۔ نذیر احمد سومرو ۔ مریم بی بی ۔ بلقیس ۔ غلام سکینہ ۔ الٰہی بخش ۔ غلام رضا ۔ محمد اعظم ۔ غلام سرور ۔ غلام مرتضیٰ ۔ ذاکر حسین ۔ گل منیر ۔ بچل ۔ شکیل احمد ۔ راجہ کامران ۔ ولدار احمد ۔ ارشاد بی بی ۔ شگفتہ یاسمین ۔ صفیہ یاسمین ۔ محمد شفیق ۔ غلام صغیر ۔ روبابا سمین ۔ غلام رسول ۔ جمیلہ ۔ صفیہ ۔ رشیدہ ۔

سانگھڑ :: محمد اسحٰق ۔ محمد منیر احمد ۔ محمد امین ۔ محمد یاسین ۔ احمد ۔ امتیاز ۔ شفیق ۔ سحر انجم ۔ حسن بی بی ۔ وزیری بی ۔ منظوراں بی بی ۔ سلیمہ بی بی ۔ زبیدہ اسحٰق ۔ صفدر ارشد ۔ وقار احمد ۔ محمد شفیق سلیم ۔ محمد صدیق ۔ محمد شاہد ۔ محمد زاہد ۔ محمد اسحٰق ۔ امتیاز ربانی ۔ فرزانہ بشیر ۔ محمد امین ۔ محمد تحسین ۔ شفیق ۔ احتشام احمد ۔ محمد وقار احمد ۔ محمد اعظم ۔ محمد خاور ۔ منیر احمد ۔ خالدہ شاہد ۔ شازیہ ۔ جنت بی بی ۔ رشیدہ بی بی ۔ منظوراں بی بی ۔ زبیدہ اسحٰق ۔ صفیہ بی بی ۔ رضیہ اختر ۔ عابدہ اکرم ۔ سحر انجم ۔ کاشفہ مزمل ۔ حسن بی بی ۔ پروین ۔ بشریٰ سلطانہ ۔ شہناز اختر ۔ اللہ دتہ ۔ ولی محمد ۔ سکینہ ۔ ظفور ۔ مصباح ۔ صفیہ بی بی ۔ عابدہ اکرم ۔ جنت بی بی ۔ جمیلہ ۔ وزیری بی ۔ منظوراں بی بی ۔ سلیمہ بی بی ۔ زبیدہ اسحٰق ۔ صفدر ارشد ۔ وقار احمد ۔ محمد شفیق سلیم ۔ عابدہ اکرم ۔ جنت بی بی ۔ شازیہ انجم ۔ شازیہ ۔ مصباح ۔ صفیہ بی بی ۔ محمد اسحٰق ۔ محمد منیر احمد ۔ محمد امین ۔ محمد یاسین ۔ احمد ۔ امتیاز ۔ شفیق ۔ سحر انجم ۔ وارث بیگ ۔ احمد نواز ۔

جہلم :: سید عظمت علی شاہ ۔ ڈاکٹر تنویر حسین ۔ فرخندہ تنویر ۔ مقبول بیگم ۔ محمد یعقوب ۔ حبیب احمد ۔ حاجی ظفر اقبال ۔ مسعود احمد ۔ کشور سلطانہ ۔ محمد امین ۔ ثمینہ امین ۔ مس فریدہ ۔ مس مظلومہ ۔ مسز زہرہ ۔ فرحت افزا ۔ راشد محمود ۔ ضیاالدین ۔ سکندر ۔ نعیم ۔ ساجد ۔ نوید ۔ نسیم ۔ محمد علی تابش ۔ صائمہ تابش ۔ نادرہ تابش ۔ صادق علی تابش ۔ فاطمہ سرن تابش ۔ خضریٰ ۔ بشریٰ ۔ محمد ساجد ۔ ختیار ۔ نجیب احمد ۔ ثریا جبیں ۔ ڈاکٹر حفیظ انور ۔ صفیہ بیگم ۔ محمودہ بیگم ۔ صائقہ ۔ صائقہ مر ۔ منیر حسین ۔ ظہیر حسین ۔

ڈاکٹر گلزار حسین ۔ ڈاکٹر زاہد یوسف ۔ ڈاکٹر روبینہ فیاض ۔ سرور جان ۔ انورالحق ۔ خالد محمود ۔ عبدالرشید ۔ عبدالرحیم ۔

ملتان :: فاروق ۔ پروین ۔ عبدالرحمٰن ۔ اشتیاق ۔ خالدہ ۔ جاوید ۔ منظور بیگم ۔ فائزہ ۔ مسرت فضل ۔ عاشق ۔ عارف ۔ اختری ۔ الماس ۔ سرفراز ۔ ذوالفقار ۔ شاہ رخ ۔ نرگس شاہین ۔ سجاد ۔ قمر جہاں ۔ فرحان ۔ عمر فیاض ۔ ربیعہ ۔ عمران ۔ سعد مرزا ۔ قمر جہاں ۔ سلیم مرزا ۔ ثانیہ مرزا ۔ عروج مرزا ۔ شاہ مرزا ۔ جنید راجہ ۔ خالدہ اصغر ۔ میاں اصغر علی ۔ سلمان اصغر ۔ عثمان اصغر ۔ رابعہ اصغر ۔ فیصل ندیم ۔ سمعیہ ندیم ۔ مختار فیصل ۔ زینب فیصل ۔ اشرف انصاری ۔ اریب حسن خان ۔ عائشہ کلیم ۔ فاطمہ جعفر ۔ ذوالقرنین حیدر ۔ سلیمہ نیاز ۔ ارشد اقبال ۔ وسیم اقبال ۔ سید مظہر کاظمی ۔ حارث ۔ رضیہ بیگم ۔ کوثر یاسمین ۔ ضیاء الدین خان ۔ ندیم اقبال ۔ سید نوید حسن کاظمی ۔ تہمینہ مرزا ۔ سعد مرزا ۔ زہرہ ۔ عروج مرزا ۔ سلیم مرزا ۔ قمر جہاں ۔ محمد ارسلان ۔ فضل کریم ۔ ثناء فضل ۔ شازیہ جمیل ۔ شازیہ اسلم ۔ طارق ۔ نغمہ ۔ شاہد سلیم ۔ ندیم سلیم ۔ عرفان انصاری ۔ خالد ۔ فاطمہ ۔ دانیہ ۔ عثمان احمد ۔

لاہور :: مصباح ۔ فیروزہ ۔ صفیہ ۔ جویریہ ۔ نسیم اختر ۔ کرن ۔ مسز قمر ۔ سائرہ بی بی ۔ مسز خالق ۔ نصرت ۔ رمنا حق ۔ مسز مسرت ۔ زین ۔ مریم ۔ نور ۔ طاہرہ ۔ مسز نواز ۔ ثمینہ ۔ ریاض بی بی ۔ سردار بیگم ۔ نبیلہ ۔ مسز ثروت راؤ ۔ آسیہ ۔ گلناز ۔ حمیرا ۔ عالیہ گلزار ۔ مسز آفتاب ۔ عبدالرحمٰن ۔ مسز خواجہ اختر ۔ فرزانہ جمشید ۔ جمشید اقبال ۔ طلعت ۔ مسز محمد اختر ۔ نورین عابد ستار ۔ ماہ نور ۔ نسیم مسعود ۔ اسماء ۔ امبر ۔ عروج ۔ مسز مسرت خواجہ ۔ شیخ عظمت ۔ مسز منظور ۔ چچی ۔ قدسیہ ۔ زاہدہ ۔ ملیحہ احمد ۔ سعیدہ سلطانہ ۔ مسز افتخار ۔ مسز کاظمی ۔ مسز سرفراز ۔ عائشہ سرفراز ۔ مسز مظہر علی خان ۔ ثمینہ ۔ زاہدہ لطیف ۔ آمنہ ۔ مسز بشیر ۔ مسز مجیدہ تجمل ۔ کلثوم اشفاق ۔ شبیلہ ۔ افشاں ۔ زاہدہ ۔ روبینہ اکرام ۔ معراج بیگم ۔ رقیہ ۔ مسز نیازی ۔ عظمیٰ ۔ مسز فیاض ۔ ذکیہ رخسانہ ۔ محمد جاوید اقبال ۔ اصغر ۔ ماہ رخ ۔ محمد وقاص ۔ شہباز ۔ حسن گل ۔ سعید گل ۔ رشید نذیر ۔ عنایت بی بی ۔ عزیز بی بی ۔ ممتاز بیگم ۔ رقیہ ۔ آمنہ حسن ۔ محمود خان ۔ ثریا نذیر ۔ ارشاد بیگم ۔ ریاض فاطمہ ۔ قمر النساء ۔ کنیز بی بی ۔ عفت جاوید ۔ سعیدہ سلامت ۔ مسرت حنیف ۔ شبنم سلیم ۔ انوری بی بی ۔ رضا شاہ ۔ کبیرہ ۔ حمزہ ۔ تاہدہ ظفر ۔ حیدر خان ۔ سائرہ بانو ۔ ایمن ۔ ہاجرہ بی بی ۔ میر خاتون ۔ حسین فاطمہ ۔ سکینہ ۔ نصرت ربانی ۔ سدرہ عارف ۔ مسز آغا ۔ قدسیہ اختر ۔ طاہرہ شریف ۔ عابدہ اسلم ۔ حمیرا ارشاد ۔ ذکیہ بیگم ۔ حسینہ ۔ زرینہ بیگم ۔ ارشاد بی بی ۔ نصیب بی بی ۔ فردوس ۔ نیاز اختر ۔ نیمہ اختر ۔ نور جہاں انور ۔ عفت سیف ۔ علی رضا ۔ صدام حسین ۔ عبدالجلیل ۔ اسمٰعیل ۔ کومل ۔ غلام عباس ۔ حسیب خان ۔ داؤد ۔ علی حیدر ۔ کلثوم ۔ نسیم اقبال ۔ کنول ۔ رخسانہ انور ۔ شہناز انور ۔ الماس ۔ زہرہ منیر ۔ رحمت بی بی ۔ حراحق ۔ مریم ظفر ۔ شازیہ ۔ حمیرا ۔ مسز صفیہ زیدی ۔ فیروزہ صدیق ۔ آمنہ بی بی ۔ محمد عارف ۔ کلثوم اختر ۔ محمد علی ۔ محمد عثمان ۔ محمد عمر ۔ فوزیہ اقبال ۔ رابعہ عارف ۔ بشریٰ خان ۔ عائشہ راشدہ ۔ محمد حنیف ۔ یسریٰ ۔ نگہت کمال ۔ زاہدہ اسحٰق ۔ انیلہ ۔ سرفراز احمد ۔ بلال قریشی ۔ نیلوفر ۔ ماہ رخ ۔ نوشین ۔ محمد نذیر ۔ محمد اکرم ۔ روبی اعجاز ۔ رقیہ ۔ رانا اکرم بیدن ۔ احمد علی ۔ مسز میر ۔ شمیم میر ۔ سجاد احمد ۔ فواد احمد ۔ عدیل ۔ قیوم فاطمہ ۔ بیگم فاطمہ ۔ مسز قریشی ۔ مسز ریاض ۔ مسز شاہ ۔ فرحانہ ۔ وسیم ۔ مسز حامد ۔ مسز جمیل راؤ ۔ مسز نوید چوہدری ۔ فرخ نبیلہ ۔ مسز ضیا سرور ۔ آسیہ ثاقب ۔ عینی ۔ سدرہ ۔ شکیل ۔ ڈاکٹر نجم ایاز ۔ اسامہ ۔ طلحہٰ ۔ سردار بی بی ۔ گل نفیس ۔ مجیداں بیگم ۔ پروین اختر ۔ روبینہ کوثر ۔ شگفتہ انور ۔ نسرین بی بی ۔ رابعہ بشیر ۔ نذیراں بی بی ۔ مقصوداں بیگم ۔ نوراں بی بی ۔ سعیدہ ۔ ناصرہ ۔ خورشید بی بی ۔ محمد عمر ۔ نسیم ۔ بشیراں بی بی ۔ بلقیس ۔ حنیفاں بی بی ۔ شجاعت حسین ۔ کوثر شفی ۔ غزالہ ۔ خالدہ پروین ۔ ثروت ندیم ۔ مختاراں بی بی ۔ مسز صفیہ زیدی ۔ فیروزہ صدیق ۔ آمنہ بی بی ۔ شریفاں بی بی ۔ عبدالحمید ۔ ممتاز خان ۔ شکیلہ جبیں ۔ جمیلہ بی بی ۔ ریاض بیگم ۔ محمد خان ۔ توحید بیگم ۔ عرشین ۔ صدیق النساء ۔ صغراں ۔ سلمٰی ۔ تاج بی بی ۔ بشیر احمد ۔ سعیدہ درانی ۔ آسیہ ۔ رحمت بی بی ۔ کوثر ۔ طاہر علی صدیقی ۔ مقبول بی بی ۔ غلام فاطمہ ۔ زریا ۔ محمد صدیق ۔ ثناء ۔ حفیظاں بی بی ۔ جنید ۔ نسرین خالد ۔ بشیر ملک ۔ پروین کھوکھر ۔ طیب ظفر ۔ فرحت بیگم ۔ تسلیم کوثر انجم ۔ مہتاب بی بی ۔ نور محمد ۔ صفیہ بیگم ۔ زین العابدین ۔ مختاراں بی بی ۔ نذیراں بی بی ۔ تاج گل ۔ گلشن ریاض ۔ ملک ارشاد ۔

راولپنڈی :: عاطف رشید ۔ زاہد جان جدون ۔ خورشید انور ۔ انعام اللہ ۔ ساجد علی ۔ تنویر اقبال ۔ شیراز خرم ۔ انوری بیگم ۔ محمد حنیف ۔ محمد یونس ۔ عصمت جبین ۔ افشاں جبین ۔ آمنہ آصف ۔ صفیہ اعجاز ۔ خالدہ انور ۔ عائشہ پروین ۔ مقصود بیگم ۔ رضیہ کریم ۔ ناصر زبیر ۔ زبیر احمد ۔ محمد آصف خان ۔ مشہد بانو ۔ الماس ۔ شگفتہ انور ۔ سیما ادریس ۔ فرحت یاسمین ۔ زویا حبیب ۔ سعیدہ حنیف ۔ سیما سحر ۔ فرحان قطب ۔ سعیدہ جاوید ۔ سعید بانو ۔ ثروت لطیف ۔ بلقیس جہاں ۔ محمد لطیف ۔ عائشہ پروین ۔ مقصود بیگم ۔ رضیہ کریم ۔ ناصر زبیر ۔ آمنہ بیگم ۔ محمد آصف خان ۔ اسد اللہ خان ۔ گل معروف ۔ فریدہ دانش ۔ صائمہ عفت ۔ خورشید عفت ۔ سحر نگار ۔ ثمر بانو ۔ بے نظیر ۔ سلمٰی سلطانہ ۔ عدیلہ عفت ۔ بلقیس جہاں ۔ عزیز لطف ۔ محمد عظیم ۔ سائرہ ۔ علینا ۔ نبیل عدیجہ ۔ نسیم اختر ۔ یٰسین اختر ۔ کرن یٰسین ۔ سمیعہ طارق ۔ شفیق ۔ سعیدہ حنیف ۔ ثوبیہ بدران ۔ صفیہ اعجاز ۔ ذکی الرحمٰن ۔ احمد مسعود ۔ عصمت پروین ۔ ذوالجدہ ۔ خدیجہ ہاشمی ۔ فرحت ۔ قدانی ۔ ساجد محمود اعوان ۔ نائلہ اعوان ۔ فرحت بتول ۔ بانو بیگم ۔ ثوبیہ رشید ۔ مریم رشید ۔ شاہینہ ۔ شاہدہ بیگم ۔ عبدالخالق ۔ نائلہ جبین ۔ وقاص ۔ اسد اللہ خان ۔ صائمہ آصف ۔ ماہ رخ ۔ رفعت سلطانہ ۔ ریحانہ افضل ۔ سائرہ ساجد ۔ علینا ساجد ۔ مسرت جبین ۔ سائرہ بیگم ۔ روبینہ نثار ۔ انور سلطانہ ۔ زاہدہ اشرف ۔ معید احمد ۔ زرینہ بیگم ۔ زینب ۔ طاہر کنیل ۔ فرحت بتول ۔ شاہینہ رحمٰن ۔ فرحانہ وقاص ۔ شہناز موصوف ۔ مولوف الرحمٰن ۔ عالیہ تبسم ۔ بلقیس قدوائی ۔ پروین اختر ۔ محمد ارشد ۔ نسیم اختر ۔ بشیر حسن ۔ فہد مرسلین ۔ مہوش مرسلین ۔ عذرا رانی ۔ حاجی محمد رمضان ۔ فہمیدہ ۔ عبدالمجید ۔ بلال قمر ۔ محمد اکرم ۔ سید عظمت علی ۔ سید منظور حسین شاہ ۔ ظہور الرحمٰن ۔ شمیم حمید ۔ ندیم حمید ۔ حبیب اللہ ۔ ناہید حمید ۔ سکندر حیات ۔ شوکت حیات

فیصل آباد :: محمد اشتیاق ۔ عمران اشتیاق ۔ عرفان اشتیاق ۔ محمد نعیم الدین ۔ اظہر محمود ۔ بشیر درانی ۔ ذوالقرنین ۔ راجہ الیاس ۔ زینب قریشی ۔ بی بی الٰہی بخش ۔ عنایت حسین ۔ آفرین ریاض ۔ حبیب خان ۔ محمد امین ۔ اسماء ۔ عابدہ ۔ عظمیٰ جمیل ۔ رحمت ۔ خالد ۔ رحمت علی ۔ کریم ۔ شہناز پروین ۔ سدف ۔ عرفان ۔ افشاں ۔ جاوید عدنان ۔ نغمہ زیدی ۔ امجد سعید ۔ احمد سعید ۔ ماریہ ۔ سعیدالحق ۔ رقیہ ۔ عمران احمد عباسی ۔ رخسانہ یاسمین ۔ مسز ارشاد ۔ مہ پارہ ۔ ظفر اقبال ۔ مومنہ لاسے ۔ محمود اقبال ۔ نبیلہ شریف ۔ نیلوفر زاہد ۔ جہانزیب ۔ آصف رضا ۔ بخش ۔ اصغر علی خان ۔ شاہینہ ۔ فرزانہ ۔ النساء ۔ ممتاز رحیم ۔ محمد نسیم خان ۔ مدثر عباسی ۔ بشیر حسین ۔ علی شیر ۔ محمد اکرام ۔ بلال قمر ۔ مسرت جبیں ۔

پشاور :: محمد عابد ۔ شاہ زمان ۔ طاہرہ بی بی ۔ فہمیدہ ظفر قمر ۔ سجاد احمد ۔ سلیم اللہ ۔ سندر شکر ۔ یثرب ۔ ریاض ۔ رشید علی ۔ سلیم خان ۔ یار محمد ۔ افضل ۔ کلثوم ۔ ممتاز شعیب ۔ اظہر صدیقی ۔ سلطانہ ظفر ۔ صائقہ سلیم ۔ ضیاء احمد ۔ محمد طارق مروت ۔ مہر بانو ۔ غلام جعفر ۔ خالد جمیل ۔ ندیم ارشد ۔ تعظیم گل خان ۔ بشیر احمد ۔ ذیشان حیات ۔ سید افتخار حسین ۔ قمر تاج ۔ محمد عظیم ۔ جمشید علی ۔ عاصم ضیاء ۔ حبیب ۔ چمن آرا بی بی ۔ افضل احمد ۔ مہر شاہ ۔ عذرا اقبال ۔ فضل حیات ۔ جہانزیب ۔ معراج گل ۔ کوثر بانی ۔ غلام رسول ۔

شازیہ۔ غلام نبی۔ عنایت اللہ۔ محمد ارشد مغل۔ نور حسین۔ فرید اللہ۔ صائمہ سلیم۔ سرفراز کوثر۔ فتح محمد۔ جان محمد۔ شاہد محمود۔ نسرین۔ نصرت۔ ذوالفقار علی۔ فوزیہ۔ مقصود الحسن۔ شاہدہ خان

کوئٹہ : عبدالواحد۔ قدسیہ صدیقی۔ یاسمین صدیقی۔ کاشف ریحان۔ محمد اعجاز۔ محمد شفقت۔ عبدالحمید۔ عبدالمجید۔ عبدالحئی۔ عبدالستار۔ تسنیم کوثر۔ حارث۔ رابعہ۔ خالد۔ صدف۔ مصباح۔ ریحان۔ عبداللہ۔ ذیشان۔ اسماء۔ حاجرہ۔ شاہدہ۔ رشیدہ بیگم۔ محمد عقیل۔ جہانگیر۔ مسز ہما۔ صنوبر خان۔ شفقت ہاشمی۔ حرا سلیم۔ اویس احمد میر۔ مسعود احمد۔ ندیم۔ محمد اکبر کمال۔ گل شاہ۔ ثناء اللہ۔ سلمٰی خالد۔ حسام الدین۔ اسامہ۔ ولید۔ ارسل۔ عائشہ۔ لاریب۔ سیف اللہ۔ مسرت جمالی۔ طارق جمالی۔ مس مہر النساء خان۔ مسز زہرہ درانی۔ روبینہ شیریں۔ قمر مرزا۔ مسز ہما بلال۔ رضیہ سلطانہ۔ نزہت۔ عروسہ نعیم۔ سید نعیم اختر۔ بلقیس اختر۔ غلام رسول۔ محمد اسلم شاہوانی۔ میر افضل۔ تسنیم فرحت۔ شاہین خان۔ ناہید فخری۔ نسرین۔ ڈاکٹر محمد بشیر۔ علاؤالدین احمد۔ محمد ادریس۔ شبیر حسین۔ مظہر علی۔ انعام الحق۔ عبدالمنان۔ ڈاکٹر سعید۔ انعام الحق شنواری۔ فریدہ درانی۔ فریدہ جاوید۔ یٰسین جمالی۔ الطاف شاہ۔ محمد طارق۔ حاجی ندیم۔ محمود خان۔

ٹوکن　　　　　　　　　　　　ٹوکن

ٹیلی پیتھی سیکھیے

ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کریں

پورا نام .... والدہ کا نام ....

عمر (عمر کی تصدیق کے بغیر ٹوکن قابل قبول نہ ہو گا) .... تعلیم ....

مٹھاس سے رغبت زیادہ ہے یا نمکین سے .... اگر آپ کسی روحانی سلسلے میں بیعت ہیں تو

اپنے پیرو مرشد اور سلسلے کا نام لکھیں ....

یہ تمام معلومات ایک الگ کاغذ پر ٹوکن کے ساتھ ضرور بھیجیں

۱۔ عام صحت　۲۔ جسمانی حالت　۳۔ مزاج　۴۔ حافظہ　۵۔ مشاغل　۶۔ والدین کی مزاجی حالت　۷۔ والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ تعلقات　۸۔ اگر شادی شدہ ہیں تو میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی ہے یا نہیں؟　۹۔ بچپن سے لے کر اب تک جن بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں خصوصاً دماغی اور جنسی امراض کی تفصیل ضرور تحریر کریں۔

نوٹ : ٹیلی پیتھی کے لفافے میں مسائل کے حل یا کسی دوسری چیز کے بارے میں کچھ نہ لکھیں۔ تمام خطوط پتہ لکھے ہوئے جوابی لفافے کے ساتھ ارسال کریں۔

مکمل پتہ: ....

....

ٹیلی پیتھی سیکھئے ۱۔ڈی، ۷/۱، ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

روحانی طالبات و طلباء سے گذارش ہے کہ وہ جب اپنی واردات و کیفیات ارسال فرمائیں تو اپنا پورا نام اور مکمل پتہ تحریر کرنا ہرگز نہ بھولیں۔

احمد نواز

مراقبہ میں یکسوئی ہوئی تو دیکھا کہ زرد روشنیاں تیزی سے گذند ہونے لگیں اور پھر اچانک ہی زرد رنگ کی ٹھوس اشکال اندھیرے میں مختلف ٹکڑوں میں نمودار ہوئیں اور تھوڑی دیر کے بعد غائب ہو گئیں۔ اگلے ہی لمحے زرد روشنی کا ایک سورج نظر آیا اور میں نے اپنی پوری توجہ اس پر مرکوز کر دی مگر اسی لمحہ پانی کا ایک قطرہ آنکھوں پر گرا۔ میں نے تازہ وضو کیا تھا یہ قطرہ ماتھے سے گرا تھا نیز گردن اور بازو پر بھی سرسراہٹ ہونے لگی اور میرے مراقبہ میں گہرائی کم ہو گئی دوبارہ یکسو ہونے کی کوشش کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد ہی یکسوئی بڑھنے لگی اور زرد روشنیوں کا وہی گولہ دوبارہ نظر آیا اور جب میں نے اس کے اندر جھانکا تو ہزاروں ذکریا اس کے اندر حرکت کرتے ہوئے نظر آئے۔

کافی دیر تک سفید روشنی پھیلی رہی جیسے سردیوں میں دھند ہوتی ہے۔ پھر اس دھند میں خانہ کعبہ نظر آیا جس میں ہزاروں لوگ اس کا طواف کر رہے تھے اس کے بعد روضہ رسول ﷺ اس طرح نظر آیا کہ اس پر بھی وہی سفید روشنی آسمان کی وسعتوں سے پڑ رہی تھی اور پھر روضہ رسولؐ مکمل طور پر اس میں ڈوب گیا۔ پھر جہاں ایک طرف مراقبہ میں گہرائی پیدا ہوتی چلی گئی تو دوسری طرف تھکاوٹ نے بھی حملہ کر دیا اور میں مراقبہ میں بے ساختہ یاحی یاقیوم کا ورد کرنے لگا جلد ہی میں مراقبہ میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر دوران مراقبہ کتاب "محمد رسول اللہ ﷺ" کے اقتباس گونجنے لگے۔

نادیہ رشید

تصور قائم ہونے کے بعد میں نے دیکھا میں ایک بہت خوبصورت جگہ پر کھڑی ہوں جہاں کے بعد دیگرے بہت سارے دروازے ہیں میں ان میں سے ایک میں داخل ہو جاتی ہوں۔ ان دروازوں کے پیچھے بہت خوبصورت سے کھلے کھلے اور خوبصورت شیشیوں سے بنی ہوئی چیزیں دیواروں پر آویزاں ہیں۔ کمروں کے فرش بہت خوبصورت ہیں۔ غرض میں بیان نہیں کر سکتی کہ وہاں کس قدر خوبصورت چیزیں تھیں۔

پھر دیکھا کہ بہت سارے جامنی رنگ کے ہاتھیوں کے پاس کھڑی ہوں۔ وہ اس قدر خوبصورت لگ رہے ہیں کہ الفاظ میں نہیں بتایا جا سکتا۔ اس کے بعد میں ایک ہاتھی پر

سواری بھی کرتی ہوں اور پھر بہت خوبصورت جگہ پر پہنچ جاتی ہوں۔ جہاں پر خوبصورت باغات ہیں میں وہاں سیر کرتی ہوں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو ایک خوبصورت سے صحرا میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ جہاں پر ایک لڑکی جامنی رنگ کے کپڑوں میں ملبوس موتی چن رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا اور دوسری طرف مڑ گئی۔

نغمانہ صدیق ۔ راولپنڈی

دوران مراقبہ یکسوئی کی کیفیت ٹھیک رہی بے وزنی کی کیفیت ہو گئی اور روشنی کے چمکدار نقطے نظر آتے رہے۔ پھر جسم ہلکا ہو کر اوپر اٹھ گیا۔ دیکھا کہ نور کا دریا ہے اور اس میں سے نور کی ایک چٹان پر میں کھڑی ہوں۔ ٹیک لگا کر اس دریا سے باہر نکل رہی ہوں۔ پھر دیکھا کہ بے شمار نمازی ایک کھلی جگہ پر اس طرح بیٹھے ہیں جیسے خطبہ سن رہے ہوں اور سب نے سفید ٹوپیاں پہن رکھی ہیں۔

تھوڑی دیر یہ محسوس ہوا کہ جسم اوپر اٹھ رہا ہے اور میں بہت زیادہ وسیع ہو گئی ہوں اور ہوا میں معلق بیٹھی ہوں اگرچہ یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ مادی جسم فرش پر ہے اور اس سے ایک فٹ اونچائی پر اسی پوزیشن میں میرا جسم مثالی بیٹھا ہے پھر دیکھا کہ ایک چوکور سی سرنگ ہے اور سر سے اوپر جو تہہ اور باہر نکلنے کا راستہ ہے وہ مرکری کی طرح ہے اور اس کے کناروں پر خوبصورت سبز رنگ ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ جیسے جیسے اس سرنگ میں اوپر اٹھ رہی ہوں وہ سرنگ پھیلتی جا رہی ہے بڑی ہوتی جا رہی ہے۔ پھر محسوس ہوا سمندر کا پانی، لہریں ہیں اور میں پانی پر بیٹھی مراقبہ کر رہی ہوں۔ سامنے ساحل بھی دکھائی دے رہا ہے پھر ایسا محسوس ہوا کمرے میں کوئی آیا ہے۔ جب یہ احساس زیادہ ہوا ایک دم مراقبہ ختم ہو گیا۔

دوران مراقبہ تمام وقت محسوس ہوتا رہا کہ کمرے میں کوئی موجود ہے اور بائیں طرف اس کا دباؤ بھی محسوس ہو رہا تھا۔ مراقبہ میں ہی میں یہ کہہ رہی ہوں چونکہ میں مراقبہ کر رہی ہوں اس لئے جو کوئی بھی موجود ہے وہ نظر نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ کمرے کے ماحول کا حصہ ہے۔ غنودگی طاری ہو گئی اور میں نے دیکھا بہت سے چمکدار نقطے نظر آرہے ہیں۔ پھر امی نظر آئیں جو کہ بہت کمزور اور اداس دکھائی دے رہی ہیں اور وہ اکیلی رہ گئی ہیں۔ ان کے لئے بہت محبت محسوس ہوتی ہے اور میں انہیں بہت پیار کرتی ہوں اور بہت روتی ہوں اس کے بعد مراقبہ ختم ہو گیا۔

صائمہ عزیز بروہی ۔ کراچی

دوران مراقبہ نور کا چاند چھوٹا سا نظر آیا پھر چمکتا ہوا سورج پھر ایک کشتی جو پیلے رنگ کی تھی نظر آئی پھر سلسلہ وار روشنی نظر آتی رہی۔ یہ سب ایک سیکنڈ میں بہت تیزی کے ساتھ نظر آئیں جیسے ہی سونے کے لئے لیٹی تو میں نے دیکھا کہ روشن چاند زمین سے آہستہ آہستہ اوپر کی طرف جاتا ہے پھر چاند آسمان پر جا کر ایک جگہ رک جاتا ہے وہاں ایک درخت مجھے نظر آیا۔ اس درخت کے آس پاس سفید روشنی نظر آئی۔ یہ درخت بے جان ہوتا ہے مگر اس کی ہر شاخ بلکہ پورا درخت تنے سے لے کر اس کی شاخ تک سنہری پیلی ہلکی روشنی سے بنا ہوا ہوتا ہے اور درخت کھوکھلا مگر روشن درخت ہوتا ہے۔ پھر سلسلہ اچانک ٹوٹ جاتا ہے پھر دیکھتی ہوں ایک بلند پہاڑی ہے میں اور میرے ساتھ نہ جانے کون ہوتا ہے اس کے ہمراہ میں پہاڑی پر چڑھتی ہوں۔ جلدی جلدی جنون کی حد تک چڑھتی ہوں مجھے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اگر میرا پاؤں پھسل گیا تو میں نیچے آکر مر بھی سکتی ہوں مگر پھر بھی تیزی سے بلند پہاڑی پر چڑھتی ہوں۔ چڑھتے چڑھتے بلندی پر پہنچ جاتی ہوں۔ میں اس پہاڑی پر اس وجہ سے چڑھتی ہوں کیونکہ مجھے ایک بزرگ سے ملنا ہوتا ہے۔ جیسے ہی بلند پہاڑی پر چڑھنے میں کامیاب ہو جاتی ہوں سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔

فضہ وحید قریشی ۔ سیالکوٹ

سانس کی مشق کرنے کے بعد ۳۰۰ بار یا رحمٰن پڑھنے کے بعد مراقبہ شروع کیا۔ پہلے تو مختلف قسم کے خیالات آنے اور جانے لگے۔ مراقبہ شروع کرنے کے بعد محلّہ کی مسجد سے مولوی صاحب لاؤڈ اسپیکر پر زوردار تقریر کرنے لگے جس سے بہت ڈسٹربنس ہوئی۔ مولوی صاحب کی تقریر ختم ہوئی تو ذہن یکسو ہوا۔ کافی دیر کے بعد دیکھا کہ ایک پارک ہے اور اس کی گھاس بہت سرسبز ہے۔ اس کے درمیان سفید کرسیاں ہیں اور کرسیوں کے درمیان میں سفید گول میز ہے اور ان کرسیوں پر مختلف لوگ بیٹھے ہیں۔ میں میز پر کھڑی ہوئی ہوں اور مجھ پر نیلے رنگ کی بارش ہوتی ہے اور دماغ سے ہوتی ہوئی جسم سے گزر کر زمین میں جذب ہو رہی ہے۔ یہ منظر تھوڑی دیر تک قائم رہا۔ دیکھا کہ میرے اردگرد نور پھیلتا جا رہا ہے اور گرد کا پارک اور کرسیوں والا منظر غائب ہوتا جا رہا ہے اور صرف میں ہوں اور نور ہے۔

کافی دیر تک جب مراقبہ ختم کرنے لگی تو دیکھا کہ پیرس کا ایفل ٹاور ہے اور میں وہاں پر کھڑی ہوں اور یہاں سے نیچے کی جانب دیکھ رہی ہوں۔ مکان اور بلڈنگ وغیرہ بہت چھوٹی چھوٹی نظر آرہی ہیں۔ نیلے رنگ کی روشنی کی بارش ہوتی ہے یہ منظر صرف چند لمحوں کا تھا۔

جب سے مراقبہ باقاعدگی سے شروع کیا ہے کافی حد تک بدل گئی ہوں۔ اول تو غصہ آتا ہی نہیں لیکن اگر کبھی آجاتا ہے تو اس کا اثر فوراً ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کوشش کرتی ہوں کہ کسی کو دکھ نہ دوں۔ کسی کی غیبت نہ کروں۔ بہت احتیاط کرتی ہوں۔ خدا کی مخلوق کی حتی المقدور خدمت کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ والدین کا احترام کرتی ہوں، بڑوں کو سلام کرتی ہوں، چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتی ہوں۔ پہلے تو روزانہ سفید لباس پہن کر مراقبہ کرتی رہی تھی مگر آج کل یہاں پر بہت زیادہ سردی ہو گئی ہے اس وجہ سے بعض اوقات ممکن نہیں ہوتا۔ خوشبو بھی استعمال کرتی ہوں۔

محمد ارشد ۔ کراچی

دوران مراقبہ یوں محسوس ہوا کہ میرا دماغ بائیں جانب گردش کر رہا ہے۔ میرے لئے یہ عجیب و غریب کیفیت تھی لیکن اس میں مجھے بے اندازہ سکون مل رہا تھا۔ پھر دماغ کے ساتھ ساتھ میرا پورا جسم بائیں جانب گردش کرنے لگا۔ یہ گردش گھڑی کی سوئیوں کی گردش کے برعکس تھی یعنی اینٹی کلاک وائز۔

مجھے خیال آیا کہ اس ڈائریکشن میں کسی اسکرو یا نٹ کو گھمایا جائے تو وہ کھلنا شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر باہر نکل آتا ہے۔ رفتہ رفتہ میرے جسم کی گردش میں اضافہ ہوتا گیا اور میرا جسم اوپر کو اٹھنا شروع ہو گیا لیکن یہ جسم گوشت پوست کا جسم نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے میرے خیال کا ہیولیٰ سا تھا جسے محسوس تو کر سکتا تھا مگر ٹھوس حیثیت میں نہیں۔

میرے احساس کی طرزیں مختلف ہو چکی تھیں اب مجھے جو کچھ نظر آرہا تھا وہ سب کچھ اس سے یکسر مختلف تھا کہ جو میں ہمیشہ سے اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھتا آیا تھا۔ یہ سب ایسے ہی تھا جیسے آپ کسی ایسے کمرے میں داخل ہوں جہاں گھپ اندھیرا ہو۔ رفتہ رفتہ آپ کی اندھیرے میں دیکھنے کی کیفیت طاری تو ہو جاتی ہیں لیکن اشیاء کی اصل ماہیت رنگ وغیرہ سے آپ بالکل بے خبر رہتے ہیں۔ ایسے کمرے میں بہت سا وقت گزارنے کے بعد جب اچانک لائٹ آجائے یعنی روشنی ہو جائے تو کمرے کی ہر چیز اپنی اصل ماہیت کے ساتھ سامنے آجائے گی۔ بالکل اسی طرح شاید میرے ساتھ ہوا تھا۔ اب مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ جسے لوگ اندھیرا کہتے ہیں درحقیقت وہی روشنی ہے۔ ایسی روشنی کا ادراک مجھے مرشد کریم کی شفقت و محبت سے حاصل ہو گیا تھا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ دیوار کیا ہے، درخت کیا ہیں، پرندے کیا ہیں۔ جس چیز کو ہم سطح کہتے ہیں وہ مفروضہ ہے۔ اصل سطح وہ ہے جس پر یہ سب کچھ نقش ہے۔ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ سب کچھ مفروضے کے سوا کچھ نہیں۔

روحانی فون سروس

فوری مشورے کے لئے رجوع کریں

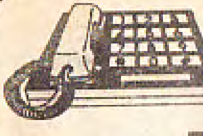

کراچی | حیدر آباد | لاہور | راولپنڈی | فیصل آباد | کوئٹہ میں آپ کی خدمت کیلئے

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر سرپرستی ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے آپ کے مسائل کے حل پر مبنی جوابات براہ راست پیش کرنے کے لئے روحانی فون سروس شروع کی ہے۔ روحانی فون سروس کے ذریعے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے اجازت یافتہ حضرات دی گئی ہدایات کے مطابق قارئین کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ روحانی فون سروس کے ذریعے آپ اپنے مسائل کا براہ راست حل معلوم کرسکتے ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے کالم میں شائع ہونے والے کسی جواب کے بارے میں کوئی وضاحت طلب کرنا ہو تو معلوم کرسکتے ہیں۔ محفل مراقبہ میں دعا کے لئے نام لکھواسکتے ہیں، نومولود بچوں کے نام کے بارے میں دریافت کرسکتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی کتاب "روحانی علاج"، "رنگ و روشنی سے علاج" یا ان کی کسی بھی دوسری کتاب کے بارے میں کوئی بھی بات دریافت کرسکتے ہیں۔

ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجئے
یہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے

حکیم وقار یوسف عظیمی

کراچی	6685469 شام 5 بجے سے 8 بجے تک۔ اتوار 10 سے 1 بجے تک 6688931 علاوہ جمعہ، ہفتہ و سرکاری تعطیلات
حیدر آباد	866411 شام 6 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ جمعہ، ہفتہ و سرکاری تعطیلات
لاہور	7243541 شام 4 بجے سے 6 بجے تک
راولپنڈی	584557 3 بجے سے 5 1/2 بجے شام تک
فیصل آباد	719065 صبح 10 بجے سے 1 بجے تک علاوہ جمعہ
کوئٹہ	837187 شام 7 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ اتوار

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

مرکزی مراقبہ ہال۔ سرجانی ٹاؤن۔ کراچی

کی زیر سرپرستی پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہال اور نگران خواتین و حضرات

حیدر آباد :- ممتاز علی۔ گلشن شہباز نزد ٹول پلازہ۔ رابطہ آفس :- 237/C بلاک E یونٹ نمبر 9 لطیف آباد حیدر آباد۔ فون : 866411

حیدر آباد :- فیروزہ ندیم ۔ کلیم پیلس 48/C بلاک E لطیف آباد 8۔ حیدر آباد

ٹنڈو الہ یار :- ڈاکٹر نور محمد۔ ایمرجنسی سینٹر مارکیٹ، چوک ٹنڈوالہ یار۔ ضلع حیدر آباد

سانگھڑ :- شوکت علی ۔ 262/51 نزد نورانی مسجد

نوابشاہ :- سید رفاقت علی۔ 2C-201 لیاقت آباد۔

نوابشاہ :- سائرہ خاتون ۔ B-433 سوہنی بازار

لاڑکانہ :- نظام الدین چنہ۔ چکل سرمست ہاؤسنگ کالونی، پوسٹ بکس نمبر 16۔ پوسٹ کوڈ 77150۔ لاڑکانہ

فیصل آباد :- محمد ذوالفقار کھوکھر۔ الٰہی ٹاؤن نزد گورنمنٹ ایلیمنٹری گرلز اسکول۔ گھوکھووال۔ ملت روڈ رابطہ آفس :- ماجد دواخانہ، گلی نمبر 1، جیلانی پورہ، جھال ستیانہ روڈ۔ فیصل آباد

لاہور :- میاں مشتاق احمد۔ A/158 مین بازار مزنگ۔

حجرہ شاہ مقیم :- پروین اختر۔ نزد جنرل بس اسٹینڈ۔ چورستہ روڈ۔ حجرہ شاہ مقیم

خانیوال :- زہرہ۔ بلاک نمبر 5، گلی نمبر 1، مکان نمبر 6۔ خانیوال

چنیوٹ :- پروفیسر محمد طاہر۔ نزد جوڈیشل حوالات۔ لاہور روڈ، چنیوٹ۔ ضلع جھنگ

گوجرانوالہ :- سید طاہر جلیل ۔ اسلام آباد روڈ بالمقابل PSO پٹرول پمپ نزد چوک کھیالی بائی پاس۔

سیالکوٹ :- طاہرہ شمیم۔ محلہ محمد پورہ، شہباز کالونی نزد آغا خان قبرستان۔

دریاخان :- صوفی محمد یامین۔ عظیمی اسٹریٹ فاروق آباد

راولپنڈی :- قاضی مقصود احمد ۔ قاضی اسٹریٹ ۔ مریڑ حسن

گوجر خان :- محمد ندیم رضا۔ گوجر خان ہاؤسنگ اسکیم (پڑاؤ) ۔ گوجر خان

بھالیہ :- محمد ریاض۔ میاں روڈ۔ پھالیہ

اٹک :- ڈاکٹر احمد ممتاز اختر۔ بالمقابل شکردرہ موڑ نزد پرائمری اسکول شین باغ خورد۔ اٹک شہر

جہلم :- ڈاکٹر تنویر حسن۔ المدینہ مارکیٹ، احسان روڈ کالا گوجراں۔ جہلم

پشاور :- نیاز احمد۔ خیبر بازار نزد لان سینما، فورٹ گرڈ اسٹیشن۔ واپڈا کالونی

کوئٹہ :- محمد نواب خان ۔ 63 بولان ہوٹل، شارع گلستان، کوئٹہ کینٹ۔ پوسٹ بکس 414 فون : 837187

آزاد کشمیر :- [illegible] ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن، میر پور

آزاد کشمیر :- سعیدہ ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن۔ میر پور

ہری پور :- محمد پرویز خان ۔ پوسٹ آفس بالڈھیر، مقام تلک پاہ۔ ہری پور ہزارہ فون : 2574

ہری پور :- ملک خان۔ مقام گیر خان ڈاکخانہ سرائے صالح۔ تحصیل و ضلع ہری پور

راولپنڈی :- انور سلطانہ۔ قاضی مارکیٹ، کوثر کالونی، مریڑ حسن۔ راولپنڈی

روحانی ڈاک

روحانی ڈائجسٹ پاکستان اور روحانی ڈائجسٹ انٹر نیشنل برطانیہ میں ہر ماہ خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت مسائل کا روحانی حل اور لاعلاج بیماریوں کا علاج پیش کیا جاتا ہے۔ کوائف معلوم ہونے سے مسائل کا حل اور بیماریوں کا علاج تجویز کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

پورا نام.................. والدہ کا نام..................

عمر.................. آنکھوں کا رنگ..................

اندھیرے سے ڈر تو نہیں لگتا..................

بچپن سے خط لکھنے تک عام صحت کیسی رہی..................

....

مکمل پتہ..................

....

اپنے بارے میں کوئی وضاحت کرنا چاہتے ہوں تو الگ کاغذ پر ایک سطر چھوڑ کر لکھیں براہِ راست جواب کے لئے پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ بھیجنا ضروری ہے۔

روحانی ڈاک میں مسائل کا حل رنگ و روشنی سے علاج، مراقبہ کے ذریعے علاج، روحانی علاج اور پیراسائیکالوجی کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔

روحانی ڈاک
D,1/7-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600

روحانی ڈاک

خواجہ شمس الدین عظیمی

زندگی کا نصف حصہ

کامران مرزا

آپ خواب کو زندگی کا نصف حصہ قرار دے کر بیداری کو فکشن قرار دیتے ہیں۔ اس بیداری کو جس پر تمام رائج علوم کا انحصار ہے اور جس بیداری پر نوعِ انسانی کی لاکھوں کروڑوں سال کی تاریخ کا دارومدار ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ بیداری کے اندر جو حواس کام کرتے ہیں چونکہ وہ مفروضہ ہے اس لئے بیداری بھی مفروضہ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بیداری کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو یہ سب کچھ جو ہمیں نظر آرہا ہے لاکھوں سال میں انسان نے جو ارتقائی منازل طے کی ہیں ان سب کی حیثیت کیا قرار پائے گی۔

جواب :- علم مابعد النفسیات میں ان علوم سے بحث کی جاتی ہے جو طبیعات اور نفسیات کی نفی کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ تلاش کرنا ہے کہ ہمارے اندر جو حواس کام کر رہے ہیں اور جن کو ہم بیداری کے حواس کے نام سے جانتے ہیں وہ کس طرح بنتے ہیں اور ہمیں کہاں سے وصول ہو رہے ہیں؟ ہمارے اندر جو حواس کام کر رہے ہیں ان کا وجود مستقل نہیں ہے۔ ابھی ہم خوش ہو رہے ہیں اور پھر ناخوش ہو جاتے ہیں۔ ہم ہر قدم پر حواس کی گرفت میں اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ ہماری اپنی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ من حیث المجموع ہم کسی ایک تصور، کسی ایک خیال، کسی ایک احساس یا کسی ایک عمل کو خوشی اور راحت کا ذریعہ قرار نہیں دے سکتے۔ ایک خیال ایک تصور یا عمل اگر ایک شخص کے لئے خوشی اور راحت کا سبب ہے تو دوسرے کے لئے انتہائی تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوتا ہے۔

اگر ایک شخص اولاد کی زیادتی سے پریشان اور بدحال ہے تو دوسرا شخص اولاد نہ ہونے کی وجہ سے مایوس اور ناامید ہے۔ اگر ایک آدمی افلاس اور تنگ دستی سے عاجز آیا ہوا ہے تو دوسرا آدمی عیش و عشرت کی فراوانی سے دماغی کشمکش اور اعصابی کشیدگی میں مبتلا اور بے چین ہے۔ ایک آدمی سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سکون کی دولت سے محروم ہے۔ جس کے پاس وسائل نہیں ہیں وہ اس لئے بے چین اور مضطرب ہے کہ اسے وسائل حاصل نہ ہونے کی شکایت ہے اور جس کے پاس وسائل کا انبار ہے وہ اس لئے بے چین اور مضطرب

ہے کہ ان وسائل نے اس کی ذہنی آزادی کو سلب کر لیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ محبت ماں کو اولاد سے ہوتی ہے مگر ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماں بھی اولاد کو بھول جاتی ہے، شوہر بیوی کی جدائی کو فراموش کر دیتا ہے۔ آج اگر ہمارے اوپر خوشی اور مسرت کے حواس غالب ہیں تو ہم غم واندوہ سے لبریز حواس کو اس طرح نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جیسے وہ کبھی ہمارے اوپر مسلط ہی نہیں ہوئے تھے۔ اگر آج ہم پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں تو ہم گزری زندگی کو خوشیوں سے لبریز قرار دیتے ہیں اور ناامیدی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں۔ ان تمام حقائق کی موجودگی میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم بیداری کے جن حواس میں زندگی گزار رہے ہیں وہ مفروضہ نہیں ہیں؟

یہ بات بہت غور طلب اور اہم ہے کہ اللہ نے کسی انسان کو پابند اور مقید پیدا نہیں کیا۔ قرآن پاک میں بیان کردہ قانون کی روشنی میں اصل انسان حواس کا پابند کبھی نہیں ہوا۔ حواس ہمیشہ انسان کے پابند رہے ہیں۔ آیئے تلاش کریں کہ انسان کو حواس، سوچنا سمجھنا، متاثر ہونا، غم زدہ یا خوش ہونا، زندہ رہنے کی کوشش کرنا یا موت سے ہم آغوش ہو جانا کہاں سے ملے ہیں اور ان کی حیثیت کیا ہے؟

"اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے تمہارا دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ پیو (یعنی تمہارے اوپر زمانیت اور مکانیت کی کوئی پابندی نہیں ہے) لیکن دیکھو اس درخت کے قریب نہ جانا۔ ورنہ تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا" (قرآن)۔ درخت معنوی نقطہ نظر سے ایک ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس میں شاخ در شاخ پتے اور پھل کی موجودگی پائی جاتی ہے۔ اللہ کے اس زمان کا مفہوم یہ ہے کہ "اے آدم "زمان و مکاں کی پابندی قبول نہ کرنا ورنہ تو اس میں اس طرح جکڑ جائے گا جس طرح درخت کی شاخ سے شاخ اور ہر شاخ میں بے شمار پتے ہوتے ہیں اور جب تو اس قیدوبند کو آزادی اور خوشی کے بدلے قبول کرے گا تو اپنے اوپر ظلم کرے گا۔

جب آدم نے قیدوبند کی زندگی کو اپنا لیا تو جنت نے، جو آزاد اور زمان و مکاں کی پابندیوں سے ماوراء مقام ہے اسے رد کر دیا۔ چونکہ انسان جنت کے حواس کھو بیٹھا ہے جو اس کے اپنے اصلی حواس ہیں اس لئے انسان یا آدم کو زمین پر پھینک دیا گیا جہاں وہ پابندی اور قید وصعوبت کے حواس میں گرفتار ہے۔ علم مابعد النفسیات کا یہ کہنا کہ زمین کے اوپر کام کرنے والے حواس مفروضہ ہیں صحیح ہے اس لئے کہ یہ انسان کے اصل حواس نہیں ہیں بلکہ عارضی ہیں۔ انسان کے اصلی حواس وہ ہیں جہاں اس پر زمان و مکاں کی حد بندیاں عائد نہیں ہوتیں۔ اگر انسان ان عارضی او غیر مستقل حواس کے تسلط سے نجات پا جائے تو پھر وہ اپنے اصلی اور آزاد حواس کو حاصل کر سکتا ہے جس میں نہ غم داخل ہوتا ہے نہ پریشانی، نہ یہاں جذبات کشمکش، اعصابی کشیدگی اور دل و دماغ کے کرب کی داستانیں ہیں۔

نوع انسان کی تاریخ میں ایسی ایک مثال بھی پیش نہیں جا سکتی کہ انسان بیداری اور سونے کی حالتوں میں سے کسی ایک حالت پر قدرت رکھتا ہو انسان جس طرح سونے پر مجبور ہے بالکل اسی طرح بیداری بھی اس کی طبیعت کا ایسا تقاضا ہے جس کو وہ کسی صورت میں رد نہیں کر سکتا۔ بیداری کے اعمال و واقعات میں انسان کا دماغ جس طرح توہمات، خیالات اور عمل کرنے کی تحریکات کی آماجگاہ بنا رہتا ہے بالکل اسی طرح خواب میں انسانی دماغ ایک لمحہ چین سے نہیں بیٹھتا۔ خواب کے اندر کئے ہوئے اعمال اگر حافظے کی گہرائی میں نقش ہو جاتے ہیں تو وہ اسی طرح یاد رہتے ہیں جس طرح بیداری میں کیا ہوا عمل یاد رہتا ہے۔ اگر بیداری کا عمل حافظے کی گہرائی میں نقش نہ ہو تو وہ اس طرح بھول کے خانے میں جا پڑتا ہے جس طرح خواب میں کئے ہوئے اعمال فراموش ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی تمثیل نہیں ہے عام تجربات اور مشاہدات ہیں۔ قرآن پاک میں حضرت یوسفؑ کے قصے میں اللہ نے خواب کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضرت یوسفؑ کا خواب، شاہ مصر کا خواب اس کے باورچی کا خواب، شاہ کے ساقی کا خواب یہ سب مستقبل کی نشاندہی سے متعلق ہیں اور مستقبل کو ہم غیب کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا انسان خواب اور بیداری کے حواس کا مجموعہ ہے اس لئے اس کے مستقل اور غیر مستقل حواس میں ساری زندگی ردوبدل ہوتی رہتی ہے۔

تاریکی چھا جاتی ہے

غلام سرور ۔ سیالکوٹ

میری عمر اس وقت چوبیس سال ہے۔ میں بظاہر تو ایک نارمل انسان ہوں مگر اندر سے بہت کمزور ہوں۔ کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کے مقام پر ہلکی ہلکی ٹیس ہو رہی ہے، کبھی ایسا لگتا ہے کہ جسم میں جان نہیں اور سر بالکل خالی ہے۔ کچھ تاریکی سی چھا جاتی ہے اور دماغ ہلتا ہوا اور کبھی سکڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ کبھی سینے میں کوئی چیز اٹکی ہوئی محسوس ہوتی ہے کبھی کبھی سانس کی نالی میں گھر گھراہٹ سی محسوس ہوتی ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے کوئی چیز اوپر کی طرف تیزی سے آ رہی ہو ایسا صرف چند سیکنڈ کے لئے ہوتا ہے۔

جواب :- پیشاب کے ذریعہ چکنائی خارج ہو رہی ہے فوراً علاج کرائیں ورنہ بڑی پریشانی لاحق ہو سکتی ہے۔ روحانی علاج یہ ہے رات کو سونے سے پہلے وضو کر کے ۱۰۰ بار کلمہ شہادت پڑھ کر سیدھے لیٹ جائیں اور آنکھیں بند کر کے سبز روشنی کا مراقبہ کرتے کرتے سو جائیں۔ علاج کے ساتھ ساتھ معالج کے مشورہ سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔

عرق گلاب

مسز عذرا پروین

میری بچی جس کی عمر 16 سال ہے اس کی آنکھیں ایک سال سے خراب ہیں۔ ہم نے دیسی علاجوں یعنی سرمے شہد، پھٹکری، سندور وغیرہ اور پھر نظر کے تعویذ اور بکری کے دودھ کی پٹیاں بھی رکھیں مگر آرام نہ آیا۔ لاہور کے اچھے اچھے ڈاکٹر بھی اپنے تجربے کر چکے ہیں۔ مختلف آنکھوں کی ادویات بھی استعمال کیں۔

حالت یہ ہوتی ہے کہ آنکھیں لال سرخ ہو جاتی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ جیسے سرخ پردہ سا آنکھ پر آ رہا ہے۔ جناب ہم سخت پریشان ہیں۔ بچی بی۔ کام کی طالبہ ہے اور وہیں ہاسٹل میں رہتی ہے۔ ہم لوگ گاؤں میں مقیم ہیں بچی کے لئے بہت فکرمند ہیں۔ اپنے علم کی روشنی میں غور کر کے کوئی آسان مگر آزمودہ نسخہ بتا دیں۔

جواب :- کسی کیمسٹ سے خالص عرق گلاب لے کر اس پر ۳۰۰ بار

نور علیٰ نور اھدنی علیٰ نور

پڑھ کر دم کریں اور دن میں تین بار یہی عرق گلاب ڈراپر کی مدد سے بچی کی آنکھ میں ڈالیں۔

گیس

طاہر بیگ ۔ حیدر آباد

میرے تین چھوٹے بچے ہیں۔ بیوی کے دل میں بیٹری یعنی پیس میکر لگا ہوا ہے۔ سب سے بڑا لڑکا چھ یا سات سال کا ہے۔ دوسرا لڑکا تین یا چار سال کا ہے اور تیسری لڑکی ایک سال کی ہے۔ شادی کے بعد میں اکثر بیماریوں اور دیگر پریشانیوں کا شکار رہتا ہوں۔ بچے جو کہ آپریشن کے ذریعے ہوئے ہیں اکثر بیمار رہتے ہیں جبکہ چار سال پہلے میں بالکل تندرست تھا۔ اس کے بعد مجھے السرکی شکایت ہو گئی۔ ڈاکٹروں کے مشورے پر السر کی دوائیاں کھاتا رہا اور گیس کے مرض کی تکلیف بڑھتی گئی۔ حکیم صاحب کو اپنی تکلیف بتائی انہوں نے کہا کہ معدے کی نالیاں سکڑ گئی ہیں پھر یرقان ہو گیا۔ لیکن اصل تکلیف گیس تھی جو کہ کم ہونے کے بجائے بڑھتی گئی جس کے لئے میں نے شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کرایا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے مگر میں بہت زیادہ کمزور ہو گیا ہوں۔ اب چل پھر بھی نہیں سکتا ہوں اور تکلیف کی وجہ سے کہا

نہیں سکتا ہوں۔ گیس معدے میں بھری رہتی ہے سینہ اور دل پر اس کا دباؤ ہوتا ہے جس سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ سانس لینے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ جسم کا کوئی حصہ نہیں ہے جہاں گیس کا اثر نہ ہو۔ دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ تیزابیت کا یہ حال ہے کہ اگر ذرا بھی نمکیات والی چیز استعمال کرتا ہوں تو پیٹ میں آگ لگ جاتی ہے۔ اس کے بعد پورے جسم میں بجلی کی طرح آگ دوڑ جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے ناف کے نلے خراب ہیں اور بعض دن مچھلی کی طرح بے چینی سی رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے بس دم نکل جائے گا۔

میں بہت عاجز آچکا ہوں مجھے آپ کوئی ایسا عمل یا وظیفہ بتائیں جس کو میں آسانی کے ساتھ کر سکوں۔ میں ایک غریب اور بے روزگار آدمی ہوں اور جسمانی و ذہنی طور پر بہت کمزور ہوں۔

جواب :- لونگ پانی میں پکا کر نکال دیں اور یہ پانی پینے میں استعمال کریں۔ چکنائیوں سے پرہیز کریں۔ جو چیز بھی کھائیں تازہ کھائیں۔ دونوں وقت سے پہلے زرد شعاعوں کا پانی دو دو اونس پئیں۔

اخلاق کی فضول خرچی

عبدالمالک ۔ ڈیرہ غازی خان

میں کافی عرصے سے پریشان ہوں جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں نقصان ہوتا ہے۔ یار دوست اور جاننے والے ہر ایک میرے پاس آکر ہی روتا ہے۔ میرے ایک دوست تھے جو بے روزگاری کی وجہ سے پریشان تھے میں نے ان کو ملازمت دلوادی اپنی ضمانت پر۔ پھر ان کو شادی کے وقت پیسوں کی ضرورت ہوئی وہ بھی میری ضمانت پر ان کو مل گئے۔ اس کے بعد وہ صاحب کام چھوڑ کر چلے گئے اور میری تنخواہ سے پیسے کٹنے شروع ہو گئے۔ میں بہت رحم دل واقع ہوا ہوں حالانکہ میں بہت سوچتا ہوں کہ اب کبھی کسی کے کام نہیں آؤں گا مگر پھر اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہوں اور ترس آجاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے ان کو بھی شادی کے وقت پیسوں کی ضرورت تھی۔ میرے پاس نہیں تھے میں نے ان کو منع کر دیا۔ وہ صبح و شام میری دکان اور گھر کے چکر لگاتے رہے کہ تم مارکیٹ میں بیٹھتے ہو کسی دکاندار سے مجھ کو کپڑے دلوادو میں اگلے مہینے ادا کر دوں گا۔ میری بی۔ سی کھلنے والی ہے۔ میں نے ترس کھا کر ان کو کپڑے دلوا دیئے اب اس بات کو 11 ماہ ہو چکے ہیں وہ پیسے دینے کا نام نہیں لیتے۔ میں بھی کافی مقروض ہو گیا ہوں اور بہت پریشان ہوں۔ خدارا کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجئے کہ میں قرض سے نجات حاصل کر سکوں اور لوگوں کی باتوں میں بھی نہ آؤں۔ میرے ساتھ ہمیشہ زیادتی ہوتی ہے ہر جگہ مجھ کو دبایا جاتا ہے جبکہ میں کبھی کسی کا برا نہیں سوچتا۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

جواب :- ایسا اس لئے ہے کہ آپ اخلاق کی فضول خرچی کرتے ہیں۔ میں نے مرشد کریم قلندر بابا اولیاءؒ سے اپنا خواب بیان کیا انہوں نے تعبیر بتائی کہ تم اخلاق کی فضول خرچی کرتے ہو۔ مجھے حیرانی کے ساتھ پریشانی لاحق ہو گئی کہ کیا اخلاق کی فضول خرچی بھی ہوتی ہے؟ مرشد کریم نے فرمایا اخلاق کی فضول خرچی یہ ہے کہ جس کام کا تجربہ نہ ہو اس میں نقصان ہوتا ہے اور پھر جانتے بوجھتے وہی کام کیا جائے تو یہ اخلاق کی فضول خرچی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا"۔

حضرت علی کا قول ہے:

"مومن دوسرے کا حق مارتا نہیں اور اپنا حق چھوڑتا نہیں"۔

میرے اباجی نے مجھے نصیحت کی تھی بیٹا کسی کو قرض نہ دینا اور قرض دینے سے انکار بھی نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا اباجی! یہ کیا بات ہوئی؟ قرض دینا بھی نہیں اور انکار بھی نہیں کرنا۔

فرمایا جب کوئی تم سے قرض مانگے اس کو اتنا دے دو جس کی واپسی تمہارے ذہن میں نہ ہو۔ مثلاً کوئی آدمی تم سے ایک ہزار روپے مانگتا ہے۔ تم پانچ سو دے سکتے ہو۔

واپسی کے خیال کے بغیر اسے پانچ سو روپے قرض دے دو۔

آپ قرض کی ادائیگی کے لئے عشاء کے بعد ۱۰۰ بار

ان اللہ علی کل شئی قدیر

پڑھ کر دعا کیا کریں۔ دس دنیا شر آخرت کے مصداق خیرات کریں۔

نزلہ و زکام

اکرام قریشی ۔ ساہیوال

آپ کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہو رہا ہوں۔ آپ کے روحانی علاج کے بارے میں اکثر پڑھتا رہتا ہوں۔ آپ کے بتائے ہوئے علاج سے بہت سے لوگ صحت یاب ہو چکے ہیں اس لئے میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں کہ آپ مجھے بھی کوئی علاج یا وظیفہ بتا دیں۔

میری عمر 20 سال کے قریب ہے۔ مجھے تقریباً ڈیڑھ دو سال سے سانس کی تکلیف ہوتی ہے اور نزلہ تو تقریباً سارا سال رہتا ہے۔ ذرا سی گرد اڑتی ہے تو مجھے نزلہ شروع ہو جاتا ہے۔ سانس کی تکلیف کی وجہ سے تو رات کو نیند بھی نہیں آتی۔ ڈاکٹروں سے بھی بہت علاج کرایا مگر فائدہ نہیں ہوا۔ کچھ عرصے کے لئے تو آرام ہو جاتا ہے مگر موسم تبدیل ہو کر دوبارہ وہی حالت ہو جاتی ہے۔ سانس لیتے ہوئے سیٹی سی بجتی ہے اور بہت تکلیف محسوس ہوتی ہے اور سینے میں بھی درد ہوتا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ مجھے بھی کوئی وظیفہ بتادیں۔ طریقہ علاج اور وظیفہ کب اور کیسے کرنا ہے۔ میں آپ کا زندگی بھر مشکور رہوں گا۔

جواب :- صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے کسی بڑے درخت کے نیچے کھڑے ہو جائیں۔ گیارہ مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا فارق پڑھیں اور درخت کی شاخ میں سے ایک پتہ توڑ کر الٹے نتھنے سے سونگھیں اور پتہ پھینک دیں۔ دوسرا پتہ توڑیں اور سیدھے نتھنے سے سونگھ کر پھینک دیں۔ یہ عمل 21 دن تک کریں۔ ٹھنڈی کھٹی اور زیادہ چکنی چیزوں سے پرہیز کریں۔ جب بھی پانی پئیں 9 مرتبہ یا فارق پڑھ کر دم کر لیا کریں۔

مختصر مختصر

ماریہ ، منور حسین

والد کا غصہ کم کرنے کے لئے صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک مرتبہ یا ودود پڑھ کر پانی پر دم کر کے نہار منہ پلا دیا کریں۔ اپنی والدہ سے کہیں کہ جب اباجی کو غصہ آئے آپ خاموش رہیں۔ کسی بات کا جواب نہ دیں۔

اعجاز خان

جس طرح انسان ایک نوع ہیں اسی طرح جنات بھی ایک نوع ہیں جو تخریب پسند ہیں وہ سب شیطان ہیں اور جو تعمیر پسند ہیں وہ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و یقین رکھتے ہیں مسلمان ہیں۔ کسی اسم یا وظیفہ کا عامل بننے کے لئے ضروری ہے کہ کسی روحانی استاد کی نگرانی میں اسم یا وظیفہ کی زکوۃ پوری کی جائے۔ رئیس امروہوی میرے بزرگ اور کرم فرما دوست تھے۔ بلاشبہ وہ اپنے نام کی مناسبت سے کارخانہ قدرت میں عظیم اور رئیس تھے۔ عمل ہمزاد شرعاً ممنوع ہے۔ ہمزاد تابع کرنے کا فائدہ نہیں ہے جتنا نقصان ہے اور یہ زندگی کا ناقابل علاج روگ بن جاتا ہے۔

مراد علی چانڈیو

اللہ نے مایوس ہونے کو منع کیا ہے آپ مایوس نہ ہوں۔ علاج جاری رکھیں سر درد سے نجات مل جائے گی۔ رنگ اور روشنی سے علاج انشاء اللہ فائدہ مند ہو گا۔

زاھد علی خان

نبی کریم ﷺ نے غار حرا میں مراقبہ کیا ہے اولیاء اللہ نے بھی مراقبہ کے ذریعہ روحانی مدارج حاصل کئے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلہ (مراقبہ) کیا ہے اور کامیابی کے بعد فرمایا ہے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

آپ مزید معلومات کے لئے کتاب "مراقبہ" کا مطالعہ کیجئے۔

عبدالرحیم

فجر کی نماز کے بعد ۱۰۰ بار سورہ البروج کی آیت "بل ھو اقرآن مجید" پڑھ کر سب بہن بھائیوں میں سلوک ہونے کے لئے پانی پر دم کر کے پلائیں۔

طلعت پروین

دشمن اگر قوی ہے تو خدا قوی تر دوست ہے۔ خدا سے رجوع کریں دشمن کے سارے وار کمزور پڑ جائیں گے اور انشاء اللہ آپ کی شادی ہو جائے گی۔ جو عمل بتایا گیا ہے اسے پابندی سے کرتی رہیں۔

شبینہ

خط کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے اندر ہارمونز کی ٹوٹ پھوٹ سے تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ لڑکی سے لڑکا بن جائیں۔ اس سلسلے میں کسی ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ جنس کیوں تبدیل ہوتی ہے اس بارے میں روحانی ڈاک میں تفصیلی مضمون شائع ہو چکا ہے۔

مسز رمضان

آپ کی شادی کو تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن آپ کی گود میں بچہ نہیں ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر سے مشورہ کر کے اپنی رپورٹ اور ڈاکٹر سے اپنے شوہر کا چیک اپ کرا کے ان کی رپورٹ بھیج دیں تاکہ آپ کے لئے علاج تجویز کیا جا سکے۔

صالحہ ، محمد امین

قد میں اضافہ ایک عمر تک ہوتا ہے۔ ابھی آپ کی عمر ایسی ہے کہ انشاء اللہ قد اور بڑھے گا۔

عبدالمجید خان

آپ اسمائے الٰہیہ میں سے جس اسم کا بھی ورد کریں پہلے اپنے مرشد کریم سے اجازت لے لیں کیونکہ انہیں آپ کی سکت کا اندازہ ہوگا۔

محمد جعفر

مرض کی تشخیص کے لئے بالمشافہ ملاقات ہو جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

محمدؐ یا احمدؐ

م ۔ غ ۔ ی ۔ کراچی

اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں خداوند کریم آخرت میں بھی آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین میں امید سے ہوں۔ یہ دوسرا مہینہ ہے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے خوبصورت نیک اور صالح فرزند عطا فرمائے۔ اس کے لئے آپ کوئی آسان سا وظیفہ تحریر کریں۔ الحمدللہ! میں پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتی ہوں۔ اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھئے گا۔

جواب :۔ صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک بار سورہ یٰسین پڑھ کر اپنے اوپر دم کر کے دعا کریں۔ یہ عمل تین مہینے تک کریں بچے کا نام محمدؐ یا احمدؐ کی نسبت سے رکھیں۔

علم الاسماء کیا ہے ؟

قیوم عامر ۔ پشاور

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ میں زمین پر اپنا نائب Assistant بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا یہ تو خون خرابہ کرے گا۔ اللہ نے کہا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اور آدم کو علم الاسماء سکھا دیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آدم کو اگر چیزوں کے نام سکھائے گئے ہیں تو پھر ایک ہی چیز کا نام ہر دوسری زبان میں مختلف کیوں ہے۔ مثلاً پانی کو ماء ، جل ، واٹر وغیرہ کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں علم الاسماء سے مراد یہ ہے کہ آدم کو چیزوں کی خاصیت بتا دی گئی ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ علم الاسماء دراصل اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بتا دی ہیں اور یہ صفتِ خداوندی غیب کی دنیا ہے۔ آدم نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے عمل سے غیب کو جان لیا تھا جبکہ یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ غیب فرشتوں کو بھی حاصل ہے۔ جب فرشتوں کو غیب حاصل ہے تو آدم کی کیا فضیلت ہوئی اور آدم کو فرشتوں سے سجدہ کیوں کرایا گیا؟

جواب :۔ دنیا میں ہر چیز اپنی بنیاد پر قائم ہے۔ مکان بنیادوں اور دیواروں پر، کرسی چار پاؤں پر، درخت اپنی جڑوں پر وغیرہ وغیرہ قائم ہیں۔ اسی طرح انسانی ساخت میں تین ستون کام کرتے ہیں اور یہ ستون تین سمتوں پر قائم ہیں۔ روحانیت میں ان تینوں کے نام الگ الگ ہیں۔

1-روح حیوانی 2-روح انسانی 3-روح اعظم

روح حیوانی کے ذریعہ انسانی جبلّت کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ روح انسانی میں فطرت کے علوم کام کرتے ہیں اور روح اعظم دراصل اللہ تعالیٰ کے علم کی سرحد قلم ہے۔ کائنات کی تخلیق کے فارمولے اس قلم میں ریکارڈ ہیں۔ اس قلم میں اللہ تعالیٰ کے ساڑھے گیارہ ہزار نام درج ہیں اور ہر نام تخلیق کا ایک فارمولا ہے۔ کائناتی رموز واسرار اور مشیئت کا علم بھی اس ہی قلم میں ریکارڈ ہے۔ یہی وہ علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں علم الاسماء کہا ہے۔ اس علم کا جاننے والا بندہ کائناتی اسرار سے واقف ہو جاتا ہے اور تجلی کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ذاتی وصف ہے کہ وہ جس کو چاہے اس نور اور تجلی سے آشنا کر دے۔

ذہنی ہم آہنگی

انوارالحق ، طاہرہ ، خورشید فاطمہ

شوہر ، گھر اور بچوں سے بالکل بے پرواہ رہتے ہیں۔ تنخواہ اپنے پاس رکھتے ہیں اور پائی پائی کا محتاج بنا دیا ہے۔ ہر وقت غصہ اور گالم گلوچ سے بات کرتے ہیں۔ بیوی بہت غصیلی ہے کبھی کہنا نہیں مانتی۔ اپنے والدین کے کہنے میں زیادہ ہے۔ تنخواہ کا ایک چوتھائی اپنے میکے والوں پر خرچ کرتی ہے۔ بات بات پر علیحدگی کی باتیں کرتی ہے۔ اپنے والدین تو سب کچھ، شوہر کے والدین کے لئے گھٹیا الفاظ کا استعمال۔

جواب :۔ شوہر اور بیوی میں ذہنی ہم آہنگی کا فقدان ان کی زندگیوں کو بد تر بنا دیتا ہے۔ اولاد پر بھی اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ بچے جو کچھ ذہنی طور پر قبول کرتے ہیں اس میں آدھا حصہ ماں باپ کی طرزِ فکر اور گھر کے ماحول سے بنتا ہے اور آدھا حصہ باہر کے ماحول سے۔ اگر گھر کا ماحول پرسکون نہ ہو اور ماں باپ لڑتے جھگڑتے رہیں تو بچے بھی ماں باپ کی عادت اختیار کر لیتے ہیں۔ پہلے بہن بھائی آپس میں دست و گریباں ہوتے ہیں اور پھر ماں باپ سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ ماں باپ میں ذہنی ہم آہنگی نہیں ہوتی اس لئے وہ بچوں کی عادت پر چشم پوشی اختیار کر لیتے ہیں۔ نتیجہ میں بچے گستاخ ہو کر نافرمان ہو جاتے ہیں۔ اسکے برعکس ایسے ماں باپ جن میں ذہنی ہم آہنگی ہوتی ہے یا اپنے مسائل کی تلخی کو اولاد کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیتے ان کی اولاد ماں باپ کی خدمت گزار ہوتی ہے۔ میری شوہروں اور بیویوں دونوں سے درخواست ہے کہ آپس میں میل جول اور محبت سے رہیں تاکہ ذہنی سکون میسر آئے۔ جس کا اثر براہ راست آنے والی نسلوں پر پڑتا ہے۔ بیویوں پر کچھ زیادہ ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ عورت اور گھر دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ کوئی گھر عورت کے وجود کے بغیر تکمیل نہیں پا سکتا اور کوئی بھی عورت گھر کے بغیر مکمل نہیں کہلائی جا سکتی۔ اتنی عرض کے بعد بطور روحانی علاج بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف کے ساتھ 41 مرتبہ سورہ اخلاص شوہر اپنی بیوی کا تصور کرتے ہوئے پڑھیں اور بیوی اپنے شوہر کا تصور کرتی ہوئی پڑھیں۔ اس عمل کی مدت نوے روز ہے۔ خواتین ناغہ کے دنوں کا شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔ انشاء اللہ حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں گے۔ گھریلو ناچاقیاں دور ہوں گی اور گھر میں خیر و برکت ہو گی۔

بڑا پیٹ

لطیف احمد ۔ نوشہرہ

عرض ہے کہ آج کل کے دور میں پیٹ کے بڑھ جانے کا مرض عام ہے۔ کچھ حد تک بڑھا ہوا پیٹ اچھا لگتا ہے لیکن جب ایک خاص حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو پھر یہ بد نما لگتا ہے اور اس سے آدمی کی خوبصورتی میں فرق آ جاتا ہے۔ میرا پیٹ بھی بہت بڑھا ہوا ہے۔ براہ کرم میرے

مسئلہ کا کوئی اچھا سا حل تلاش کریں تاکہ اس سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

جواب :- ایک چھٹانک کلونجی کھلے منہ کے چینی کے پیالے میں ڈال دیں اور اس کے اوپر لیموں کا عرق اتنا ڈالیں کہ کلونجی لیموں کے عرق میں ڈوب جائے۔ جب کلونجی سوکھ جائے تو ہاون دستہ میں کوٹ کر اس کا سفوف بنالیں۔ نیلے رنگ کی کھلے منہ کی شیشی میں رکھ لیں۔ رات کو سوتے وقت ایک چٹکی کھالیا کریں اس کے ساتھ ساتھ پیٹ کم کرنے کی ورزش بھی کریں اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق غذاؤں میں احتیاط بھی کریں۔ مٹھاس اور چکنائیوں سے پرہیز ضروری ہے۔

خون گرتا ہے

ن ۔ م ۔ پنو عاقل

میری بھانجی جس کی عمر 14 سال ہے، کو ایک مہینہ ہوا گھر میں بیٹھے بیٹھے اس کے کپڑے خون میں لت پت ہوگئے۔ اب بھی کبھی خون کپڑوں سے ایسے بہتا ہے جیسے کپڑوں کے اندر کسی نے فوارہ کھول دیا ہے۔ یہ اچانک ہی ہوتا ہے۔ دو دفعہ ایسے ہی گھر میں ہوا اور ایک دفعہ گھر کے باہر بھی۔ گھر والوں کا کہنا ہے کہ ایک رشتہ دار جس سے ہماری لڑائی ہے وہ آیا تھا اور اسی کے دوسرے دن یہ واقعہ ہونا شروع ہوا ہے۔ اس کا کوئی روحانی علاج بتایئے۔

جواب :- مریضہ کے سر سے پیر کے انگوٹھے تک نیلے دھاگے کے گیارہ تار ناپیں۔ ان گیارہ تاروں کی چار تہیں کرلیں۔ دھاگے کے سرے پر ایک ڈھیلی گرہ لگائیں اور فوراً کس دیں۔ یعنی پھونک کو گرہ میں بند کردیں۔ اسی طرح گیارہ گرہیں اور لگائیں اور دھاگے دہکتے ہوئے کوئلوں یا جلتے ہوئے چولہے پر ڈال دیں۔ دھاگہ جب جلے گا اس میں سے بدبو یا چراند آئے گی۔ جب تک یہ بدبو یا چراند آئے روزانہ اس عمل کو کرتے رہیں۔ یہ عمل رات کو سونے سے قبل کیا جائے پانچ جمعرات تک۔ ہر جمعرات کو شام کے وقت ایک غریب آدمی کو کھانا کھلائیں۔

اندرونی مرض

زاہدہ

میں ایک مقامی کالج میں بی اے پارٹ ون کی طالبہ ہوں میری عمر بیس سال ہے۔ کالج میں مجھے خوبصورت اور صحت مند لڑکیاں دیکھ کر رشک آتا ہے۔ جسمانی طور پر میں کافی کمزور ہوں اور آج کل تو کمزوری بہت زیادہ ہے۔ یقین کیجئے کہ سیکنڈ ایئر کی چھٹیوں کے بعد کالج میں میری دوستوں نے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا کہ تمہیں کیا بیماری ہوگئی ہے۔ ہاتھ پیر فوراً سن ہوجاتے ہیں۔ کافی ڈاکٹروں کو بھی دکھایا کمزوری اور خون کی کمی بتائی۔ ان کی گولیاں (آئرن کی) استعمال کررہی ہوں مگر افاقہ نہیں ہے۔

جواب :- آپ "لیکوریا" کی مریضہ ہیں۔ علاج کے ساتھ ساتھ پرہیز ضروری ہے۔ سرخ مرچ، انڈہ، گرم مصالحہ، زیادہ چائے استعمال نہ کریں۔ لیڈی ڈاکٹر کی بجائے یونانی علاج کرائیں۔ رات کو ۱۰۰ بار یا حفیظ پڑھ کر گرین رنگ روشنی کا مراقبہ کریں۔ گھر میں بڑی بوڑھیوں سے کمر گوند تیار کرائیں اور صبح ناشتہ میں کھائیں۔ ان سے کہیں کمر گوند میں مغزیات شامل نہ کریں۔

شادی زبردستی ہو رہی ہے

☆☆☆☆

ارم عدنان۔ شہلا جیلانی۔ نسیم فاطمہ۔ اور لیس احمد خان۔ کلثوم۔ زلیخا۔ شمیم۔ رخسانہ ناز۔ طاہرہ انور۔ عبدالغفور۔ سلیم کیانی۔ ماہتاب۔ نوشابہ رشید۔ انور علی۔ ریشم۔ تبسم آراء۔ عدنان جیلانی۔ جنید خان۔ بشیر محمد۔ نواب احمد خان۔ کمال الدین۔ سید احتشام علی۔ ذوالقرنین ساجد۔ جاوید ہمایوں۔ فضیلہ۔ نائلہ۔ نمرہ خان۔ سید محمد اکرم۔ ارمان نفیس۔ آسیہ نواب۔ محمود جمال۔ ثمینہ وقار۔ نسیم الدین۔ رفعت ثاقب۔ سعیدہ بانو۔ محمد طفیل۔ رخشندہ۔ ضیاء الدین۔ سلمٰی کمال۔ زرینہ خان۔ ثمینہ ارشاد۔ سید محمد دانش۔ امتیاز علی۔ ناصر علی۔ روشن آراء۔ شبیر خان۔ روبینہ جہانزیب۔ سلمٰی وہاب۔ مختار علی۔ عروسہ جنید۔

صدیق شمالی۔ ثوبیہ اسحٰق۔ نادیہ منیر۔ آسیہ خاتون۔ عائشہ سرفراز۔ محمد ندیم۔ ذکریا انصاری۔ آفتاب احمد خان۔ حمزہ قادری۔ الیاس نظامانی۔ محمود اختر۔ انیسہ صادق۔ عمر غنی۔ نوید احمد۔ غیاث الدین۔ وقار الدین۔ نسیمہ۔ عاصمہ۔ حرا۔

جواب :- آپ تمام کا مشترکہ سوال یہ ہے کہ جہاں آپ کی شادی طے کی گئی ہے وہاں آپ نہیں کرنا چاہتے۔ اس مقصد کے حل کے لئے روزانہ رات سوتے وقت تین بار والقت ما فیھا وتخلت پڑھ کر سجدہ میں جاکر اللہ تعالیٰ کے حضور خضوع و خشوع سے دعا کریں کہ آپ کے والدین کے دماغ سے فلاں لڑکے یا لڑکی کا خیال نکل جائے۔ عمل کی مدت 90 دن ہے۔

آواز کا راز

غلام نبی ۔ کراچی

میرے ذاتی حالات نہایت پریشان کن ہیں۔ میں نے ڈیڑھ سال قبل ایک شاہ صاحب سے حساب کرلیا تو انہوں نے بتایا کہ گھر کی دو عورتوں نے تم پر تعویذ کرایا ہوا ہے۔ گھر جاؤ گے تو معلوم ہوجائے گا۔ اس بات کی میں نے تحقیق کی تو درست نکلی۔ آج کل مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز معدہ سے اوپر کی طرف سینہ کی جانب چڑھ رہی ہے۔ اس تکلیف کی شدت نے مجھے ذہنی طور پر ناکارہ کردیا ہے۔ میں کسی سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی جرأت تک نہیں کرسکتا۔ میری ناک اکثر بند رہتی ہے جس سے دل اور پھیپھڑوں پر دباؤ پڑتا رہا۔ میں نے بروقت اس کا تدارک نہیں کیا۔ چند سالوں بعد مجھ پر دمے کا دورہ پڑا خشک دمہ تھا بعد میں بلغمی رنگ اختیار کرگیا۔ کسی ڈاکٹر نے برونکائٹس، کسی نے الرجی تشخیص کی اور علاج ہوتا رہا۔ ناک کے دو آپریشن ہوئے مگر دائیں نالی میں سابقہ تکلیف برقرار ہے۔ اس کے علاوہ دو سال سے مجھے ہر وقت شوں شوں کی آوازیں سنائی دیتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر آواز کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہیں اس کے علاوہ جو بات میرے لئے باعث پریشانی ہے وہ یہ ہے ایک رشتہ دار عورت نے کسی عامل سے تعویذ لکھوا کر مجھ پر کچھ عمل کروایا۔ خدا جانے اس عمل کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے پہلے میرا ماتھا متاثر ہوا۔ ایسا لگتا تھا کہ میرے ابرو آنکھوں میں گھس جائیں گے پھر آنکھیں اپنے حلقوں میں اندر دھنستی گئیں۔ اس کے بعد درد ماتھے سے ہٹ کر سر کے وسط میں آگیا۔ درد کے ساتھ ایسا دباؤ تھا کہ سر پھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے بعد ازاں یہ درد حرام مغز میں آگیا۔ چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا۔ سر گھماتا تھا تو نظر ساتھ نہیں دیتی تھی پھر گردن کے پٹھے درد کی زد میں آگئے۔ آپ سے تشخیص کی درخواست ہے۔

جواب :- کانوں میں شوں شوں کی آواز آنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو بند نزلہ ہے۔ جب نزلہ خراب ہوا تو رطوبت کان کے آس پاس کی رگوں میں جمع ہوگئی اور یہی رطوبت اس آواز کی باعث ہے۔ دوسری تکلیف کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے متاثر ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی اعصابی نظام میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے اگر اس کے مہروں میں کوئی نقص پیدا ہوجائے تو اعصابی نظام میں شکست و ریخت شروع ہوجاتی ہے۔ مندرجہ بالا تشخیص کی روشنی میں آپ اپنا علاج کرائیں اللہ تعالیٰ شفا عطا کریں گے۔ بند نزلے کے لئے یونانی طریقہ علاج مناسب رہے گا جہاں تک جادو یا تعویذ کا تعلق ہے تو اس کا بیماری سے کوئی تعلق نہیں ہے اس خیال کو دل سے نکال دیں۔

جسم کی نشوونما

شائستہ، کوثر ۔ بدین

میری عمر تقریباً 24,25 برس ہے۔ میں جسمانی طور پر بے حد کمزور اور دبلی ہوں۔ جسم پر ذرا بھی گوشت نہیں۔ ہنسلی کی ہڈیاں نمایاں نظر آتی ہیں اسی طرح ہاتھوں کی نسیں بوڑھوں کی طرح ابھری ہوئی ہیں۔ دبلی تو میں ہمیشہ سے تھی مگر اب تو حد ہوگئی ہے۔ سب لوگ ٹوکتے رہتے ہیں کمزوری بھی بے حد ہے۔ بہت جلد تھک جاتی ہوں اگر ذرا زیادہ کام کرلوں تو چکر آنے لگتے ہیں۔ اعصاب بے حد کمزور ہیں قوت یادداشت بالکل نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا

کہ میرا کیا بنے گا۔ اگر کسی مسئلے پر ذرا سنجیدہ ہو کر سوچ لوں تو سر چکرانے لگتا ہے۔ پہلے میرے چہرے پر نکھار تھا مگر اب چہرہ اس قدر بے رونق اور اجاڑ ہو گیا ہے کہ اپنی عمر سے بہت زیادہ بڑی نظر آتی ہوں۔ دائمی قبض رہتا ہے جسم میں کیلشیم کی بے حد کمی ہے۔

جواب :- اصلی شہد پر ایک ہزار مرتبہ

یاحی قبل کل شئی یاحی بعد کل شئی

دم کر کے رکھ لیں۔ روزانہ ایک چمچ شہد روٹی پر لگا کر کھالیا کریں۔ علی الصبح ناشتہ کے نصف گھنٹہ قبل ایک چٹکی کلونجی پر یہی الفاظ تین مرتبہ دم کر کے پانی کے ذریعے کھالیا کریں۔ غذا میں سبزیاں اور پھل ضرور شامل رکھیں۔ اس پروگرام پر کم از کم تین ماہ عمل کیا جائے۔ کلونجی کا عمل صرف چالیس روز کریں۔

رشتے نہیں آتے

☆☆☆☆

رخسانہ ادریس۔ کلثوم۔ سمیعہ طارق۔ رشیدہ محمود۔ عامرہ خانم۔ شازیہ حنیف۔ طیبہ فاطمہ۔ مہوش زبیر۔ ارم جبیں۔ گلناز فاطمہ۔ شہلا کمال۔ رخشندہ منور۔ دلشاد بیگم۔ لوبیہ سلام۔ جیا خان۔ راشدہ لطیف۔ لبنیٰ ذکریا۔ بلقیس فاطمہ۔ صنم دلشاد۔ لبنیٰ ہمدانی۔ خدیجہ ریاض۔ زارا۔ صفیہ۔ حمیرا۔ سائرہ گیلانی۔ ام سلمہ۔ عائشہ حنیف۔ سیدہ داؤد۔ حمیدہ وقار۔ ذویا ملک۔ ذہین فاطمہ۔ رقیہ انعام۔ سعیدہ۔ تبسم ضیاء۔ مریم خان۔ حمیرا صدیقی۔ تاہدہ اکرام طاہرہ کلیم۔ ثمرین حسین۔ عشرت قریشی۔ ساجدہ الیاس۔ نیلوفر۔ ثمینہ۔ غزالہ۔ زاہدہ سراج۔ زرینہ وہاب۔ نیلم توقیر۔ عائشہ سلیم۔ سلطانہ رفیق۔ شاہدہ۔ ماجدہ۔ فاطمہ بیگم۔ فرزانہ بیگم۔ جہاں آراء۔ رقیہ بانو۔ نائلہ سلیم۔ آمنہ۔ شاہدہ کریم۔ نگہت شہریار۔ حنا جبیں۔ شہلا صمدانی۔ سلیمہ۔ نعیمہ۔ حرا۔ صاعقہ فاطمہ۔ در شہوار۔ نیلم۔ مہوش۔ صنم علی۔ صاعقہ۔ شمیم بیگم۔ نائلہ رزاق۔ نعیمہ بھٹو۔ عظمیٰ گیلانی۔

جواب :- دن میں جب بھی وقت ملے اور یاد آجائے وضو اور بے وضو یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔ عشاء کی نماز کے بعد 41 بار سورہ اخلاص اور فجر کی نماز کے بعد 41 مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دعا کیا کریں۔ ناغہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کرلیں۔ ہر جمعرات کو شام کے وقت دو روپے خیرات کر دیا کریں۔ چھوٹے بچوں کے ساتھ بطور خاص شفقت سے پیش آئیں۔

معاشی بدحالی

مسز نسرین

گذشتہ کئی سال سے ہمارا گھرانہ سخت پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے۔ جو جو کام کرتے ہیں ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ اس قدر قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں کہ الامان الحفیظ۔ مہربانی کر کے ایسا عمل بتائیں کہ معاشی بد حالی سے نجات مل جائے۔

جواب :- روزانہ 41 بار آیت الکرسی پڑھ کر اپنے مقصد میں کامیابی کی دعا کیا کریں۔ جب تک معاملات حسب منشا حل نہ ہو جائیں، عمل جاری رکھیں۔

بینائی کی کمزوری

دلاور خان۔ کوئٹہ

میری نظر کی کمزوری میرے کیریئر میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ کوئی ایسا علاج بتادیں کہ میری نظر ٹھیک ہو جائے اور میں پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہو جاؤں۔

جواب :- پیلی سرسوں کا تیل پکی گھانی کا اپنے سامنے نکلوایئے۔ اس کا کاجل بنایئے اور رات کو سوتے وقت آنکھوں میں جست کی ایک ایک سلائی لگائیں۔ کھانا کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے سونف منہ میں ڈال کر خوب اچھی طرح چبایئے اور اس کا عرق چوستے رہیے۔ بطور وظیفہ کے رات کو سوتے وقت تین مرتبہ سورہ الکوثر پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی انگوٹھوں انگلیوں پر دم کیجئے اور انگلیاں دونوں آنکھوں پر پھیر لیجئے۔